مفتی اختر حسین بہاولپوری

شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ واستاذ حدیث جامعہ فرقانیہ
واستاذ جامعہ معہد الفقیر ڈیفنس کراچی

علماء کو جدید دور کا چیلنج

آگے بڑھو یا راستہ چھوڑ دو

شعبہ تصنیف وتالیف
جامعہ محمدیہ گلستان سوسائٹی کراچی

Marfat.com

ادارے کا منشور

ہر عالم، نوجوان و طالب علم کو چاہے وہ دینی ہو یا عصری، یہ طے کر لے کہ مسلمانوں کے اجتماعی (دنیاوی واخروی) مفاد میں کوئی ایک کارنامہ سرانجام دے، جو عالمی طور پر پہچانا جائے۔ اگر پورے عالمی سطح پر نہ ہو تو ایک براعظم کی سطح پر ہو۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو اپنے شہر کی سطح پر کوئی مفید کارنامہ سرانجام دے۔ جس سے اس کی پہچان ہو اور مسلمانوں کو فائدہ بھی پہنچے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اپنی زندگی پر افسوس کرے اور بس!

سب سے پہلے بنیادی اور ضروری بات ٹارگٹ اور ہدف مقرر کریں۔ اس کے بغیر کوئی کارنامہ اور کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی مثلاً کہ ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی طرح کام کرنا ہے تو میٹرک سائنس کے بعد۔ (ایف۔ ایس۔ سی اور بی۔ ایس۔ سی) اور پھر آگے فزکس کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیں اور اس شعبے میں اتنا محنت کریں کہ اس سبجیکٹ میں کوئی آپ کا مقابلہ نہ کر پائے۔ اور پاکستان کی سطح پر اس شعبے میں خدمات انجام دیں۔ نیت میں مسلمانوں کی دنیاوی اور اخروی بھلائی رکھیں۔ ہمارے مدارس کے طلباء وعلماء شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کو نمونہ بنائیں اور یہ بھی یاد رکھیں کہ ہم ان کے قدموں کی خاک کے برابر نہیں ہو سکتے لیکن ان کی طرح امت مسلمہ کے لیے خدمات انجام دینی ہوں تو درس نظامی عربی اور فقہ میں مہارت تامہ پیدا کر کے پھر مسلمانوں اور امت مسلمہ کے لیے خدمات انجام دیں۔ اسی طرح ہمارے علماء کو چاہئے کہ کسی ایک شخصیت کو نمونہ بنائیں اور پھر اسی شخصیت کی طرح کمال پیدا کریں مثلاً تصوف میں حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی صاحب مدظلہم یا تقریر وبیان میں حضرت مولانا طارق جمیل مدظلہم کا نمونہ بنائیں اور پھر اس تقریر میں کمال اور مہارت حاصل کریں شرط اختصاص ہے اس کے بغیر کامیابی ناممکن اور ٹائم کا ضیاع ہے اور یہ مقام انتھک محنت سے ملتا ہے تاریخ گواہ ہے کہ اکابر نے یہ جو مقام حاصل کیا وہ انتھک محنت کے ذریعے سے اپنے فن میں کمال حاصل کیا اور دنیا وآخرت میں سرخرو ہوئے

کتاب کا مقصد علماء، مسلمان طلباء ونوجوانوں میں بیداری پیدا کر کے عالم اسلام کے دنیاوی واخروی فائدے کے لیے مفت تعلیم وہنر، تربیت، اصلاح اور تعاون کرنا تا کہ طلباء و نوجوان آگے بڑھ کر کامیابی اور ترقی کریں اور پھر اپنی زندگی پاکستان اور عالم اسلام کیلئے وقف کریں۔

Marfat.com

علماء کو جدید دور کا چیلنج

پاکستانی علماء و نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ غور کریں کہ اس وقت پورے عالم میں ہر میدان میں غیر مسلم ترقی کر رہے ہیں کیونکہ وہ اس کے لیے محنت کر رہے ہیں۔ حالانکہ دیکھا جائے تو ان مطمع نظر صرف دنیا ہے پھر بھی علمی، سائنسی، معاشی ہر میدان میں کامیاب ہیں تو مسلمان جنہیں دنیا کیساتھ آخرت کو بھی سامنے رکھنا ہے غیر مسلموں سے زیادہ محنت کرنی چاہیے تاکہ دنیا و آخرت دونوں میدان میں سرخرو ہوں۔ لہذا ہر مسلمان نوجوان و طالب علم کو چاہیے کسی ایک شعبے میں کامیابی حاصل کر کے مسلمانوں کی خدمت میں لگا دے۔

خوشخبری

پاکستان بھر میں کسی بھی عالم و نوجوان کو علم حاصل کرنے، ہنر و فن سیکھنے یا آگے بڑھنے اور ترقی کرنے میں کوئی بھی مشکل پیش آ رہی ہو تو ادارہ بغیر کسی طمع و لالچ و بغیر کسی فیس و معاوضے کے ہر قسم کا تعاون کرنے کے لیے تیار ہے علماء، نوجوان و طالب علم کسی بھی وقت رابطہ کر کے رہنمائی و تعاون لے سکتے ہیں ہماری تمام کتب کا مقصد بھی یہی ہے ادارے میں اسکول و دینی تعلیم کے علاوہ طلبہ و طالبات کیلئے کمپیوٹر، انگلش لینگویج اور مختلف کورسز مفت کروائے جا رہے ہیں اور طلبہ وغیرہ سے کوئی فیس نہیں لی جاتی کراچی اور کراچی کے باہر کے نوجوان و طلباء اس سہولت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور یہی درخواست ہم پاکستان کے تمام اہل علم و فن و صاحب ثروت حضرات سے کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے علماء، طلباء و نوجوانوں کی مدد کے لیے آگے آئیں اور اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ سے طلب کریں بیشک اللہ تعالیٰ بہتر بدلہ دینے والے ہیں اور یہ بدلہ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ عطاء فرمائیں گے اور آخرت میں یقینی فائدہ ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو دوسروں کی مدد اور تعاون کی توفیق عطاء فرمائیں بیشک اس کی توفیق کے بغیر کوئی بندہ کسی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی نقصان۔

ہماری تمام کتابوں میں کوئی ایک لفظ بھی اپنا نہیں ہے بلکہ تمام مواد درسی کتابوں میں اکابر و اسلاف کی تحریر و تقریر سے لیا گیا ہے اور عصری کتابوں میں مغربی مصنفین، جاوید چوہدری صاحب اور مولانا وحید الدین خان سے لیا گیا ہے۔

Marfat.com

علماء کو جدید دور کا چیلنج آگے بڑھو یا راستہ چھوڑو!

مؤلف

مفتی اختر حسین بہاولپوری

شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ

استاذِ حدیث جامعہ فرقانیہ

استاذ جامعہ معہد الفقیر ڈیفنس

شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ محمدیہ گلستان سوسائٹی کراچی

Marfat.com

[جملہ حقوق محفوظ ہیں]

نام کتاب: علماء کو جدید دور کا چیلنج۔ (آگے بڑھو یا راستہ چھوڑ دو)

مؤلف : مفتی اختر حسین بہاولپوری

ناشر : شعبہ تصنیف وتالیف جامعہ محمدیہ گلستان سوسائٹی

فون : 03212746011...03022740199..03082961870

پرنٹر: اسٹار پرنٹر ناظم آباد کراچی 0333-3227698

ضروری گذارش!

کتاب کی تصحیح کا حتیٰ الامکان التزام کیا گیا ہے لیکن انسان غلطی سے مبرّا نہیں لہذا اگر کوئی غلطی دیکھیں تو ''وتعاونو علی البر ولتقویٰ'' کا مصداق بنتے ہوئے ہمیں ضرور مطلع فرمائیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس غلطی کی اصلاح کی جاسکے۔

کتاب ملنے کے پتے

کراچی کے تمام مکتبے

اشاعت الخیر ملتان، 03007301239

مکتبہ علمیہ عباس صاحب پشاور: 03129103898

مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک:03004572899

مکتبہ عمرو بن عاص قمر صاحب لاہور:03004585134

مکتبہ حرمین محمد صاحب لاہور:03214399313

مکتبہ اسلامی گوہر صاحب راولپنڈی:03335456375

مکتبہ رشیدیہ راولپنڈی:03215879002

علماء کو جدید دور کا چیلنج آگے بڑھو یا راستہ چھوڑو

عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
کتاب لکھنے کی وجہ اور اسکی اہمیت اور اس کو کیسے پڑھیں؟	14	تقریظ	16
الاهداء	15	انتساب	17

عرض مولف

تعمیر کردار تعمیر جہاں	18		

ٹارگٹ اور ہدف نہیں تو کامیابی بھی نہیں

مثال	21	دائمی کامیابی کے اصول	23

اخلاص نیت

نیت اور اس کا بدلہ	26	علم اور ریاء	28
شہد اور زہر	27	نفس اور اس کی خواہشات	30

غیر متزلزل صبر و تحمل اور سخت محنت کے بغیر کامیابی نہیں مل سکتی

غیر متزلزل صبر و تحمل اور استقلال طبع صبر کے باعث خلائی سفر کی راہیں کھل گئیں	35	غیر متزلزل صبر و تحمل کے باعث ہی ریاستوں کے درمیان نظام ٹریفک وجود میں آیا	34

Marfat.com

غیر متزلزل صبر وتحمل نے ہی کولمبس کو نئی دنیا دریافت کرنے میں معاونت کی تھی	35		

اکابر کی انتھک محنت اور ذوق مطالعہ

قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ	37	مطالعہ کی اہمیت!	44
فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ	37	استعداد تو مطالعہ ہی سے پیدا ہوتی ہے!	44
حضرت گنگوہیؒ کا مطالعہ میں مشغولیت کا عجیب طریقہ	38	مطالعہ اور سبق میں اگر جی نہ لگے!	44
حضرت مولانا محمد یحیٰ رحمہ اللہ!	39	درس میں یا مطالعہ میں اگر نیند کا غلبہ ہو تو کیا کرے؟	45
فتح القدیر کا مطالعہ کر کے حدیث کا امتحان دینا!	40	مطالعہ کرنے کا طریقہ، مطالعہ کب مفید ہوتا ہے!	45
حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ مطالعہ میں محنت!	40	خارجی مطالعہ بھی ثواب ہی کی نیت سے کرنا چاہئے خارجی مطالعہ کا ایک شرط!	45
کتاب بھی تو ایک روگ ہے اس روگ کا کیا کروں!	41	ہفتہ بھر دن رات مطالعہ!	46

Marfat.com

مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ!	47	حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلسل مطالعہ!	58
انتظار کتاب	48	حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا طالبان علوم نبوت سے گزارش!	59
سحر خیزی	49	حضرت شیخ الحدیث زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا حرج علم یا حرج طعام!	60
اپنی اس سحر خیزی کے متعلق ایک اور جگہ وہ لکھتے ہیں	50	رمضان آیا یا بخار!	63
وہ جیل میں اپنے معمولات کے بارے میں رقم طراز ہیں	51	شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا کسی حادثہ اطلاع کے وقت کا معمول!	64
حضرت مفتی اعظم پاکستان کا طالب علمی میں انہماک	51	ذوق مطالعہ اور کتب بینی کا اشتیاق !	65
مفتی اعظم پاکستان کا علمی مذاق!	53	انہماک مطالعہ!	65
مطالعے کا ذوق!	53	مطالعہ کرتے وقت کانوں میں روئی رکھ لیا کرتے تھے!	66
حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا شوق علم!	54	چلتے چلتے مطالعہ!	66
حضرت شیخ بنوری نور اللہ مرقدہ کی علامہ جوہر طنطاوی مرحوم سے ملاقات!	57		

تقویٰ اور پرہیز گاری اور گناہوں سے بچے بغیر۔ کامیابی اور فتح کا سوچا بھی نہیں جا سکتا

تقویٰ اور پرہیز گاری	67	بری باتوں سے اجتناب	70

اسلاف میں تقویٰ اور پرہیز گاری کی بناء پر علمی حکمرانی کی

امام بخاریؒ کا تقویٰ	77	وعدہ کا پاس اور پابندی اوقات	85
حُسنِ سلوک اور بے نفسی	77	باوضو رہنا	86
حدیث پر عمل کا اہتمام	78	نماز میں سنت واستجاب کی رعایت	86
حضرت گنگوہی کے اخلاق عادات	79	دونوں ہاتھوں سے مصافحہ	87
ریاضاتِ شاقہ	79	تواضع	87
بائیس سال بعد تکبیرِ اولیٰ فوت	80	حضرت کشمیریؒ کا اساتذہ کا احترام کرنا	87
تمام حرکات وسکنات سنت کے مطابق	81	حضرت کشمیریؒ اور کتاب کا اداب	92
مستحبات پر مداومت ودوام	81	حضرت شیخ الہندؒ کی شفقت	92
حرمین کی خس وخاک سے محبت	82	حضرت شیخ الہند" کے اخلاق وتواضع	93
مدینہ منورہ کی مٹی کھانے کا حکم	83	مقصد کا عشق	101
حضرت سہارنپوریؒ کا وعدہ نبھانا	84	حضرت مفتی اعظم پاکستان کی خدمت خلق اور بے نفسی کا ایک سبق آموز واقعہ	105

Marfat.com

حضرت مفتی اعظم پاکستان اور اتباع سنت	106	دین کی طلب کا حیرت انگیز مقام	113
اکبر الٰہ آبادی اور اقبال مرحوم	108	حضرت مفتی اعظم پاکستان اور وقت کی قدر شناسی	114
غلطیوں پر ٹوکنے کا انداز	108	نظم وضبط کی پابندی	116

ایک منٹ بھی ضائع نہ کریں نہ ہی ٹال مٹول سے کام لیں

امید' خواہش اور امکان	119	بوریت	122
زندگی اور کاہلی	119	ٹال مٹول کے چند عمومی حربے	123
تاخیر حربوں کی تکنیک	120	ٹال مٹول کے اسباب	125
نکتہ چین اور کردار غازی	121	ٹال مٹول سے نجات حاصل کرنے کے چند طریقے	127

اکابر نے دنیا کو جھکایا تو سستی کاہلی سے نہیں بلکہ سر دھڑ کی بازی لگائی اور محنت شاقہ سے دنیا میں اپنا مقام بنایا ایک منٹ ضائع نہیں کیا

ایک حدیث کیلئے مہینے بھر کا سفر	130	براہِ راست صحابہ سے سماعت کرنے کا شوق	132
حدیثِ رسول	131	ایک لفظ کیلئے	132
طلبِ علم کیلئے سفر کو ترجیح	131	تین حدیثوں کی خاطر	132
حضرت سعید بن مسیب کا حال	132	حضرت مکحول کی طالب علمانہ دشت نوردی	133

Marfat.com

امام احمد بن حنبلؒ کا ملکوں اور شہروں میں مارے مارے پھرنا	133	ایک عورت کی پیشکش	140
ابو حاتم رازی کا سات سالہ پیدل سفر	134	خطیب تبریزی کا معرّہ تک پیدل سفر	140
حیرت انگیز حافظہ	135	کتاب میں پسینے کا اثر	141
امام شعبیؒ کے کثرتِ علم کا سبب	135	خون کا پیشاب	141
عبداللہ بن فروخ قیروانی کا سفرِ مکہ	136	خلیفہ منصور کی آرزو	141
ایک عجیب اتفاق	136	تم وہ اصحاب حدیث کہاں؟	142
فضل شعرانی کا روئے زمین پر گشت	137	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دور اندیشی	142
حافظ ارغیانی کی اسلامی ممالک میں آمدورفت	137	صحابہ کے دروازوں پر پڑ جانا	143
ابنِ مقری اصبہانی کا چار مرتبہ سفرِ مشرق و مغرب	137	نوجوان عقلمند نکلا	143
ایک کتاب کی خاطر 70 دن کا سفر	138	عبدالرحمن بن قاسم کی روزانہ سحر کے وقت حاضری	144
حافظ ابنِ مندہ کی 45 سالہ مسافرت	138	امام مالکؒ کے پاس 17 سالہ قیام	144
دوبار مشرق سے مغرب تک	139	باپ اور بیٹے کی ملاقات	144
ابو نصر سجزی کے افقِ عالم تک دوڑ	139	امام بخاریؒ کا حال	144

Marfat.com

رات میں بیس بیس مرتبہ اٹھ کر علمی فوائد قلمبند کرنا	145	30 سال چٹائیوں پر سویا ہوں	147
اسد بن فرات امام محمد کی شاگردی میں	146	ابنِ ابی حاتم رازی کے شب و روز	148
پانی کے چھینٹے	146	مچھلی بھوننے کا وقت نہ ملا	148
مالی امداد	147	طالب علم کی کہانی، زمخشری کی زبانی	148

اپنا راستہ خود بنائیں، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے توقع مت رکھیں۔

نہ ہی شیخ چلی کی طرح سوچیں

محنت یا قسمت	150	شہزادی کی انگوٹھی	158
محنت کا راز	153	زندگی کی شاہراہ	161
ہموار راستہ	154	دو نوا جوان	163
کامیابی کا آسان نسخہ	155		

اسلاف نے بھوک پیاس برداشت کر کے اپنا راستہ خود بنایا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھوک	166	تین دن سے دانہ منہ میں نہیں گیا	168
سفیان بن عیینہ کی حق گوئی اور اس کا انعام	167	ابن مقری اور ان کے ساتھیوں کی اقتصادی پریشانی	168
بہن کا ہدیہ	168	نصرت خداوندی	168
قاضی ابوبکر بغدادی کی غربت وفاقہ کشی	169	کھانا لیے ایک عجمی کی آمد	172

Marfat.com

ہار واپس کرنے والے کو 500 دینار	169	کھانے کے لئے اصرار	172
قسمت پلٹ گئی	170	مہمان میزبان بن گئے	172
الٰہی ماجرا کیا ہے؟	170	والدہ کا عطیہ	173
ہار اپنا ہو گیا	171	شیخ مصطفیٰ صبری کی دائمی فاقہ کشی	173
شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی فاقہ کشی	171		

سخت مشکلات کے بعد کامیابی ملتی ہے پہلے نہیں کیا آپ تیار ہیں؟

فتح کا راز	175	موت کی ضمانت	178
اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ	176	کامیابی کا قیمتی راز	182

اکابر نے مشکلات اور فقر و فاقہ برداشت کر کے نام کمایا

فقر فاقہ اور حصول علم	184	یہ روغنِ پستہ سے بنا ہوا فالودہ کھائے گا	186
خلیل نحوی۔ چھونپڑے میں	184	پیشین گوئی حقیقت کے روپ میں	187
قاضی ابو یوسفؒ کی ناداری	184	امام شافعیؒ کی غربت و ناداری	187
امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے مالی کفالت	185	عفان بن مُسلم۔ آزمائش کی بھٹی میں	188
دوسری روایت	185	غیبی امداد	188
واقدی کی مفلسی	189	تنگی کے بعد راحت	197

مثالی ایثار	189	ابن خاضبہ کی غربت اور مشغلۂ کتابت	198
ایک اور مثالی ایثار	190	لکھنے کی تکلیف سے راحت مل گئی	1 98
داؤد ظاہری کی غربت وناداری	191	نضر بن شمیل کی غربت وناداری	199
ابوعبداللہ محاملی کی بھاگ دوڑ	191	اگر روزانہ لوبیا کھانے کو مل جاتا	199
داؤد ظاہری کی زجر وتوبیخ	192	مامون رشید کی مجلس میں	199
ایک خستہ حال عالم کی تحقیر	193	زیر وزبر کا فرق	200
فقیر عالم کی برتری	193	ایک حرف کی تصحیح پر 80 ہزار درہم	201
بخدا اب کبھی کسی کو حقیر نہیں سمجھوں گا	194	قاضی عبدالوہاب مالکی کی تنگ دستی	201
تعلیمِ حدیث پر معاوضہ	194	سفرِ مصر اور خوشحالی	202
گوبھی کے پتوں پر گزارہ	195	آپ کے چند اشعار	203
محمد نام کے چند اہلِ علم حضرات کی غربت	195	ابنِ دہان موصلی کی غربت	203
نصرت خداوندی کا عجیب وغریب نمونہ	196	حالات اچھے ہوگئے	204
قاضی ابوعلی ہاشمی کی تنگ دستی	197		

کتاب لکھنے کی وجہ اور اسکی اہمیت اور اس کو کیسے پڑھیں؟

اس اقتباس کو کھلی آنکھوں پڑھیں اور پھر ہمارے نوجوانوں کے کردار کو دیکھیں کہ ہمارے نو جوان غیروں کی شازش کا شکار ہو چکے ہیں۔

فاضل ہمویل زویمر امریکی پادری ۱۹۵۲ کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے جوان کی اس تقریر سے ماخوذ ہے جو مسیحی مبلغین کی کانفرنس میں انہوں نے کی تھی۔

ہر میدان عمل میں ہماری سرگرمیاں ایسی ہونی چاہیں کہ جن کا اصل نشانہ نوخیز مسلم نسل ہو اور جو مسلمانوں کے باہمی روابط میں انتشار پیدا کردے تا کہ ان کاروائیوں کے شکنجہ میں مسلمان جکڑ کر رہ جائیں اور ہماری یہ کوشش انہیں لخت لخت اور پارہ پارہ کردیں نیز یہ بھی ضروری ہے کہ اسلامی مما لک میں اس عمل کو دیگر امور پر مقدم رکھا جائے کیونکہ اس نسل جدید کے سینوں میں اسلام کی روح پیدا ہوگئی تو اسلام ایک بار پھر اپنے غنفوان شباب کے ساتھ منصہ شہود پر جلوہ آرا ہوگا لہذا اس نازک صورت حال میں ضروری ہے کہ نوخیز مسلم نسل کو اس کے نقط اعتقاد اور ارتکاز سے بعید و بےگانہ بنادیا جائے قبل اس کے کہ اس کی عقلی وفکری بالیدگی تکمیل کے مرحلہ میں داخل ہو۔

نوٹ :! ان کوششوں کے نتائج اسلامی مما لک میں ظاہر ہو گئے ہیں اور آنکھوں سے دیکھے جاسکتے ہیں ان کا اولین اثر یہ ہے کہ دین کی حمیت اور اسلام پر افتخار جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں کمزور و نادر اور صاحب اقتدار طبقہ میں معدوم و مفقود ہے۔ (مفکر اسلامؒ)

اس اقتباس پر علماء، نوجوانوں اور طلباء کو چاہیے کہ غور کریں کہ ان کی سرگرمیاں کس میدان میں لگ رہی ہیں آیا مسلمانوں یا امت مسلمہ کے کسی بھی دینی و دنیاوی فائدے میں زندگی خرچ ہو رہی ہے یا نہیں؟ اور یہ بھی دیکھیں کہ عیسائی اور یہودی جو کہ ہر لحاظ سے ایک دوسرے کے مخالف ہو کر بھی اکٹھے چل سکتے ہیں اور ترقی کر سکتے ہیں تو مسلمان کیوں نہیں؟ اس کتاب کا مقصد مسلمان نوجوان کو بیدار اور تیار کر کے ان کی علمی سائنسی اور معاشی صلاحیتوں کو عالم اسلام کی ترقی میں لگا دینا ہے

اَلاھداء

اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے جس کے نام سے دل کو تسلی ملتی ہے۔۔ ہر دفعہ نام لینے سے عجیب حلاوت محسوس ہوتی ہے۔ جتنی دفعہ اس ذات بابرکت کا نام لیں ہر دفعہ نیا ذائقہ ملتا ہے۔ اپنی اس کتاب کو اپنے بڑوں واکابر علمائے کرام اور اپنے شفیق اساتذہ کرام کے حضور پیش کرتا ہوں جو ہر وقت تعاون کرتے ہیں خصوصاً جناب حضرت مولانا مفتی محمد یوسف افشانی صاحب مدظلہ (رئیس دارالافتاء جامعہ فاروقیہ) سیدی ومرشدی حضرت مولانا شیخ اظہر اقبال صاحب دامت برکاتہم (رئیس جامعہ معھد الفقیر ڈیفنس) شیخ الحدیث مولانا شفیق احمد خان بستوی صاحب مدظلہ (جامعہ خدیجۃ الکبریٰ) حضرت مولانا محمد حسن صاحب (جامعہ محمدیہ لاہور) حضرت مولانا مفتی منظور احمد مینگل صاحب مدظلہ (جامعہ فاروقیہ) حضرت مولانا نورالبشر صاحب مدظلہ (جامعہ فاروقیہ) حضرت مولانا افتخار احمد اعظمی صاحب مدظلہ (جامعہ دارالعلوم کراچی) حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب مدظلہ (جامعہ دارالعلوم کراچی) مفتی سیف اللہ جمیل صاحب مدظلہ (رئیس دارالافتاء جامعہ بنوریہ) مفتی نجم الحسن صاحب مدظلہ (رئیس جامعہ یٰس القرآن) مفتی سعید اللہ صاحب مدظلہ (جامعۃ الرشید) حضرت مولانا شفیع اللہ صاحب مدظلہ (جامعہ دارالعلوم کراچی) حضرت مولانا مفتی فیروز الدین ہزاروی صاحب مد ظلہ، حضرت مولانا مفتی حسان کلیم صاحب مدظلہ (جامعہ دارالعلوم کراچی) حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب مدظلہ (جامعہ فرقانیہ) حضرت مولانا عبدالقیوم آغا صاحب مدظلہ (ناظمِ اعلیٰ جامعہ اشرف المدارس) شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرشید صاحب مدظلہ (جامعہ اشرف المدارس) حضرت مولانا مفتی حماد اللہ صاحب مدظلہ (رئیس دارالافتاء انوار القرآن) حضرت مولانا مفتی عبدالرحمن مدنی صاحب (جامعۃ الرشید) خصوصاً محترم شاہد صاحب محترم فراز صاحب، محترم اسلم صاحب، مولانا عبدالباسط صاحب، مولانا کلیم اللہ صاحب، مولانا عبدالرحیم صاحب، جناب محترم مظہر صاحب محترم نذیر حسین صاحب، مولانا لطیف اللہ لطف صاحب، مفتی ریاض طاہر صاحب، مفتی صابر حسین، محمد اعظم صاحب، صدام حسین آفریدی، ملک امتیاز حسین بھٹہ ملک خالد محمود بھٹہ ملک تنویر عباس بھٹہ مولانا شمس الرحمن صاحب، محمد ظفر صدیقی صاحب، محمد شامی صاحب، مولانا ابوذر صاحب، مفتی احسان اللہ صاحب۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائیں آمین ثم آمین

تقریظ

حضرت مفتی حماد اللہ وحید صاحب

رئیس دارالافتاء جامعہ انوار القرآن

برادر محترم مفتی اختر حسین بہاولپوری صاحب کی نئی کتاب علماء کو جدید دور کا چیلنج دیکھی ماشاء اللہ بہت ہی اچھی لگی مولانا امت مسلمہ کے حوالے سے ایک درد رکھتے ہیں اور فکرمند ہیں کہ امت محمدیہ دوبارہ بام عروج کو چھوئے اور عالم اسلام کے نوجوانوں کو کامیابی کی راہ پر گامزن کرنے کے لیے مستقل لکھ رہے ہیں۔

اللہ رب العزت مولانا کو ترقیاں نصیب فرمائیں اور مولانا کو قبولیت عطا فرمائیں مولانا کی تمام کتب علماء طلباء اور عوام میں بیداری کی لہر پیدا کرنے کے لیے مفید ہیں۔ اللہ پاک اس کتاب کو مؤلف کیلیے صدقہ جاریہ بنائیں اور اسکی وجہ سے امت مسلمہ میں بیداری کی لہر پیدا ہو۔ آمین ثم آمین۔

انتساب

اپنے رحیم وکریم حیّ وقیوم وحدہ لاشریک لہ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کتاب کو منسوب کرتا ہوں اپنے والد صاحب کی طرف اور اپنے پیارے ماموں جناب ملک عبدالرزاق بھٹہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جن کی غیر موجودگی میں چھوٹے ماموں ملک عبدالغفار بھٹہ صاحب وہی مشفقانہ ڈیوٹی بخوبی سرانجام دے رہے ہیں اور بالخصوص میرے لئے کائنات کی محبوب ترین ہستی میری پیاری امی جان جو ہر وقت میرے لئے دعائیں کرتی ہیں جنکی دعاؤں کی وجہ سے مجھ جیسا کم علم شخص اپنی کم علمی کم فہمی اور تمام علمی کمزوریوں کے باوجود طلبہ ونوجوانوں کیلئے یہ مجموعہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہے۔ یہ سب میری ماں کی دعا کی برکات وثمرات ہی اور بس!

الحمدللہ رب العالمین۔

Marfat.com

دعائے قلب: اور میں اپنے دونوں چھوٹے بھائیوں ملک عبدالخالق بھٹہ صاحب، ملک طاہر محمود بھٹہ کا نہایت احسان مند ہوں کہ جنہوں نے اس کتاب کی کمپوزنگ اور دیگر معاملات کو دن رات ایک کرکے احسن طریقے سے اپنی نگرانی میں سرانجام دیا اور دعا ہے کہ خداوند قدوس ان کو اپنی راہ میں قبول فرمائے۔ اور دنیا وآخرت میں سلامتی عطاء فرمائے۔ آمین!

عرض مولف

تعمیر کردار تعمیر جہاں

جب سے ہوش سنبھالا ہے۔کوئی بھی دن ایسا نہیں گذرا کہ جس نے لاقانونیت ظلم بے حسی وغیرہ جیسی اصطلاحات کہیں نہ سنی ہوں اور یہ تبصرے ہوٹلوں چوراہوں شاہراہوں شہروں اور دیہاتوں میں الغرض ہر جگہ سنے ہیں گویا کہ ایسا ہے کہ ہر شخص خواہ وہ مرد ہو یا عورت چھوٹا ہو یا بڑا یہ شکوہ وشکایت کرتا پھرتا ہے کہ پاکستان نے ہمیں کیا دیا ہے؟ایک عاجزانہ التجاء درخواست ہے کہ آج کے بعد ہم میں سے ملک وقوم کا ہر فرد اپنے آپ سے یہ سوال کرے کہ میں نے پاکستان کو کیا دیا؟

معاشرے کی بے اصولی اور بے ضابطگی پر کی جانے والی سخت تنقید اکثر اوقات سراسر دشنام طرازی ہی محسوس ہوتی ہے اور اس مخالفت برائے مخالفت اور بے جا تنقید کا حاصل وقت کی بربادی کے سوا کچھ نہیں۔ حالات کا رونا رونا اور باد مخالفت سے گھبرانا عقاب کا کام نہیں کیونکہ اسے اونچی پرواز اسی باد مخالفت سے ملتی ہے

لاقانونیت کی رٹ لگاتے ہوئے ہم یہ لفظ اپنی نجی زندگی میں جانچیں کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم خود لاقانونیت کے نہ صرف شکار ہیں بلکہ قانون کی دھجیاں اڑانے والے ہم ہی ہیں۔

معاشرے میں اصول پرستی چاہتے ہیں قانون کی حکمرانی کے خواب دیکھتے ہیں لیکن۔: مثلاً ٹریفک سگنل ہم توڑتے ہوئے یوں نکلتے ہیں گویا یہ ہماری ذمہ داری نہیں۔

نظم ضبط پسند کرتے ہیں: لیکن دستور وقانون کے مطابق کہیں بھی لائن میں لگنا ہم پسند نہیں کرتے یہ ملازمت ہم پسند نہیں کرتے روتا روتے ہیں اقربا پروری کی زیادتی اور ظلم کا رونا روتے ہیں لیکن اپنے ملازمین اور گھر والوں کیساتھ انسانیت سوز مظالم میں ہم کسی سے پیچھے نہیں ہیں وغیرہ وغیرہ۔آیئے ادارہ صدائے انقلاب آواز لگاتا ہے اسکی آواز کیساتھ آواز ملائیں اور ہم اپنی باقی ماندہ زندگی میں صرف اپنے گریبان میں جھانکیں صرف اپنی برائی

اپنی خامیاں اپنی غلطیاں ٹھیک کریں یقین جانیں پورا معاشرہ ٹھیک ہو جائیگا ہو جائیگا الزام تراشی دوسروں کو مجرم ٹھہرانا اور تنقید کرنا سب آسان ہے اپنے ہاتھوں آنکھوں کانوں زبان اور اپنے پاؤں کو لگام دینا انتہائی مشکل کام ہے۔

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ: آیئے آج ہی تہیہ کرلیں ہم آج کے بعد کسی کو بھی موردالزام نہیں ٹھہرائیں گے بلکہ صرف اور صرف اپنے کرتوت غلطیاں کوتاہیاں ٹھیک کریں گئے اور عہد کریں کہ آج کہ بعد اندھیرے کو برا بھلا نہیں کہیں گے بلکہ اپنے حصے کی شمع جلائیں گے اپنی استطاعت کی حد تک انسانیت کی فلاح و بہود کیلئے وقف کریں گے یہ ضروری نہیں کہ حکیم محمد سعیدؒ جیسے حضرات کے طرح اپنے آپ کو مکمل وقف کریں بلکہ اپنی استطاعت کے مطابق کوشش کریں گے کسی پر کیچڑ نہیں اچھالیں گے بلکہ ہر روز اپنا احتساب کریں گے یقین جانیں دنیا جنت بن جائیگی اور اپنی زندگی میں سکون آجائیگا۔ ہمیں اس حقیقت کا ادراک کرلینا چاہیے کہ تبدیلی اور بہتری کی ابتداء ایک فرد سے ہوتی ہے جس کے بعد بتدریج بڑھتے بڑھتے پورا معاشرہ بدلنا اور درست ہونا شروع ہو جاتا ہے ہمیں خود آگے بڑھ کر بارش کے پہلے قطرے کی مصداق درست ہونا ہوگا۔ یاد رکھیں گنتی ہمیشہ ایک سے شروع ہوتی ہے الزام تراشی اور محض تنقید ہمارے عملی سردار میں رکاوٹ بنتی ہے۔ اس لئے ہم سب کو رات کی تاریکی کا شکوہ کرنے کے بجائے اپنے حصے کی شمع روشن کر کے معاشرے کی اصلاح اور بہتری کیلئے اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔ ملت اسلامیہ کے عظیم مفکر نے فرمایا کہ خدا بھی ایسی قوم کی حالت تبدیل نہیں کرتا جو خود اپنے آپ کو تبدیل نہ کرے۔

آج اور بھی طے کرلیں کہ نفرت کو محبت میں بدلیں تنقید برائے تنقید خالی تنقیص کو اصلاح اور خیر خواہی میں بدلیں عداوت کو دوستی میں تخریب کو تعمیر میں بداخلاقی کو اخلاق اور اندھیرے کو روشنی سے بدلئے۔

داغ سجود اگر تیری پیشانی پر ہوا تو کیا کوئی ایسا سجدہ بھی کر کہ زمیں پہ نشان رہ جائے جی ہاں

Marfat.com

امن وسکون کی متلاشی مہنگائی کی چکی میں پسی ہوئی قوم کو گفتار نہیں کردار کے غازیوں کی ضرورت ہے اعتراض وسوال پیدا ہو سکتا ہے کہ آتش نمرود کے فلک بوس شعلے ان معمولی چونچوں میں قطروں سے بجھ جائے گی؟ تو جواب دیا جا سکتا ہے کہ اس دہکتی آگ کو بحیثیت تماش بین دیکھنے سے بہتر نہیں کہ اس آگ کے بجھانے والوں میں شامل ہو جائیں۔ ہاں ہاں یوسف کو خرید نہ بھی سکے تو خریداروں کی لسٹ میں آجانا بھی بڑا اعزاز ہوگا کہ کل ہم محض اللہ تعالی ہی کے کرم وفضل سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی طرح یہ کہنے کی توفیق دے کیوں کہ اس کریم ورحیم ذات سے بعید نہیں کہ بے اختیار ہماری زبان سے یہ جملے نکلیں اے رب ذوالجلال آپ کے لیے قلم اٹھایا اور آپ کے لیے قدم اٹھایا اور بھاگ دوڑ کی رب کریم فرمائیں ہاں ہاں صرف میرے لیے۔

Marfat.com

ٹارگٹ وہدف نہیں تو کامیابی بھی نہیں

اس موضوع پر لاتعداد کتابیں اور مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ان مضامین اور کتابوں میں زندگی کے کئی ایک شعبہ جات (مثلاً تجار،ازدواجی زندگی) سے لے کر زندگی کے ہر پہلو میں کامیاب ہونے کے رازوں پر بحث کی گئی ہے اور فائدہ اٹھانے والوں نے ان کتابوں اور مضامین سے فائدہ اٹھانے والوں بھی ہے اپنی ناکام زندگی کو از سر نو ترتیب دیا ہے ناکامیوں کا منہ توڑ جواب دیا ہے لیکن ایسے لوگ بھی موجو ہیں جنہوں نے ان نئے اصولوں کی پابندی بھی کی لیکن وہ کامیاب نہیں ہو سکے۔یہ مضمون ایسے ہی لوگوں کے لیے لکھا جارہا ہے۔

کامیابی کا مطلب اور مفہوم۔۔۔؟ سب سے پہلے تو ہم کو یہی واضح کردینا چاہیے تاکہ منزل سامنے ہو کامیابی سے مراد حصول مقصد ہے۔وہ لوگ کیونکر کامیاب یا ناکام ہوں گے جن کے سامنے کوئی مقصد نہ ہو۔اس لیے کامیاب ہونے کے لیے ایک واضح مقصد ایک منزل کی اولین شرط ہے۔جب مقصد سامنے ہوگا اپنی منزل کی واضح تصویر ذہن میں ہوگی ،اس وقت کامیابی شروع ہوجاتی ہے۔آپ کامیابی کی منزل پر پہنچ جاتے ہیں ممکن ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ آپ کے مقاصد بھی بدلتے رہیں۔ان میں زیادہ وسعت پیدا ہوتی جائے۔لیکن یہ بہت ضروری ہے کہ آپ کے سامنے کوئی فوری مقصد ہو۔مقصد کے سلسلہ میں ایک اور بھی اہم راز ہے کہ یہ مقصد آپ کے دل کی گہرائیوں سے اپنایا گیا ہو ممکن ہے آپ کو یہ جملہ غیر ضروری معلوم ہو لیکن ایسا نہیں ہے بہت سے لوگ اپنے رجحان کا ایک شائبہ دیکھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ فلاں پیشہ،فلاں منزل ان کا مقصد ہے لیکن جب ان کے رجحان کی چھان بین کی جاتی ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ فلاں منزل سے ان کا کوئی سروکار نہیں۔

مثال

ایک تیس سالہ شخص اپنے موجودہ پیشہ سے تنگ آچکا ہے،وہ ڈاکٹر بننا چاہتا ہے اس نے ڈاکٹر

Marfat.com

ی تعلیم حاصل کرنے کے لیے روپیہ بھی اکٹھا کرلیا ہے۔ وہ یہ بھی یقین رکھتا ہے کہ دنیا میں کوئی کام ناممکن نہیں ہے۔ لیکن وہ ابتدا یہ سے ڈاکٹر بننے سے ناکام رہتا ہے۔ اگر شروع ہی میں خود سے یہ سوال کرتا۔ ''میں کیوں ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں؟'' تو وہ بہت سی پریشانیوں سے نجات پا جاتا ہے، وہ خودفریبی میں مبتلا تھا، وہ سوال کے مندرجہ ذیل جوابات میں سے کوئی ایک جواب پا جاتا ہے۔

(1)۔ میں ایسا پیشہ اختیار کرنا چاہتا ہوں کہ دوسرے لوگ رشک کریں۔ ڈاکٹر کے پاس مریض آتے ہیں، اپنی پریشانیاں اپنی تکالیف بیان کرتے ہیں اور ڈاکٹر بڑی پریشان سے اپنی معلومات کی روشنی میں ان الجھنوں کی اصلیت بیان کر دیتا ہے۔

(2)۔ مجھے ڈاکٹر کے کپڑے اور خصوصاً سفید کوٹ بہت پسند ہے۔

(3)۔ ڈاکٹروں کی عزت ہوتی ہے ان کو متوسط طبقہ سے بلند سمجھا جاتا ہے۔

(4)۔ میں اس دنیا سے بیماریوں اور تکالیف کو دور کرنا چاہتا ہوں۔

(5)۔ میں بیماریوں اور امراض سے پریشان افراد کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔ خواہ اس پیشہ میں میری عزت ہو یا نہ ہو، میں ڈاکٹر بن کر اپنے جذبہ خدمت کو سکون پہنچانا چاہتا ہوں۔ یہ ضروری ہے کہ متذکرہ شخص کو ان جوابات میں سے کسی ایک کو پیش کرنا پڑتا ہے اور اگر وہ ایمانداری سے جواب دیتا تو اس کی ابتداہی کامیابی سے ہوتی، اگر وہ ناکام ہوتا تو یہ سمجھ لیا جاتا کہ اس نے صحیح جواب نہیں دیا تھا۔

کامیابی اسی وقت ہوتی ہے جب خواہش اور عمل میں یک جہتی پیدا ہوتی ہے اگر خواہش موجود ہے لیکن قوت عمل مفقود ہے یا قوت تو ہے مگر خواہش کی کمی ہے تو کامیاب ہونا ناممکن ہے۔ فرض کیجئے اگر صاحب موصوف کا جواب نمبر 3 ہوتا تو سمجھ لیا جاتا کہ اس کا اپنا کوئی ضمیر نہیں ہے۔ روپیہ کمانا خود کوئی مقصد یا منزل نہیں ہے اس سے ضرور اس میں الجھن پیدا ہوتی اور اسے یہ احساس رہتا کہ اس کا مقصد غیر انسانی ہے ایک طرف تو اسے روپیہ کی طمع تھی

Marfat.com

اور دوسری طرف ضمیر کی لعنت ملامت بھی محسوس کرتا تھا۔اس لیے وہ کامیاب نہ ہو سکا۔بہت سے لوگ اس سوال کا غلط جواب دے کر اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتے ہیں۔کچھ لوگ آپ کو ایسے ملیں گے جو یوں بڑے لائق ہیں لیکن زندگی کے بعض شعبوں میں بڑے کامیاب نظر آتے ہیں مثلاً کچھ تاجر پیشہ حضرات تجارت میں ہر قسم کے منافع کو جائز سمجھتے ہیں یہ لوگ تو تجارت میں کامیاب ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کا ضمیر ان کو لعنت ملامت نہیں کرتا لیکن اگر ان کی جگہ کوئی صاحب ضمیر ہو تو وہ الجھن میں مبتلا ہو جاتا ہے۔اور ہر چیز کو اخلاق کے ترازو میں تولتا ہے ایسے ہی لوگ جب کامیابی کے لیے اصولوں پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ناکام رہتے ہیں۔اور اس کی ایک ہی وجہ ہے:

ان کو ایسا مقصد اپنانا چاہئے جس کو وہ اپنے دل کی آواز کہہ سکیں، جس کی بھرپور خواہش موجود ہو اور اس خواہش کو حقیقی جامہ پہنانے کے لیے صحیح عمل اپنا یا جائے

وہ لوگ جو اپنے ہم پیشہ حضرات کی لاشوں پر اپنی زندگی کی بنیاد رکھتے، جو اپنے ہم پیشہ حضرات کی ناکامی سے اپنی کامیابی کا خمیر نہیں گوندھتے وہ ان خالص تجارتی ذہنیت کے افراد کے طریقہ عمل پر کاربند نہیں ہو سکتے۔جو ہر قیمت پر ہر قربانی پر اپنی تجارت کو فروغ دیتے ہیں۔ایسے لوگوں کے لیے دوسرا طریقہ عمل ہے۔وہ راہیں اختیار کرنا ہیں جن میں ان کا بھی بھلا ہو اور دوسروں کو بھی تاکہ ضمیر کی لعنت ملامت سے بچے رہیں۔آپ کا مقصد، آپ کی منزل کچھ ہو، آپ کامیاب ضرور ہو سکتے ہیں۔بشرطیکہ مقصد خلوص ہو، اس میں انسانیت کی جھلک ہو، بربریت کی نہیں۔

دائمی کامیابی کے اصول

اگر آپ مندرجہ ذیل سات منازل سے گزر جائیں تو یقین کیجئے آپ اپنی ہر خواہش کو تکمیل تک پہنچا سکتے ہیں۔

(1)۔انتخاب کیجئے۔(2)۔اپنی خواہش کی جانچ پڑتال کیجئے۔(3)۔اپنی تمام تر توجہ

Marfat.com

کو اس خواہش پر مرکوز کیجئے۔(4)۔ہمت نہ ہاریئے۔(5)۔اپنی راہوں سے رکاوٹوں کو دور کیجئے۔(6)۔طریقہ عمل پر توجہ دیجئے۔(7)۔ثابت قدم رہیئے۔

انتخاب: اپنی تمام خواہشات کی ایک فہرست بنایئے مثلاً آپ کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔اس کے بدلے میں کیا دینا چاہتے ہیں۔کیا جاننا چاہتے ہیں،کیا کرنا چاہتے ہیں،کیا بننا چاہتے ہیں۔ان سب میں کسی ایسی خواہش یا آرزو کو منتخب کیجئے۔جس کو آپ سب سے زیادہ چاہتے ہیں اور جس پر آپ اپنی دوسری خواہشات کی قربانی کر سکتے ہیں۔اس کی پروانہ کیجئے کہ اس فہر ست میں کیسی کیسی باتوں کو شامل کرنے کو آپ کا جی چاہتا ہے سب کی ضرورت شامل کیجئے۔بچپن کے رنگین سپنے ....جو شاید آپ نے بھلا دیئے ہیں،زندگی گزارنے کا ایک خاص معیار،جس کو آپ حاصل نہیں کر سکے ہیں۔ایسی ناتمام خواہش بھی جن کو ناقابل عمل سمجھ کر آپ خود ہی رد کر چکے ہوں۔یہ تمام خواہشات آپ کی تمام تر توجہ اور جدوجہد کے بعد بھی ضرور پوری ہوں گی۔یاد رکھیئے کہ صلاحیتوں کی کمی نہیں بلکہ خواہشات کا آپس کا ٹکراؤ آپ کی ناکامی کا اصل سبب ہے۔خواہشات کے گھوڑے ایک ساتھ کیسے دوڑ سکتے ہیں جب تک آپ ایک ایک کو دوڑانا نہ جانتے ہوں۔بہت سے افراد محض اس لیے کچھ حاصل نہیں کر پاتے کہ وہ اپنی صلاحیتوں اور قوت کو ان مختلف النوع اقسام کی خواہشوں میں تقسیم کر دیتے ہیں اگر وہ یہی قوت کسی ایک خواہش کی تکمیل میں صرف کرتے نہ جانے کب کے کامیاب ہو گئے ہوتے،اپنی منزل پر پہنچنے کے لیے اپنے ایک مقصد کو اپنے سامنے رکھیئے اور پھر اس مقصد کو اپنا رہبر بنا لیجئے۔

اکثر افراد کو تو اپنی عزیز ترین خواہش کا پتہ نہیں اور جو افراد جانتے ہیں ان میں سے زیادہ تر اپنی خواہش کو عملی صورت دینے کی ہمت نہیں کرتے۔لیکن انسان کی بلندی اس میں ہے کہ اپنی منزل پر پہنچنے کے لیے راستہ کی رکاوٹوں کو پروا کئے بغیر بڑھتا چلا جائے اور جب تک ہم ایسا نہیں کرتے حقیقت تو یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی کو زندگی کہہ بھی نہیں سکتے۔اس کائنات

Marfat.com

میں ہر چیز کا ایک مقصد ہے شہد کی مکھی کیلئے، پرندے نغموں کے لیے، پھول لطافت کے لیے، چٹانیں مضبوطی کے لیے، سمندر وسعت کے لیے۔اسی طرح جب آپ بھی ایک ہی مقصد کے لیے زندہ رہیں گے تو آپ فطری کی صحیح پیروی کریں گے، اور اسی حالت میں تندرست اور پرسکون زندگی بسر کرسکیں گے۔وہ افراد جو کامیاب ہوتے ہیں وہ ایک ہی چیز کی خواہش کرتے ہیں۔ناکامی نام ہے مختلف النوع خواہشات کے تصادم کا آپ ٹکرانا اور دردر کے چکر لگانا چھوڑ دیں، آپ ناکام بھی نہ رہیں گے (اپنی زندگی کے لیے ایک مقصد کا انتخاب کیجئے۔اور پھر اپنی تمام تر قوتوں اور صلاحیتوں کے ساتھ اس کے حصول میں لگ جائے۔دنیا کی کوئی طاقت آپ کی کامیابی کی راہ میں حائل نہیں ہوسکتی۔)

Marfat.com

اخلاص نیت

طالب علم کو چاہئے کہ علم کے حاصل کرنے میں کوئی فاسد نیت اور دنیوی غرض نہ ہو، اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے اور اپنی آخرت درست کرنے کے لئے علم دین حاصل کرے۔

نیت اور اس کا بدلہ

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر عمل کا بدلہ نیت پر موقوف ہے اور ہر شخص کو وہی ملتا ہے جو اس کی نیت ہو، اگر اچھی نیت سے خالص اللہ کے لئے اس نے وہ کام کیا ہے تب تو ثواب ہے اور اگر کوئی فاسد غرض شامل ہے تو اس کے واسطے اللہ پاک کے یہاں کچھ اجر نہیں۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ بہت سے اعمال بظاہر شکل وصورت میں دنیاوی امور سے مشابہ ہوتے ہیں۔ لیکن حسن نیت کی وجہ سے وہ اعمال آخرت کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور بہت سے اعمال اپنی ظاہری شکل وصورت کے اعتبار سے اعمال آخرت کے مشابہ ہوتے ہیں ،لیکن نیت کی خرابی کی وجہ سے دنیاوی اعمال میں شمار ہوتے ہیں۔

ایک حدیث قدسی میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے عمل میں میرے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے تو میں اس کو اور اس کے عمل کو چھوڑ دیتا ہوں، میں صرف اس عمل کو قبول کرتا ہوں جو خالص میرے لئے ہو، ایک حدیث میں ہے کہ جہنم میں ایک وادی ہے جس سے جہنم خود بھی چار سو مرتبہ روزانہ پناہ مانگتی ہے، وہ ریاکاریوں کے لئے ہے۔

ایک جگہ ارشادؐ ہے کہ مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف چھوٹے شرک کا ہے، صحابہؓ نے عرض کیا : چھوٹا شرک کیا ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ریا ہے۔

ایک حدیث میں یہ بھی اضافہ ہے کہ جس دن حق تعالیٰ شانہ بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا تو ان ریاکاروں سے یہ ارشاد ہوگا کہ جن کو دکھانے کے لئے اعمال کئے تھے دیکھو ان کے پاس

Marfat.com

تمہارے اعمال کا بدلہ ہے یا نہیں (مشکوٰۃ)

ابوداؤد کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم اس لئے نہ حاصل کرو کہ علماء پر فخر کرو جہلاء سے بحث کرو اور مجلس میں اونچی جگہ بیٹھو جو کوئی ایسا کرتا ہے اس کیلئے دو زخ ہے دوزخ!

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جس نے علم اللہ کے علاوہ کے لئے سیکھا اس کو اپنا ٹھکانا جہنم میں بنانا چاہیئے۔ (جمع الفوائد)

شہد اور زہر

حضرت ابوالدرؓ داء سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک پیغمبر کو وحی کی کہ ان لوگوں سے کہہ دو جو علم دین کو عمل کے لئے حاصل نہیں کرتے اور عمل آخرت کے ذریعہ دنیا کماتے ہیں کہ تم وہ ہو جو آدمیوں کے سامنے بھیڑ کی کھال اوڑھ کر جاتے ہو، حالانکہ تمہارے سینوں میں بھیڑیوں کے دل چھپے ہوئے ہیں تمہاری زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہیں مگر دل زہر کی طرح کڑوے ہیں، تم مجھے دھوکہ دیتے ہو اور مجھ سے ٹھٹھا کرتے ہو اچھا میں تم ہی ایسے فتنے میں ڈالوں گا جس میں بڑے بڑے دانا اور سمجھ دار ہکا بکارہ جائیں گے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا قول ہے کہ اگر اہل علم اپنے علم کو عزت کرتے اور اسے اس کی جگہ رکھتے تو اپنے زمانہ کے سردار بن جاتے مگر انھوں نے علم ی قدر نہ جانی خود کو دنیا والوں کے قدموں پر دال دیا تا کہ ان کی دنیا میں سے کچھ حاصل کرلیں نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ذلیل وخوار ہو گئے۔

میں نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس نے تمام فکروں کو ایک فکر بنا دیا یعنی آخرت کی فکر خدا اس کی کفایت کرے گا اور جس نے دنیا کی بہت ساری فکریں اپنے سر جمع کرلیں خدا بھی اسے چھوڑ دے گا کہ جس وادی میں چاہے ہلاک ہو جائے انھیں کا ارشاد ہے کہ یک مرتبہ فرمایا کہ اس فتنہ میں تمہارا کیا حال ہو گا جس کی دہشت بچوں کو بوڑھا

Marfat.com

کر دے گی اور بوڑھے اپنے حواس کھو بیٹھی گے نئے نئے طریقے نکلیں گے اور لوگ آنکھیں بند کر کے ان پر چل پڑیں گے اور ان کو اسلام کی چیز سمجھیں گے ان میں سے کسی ایک بدعت کو اگر ختم کیا جائے گا تو شور برپا ہو جائے گا کہ دیکھو اسلام کی یہ سنت بدل ڈالی گئی حالانک وہ اسلامی چیز نہ ہوگی۔

حاضرین نے سوال کیا: حضرت! یہ کب ہوگا؟ فرمایا جب تم مین پڑھنے والے بہت ہو جائیں گے مگر سمجھنے والے کم رہ جائیں گے، جب تمہارے سردار بہت ہو جائیں گے اور امانت وا کم رہ جائیں گے، جب آخرت کے عمل کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنالیا جائے گا اور جب علم کو بجائے آخرت کے کسی دنیوی غرض کے لئے حاصل کیا جائے گا۔

حضرت ابن عباسؓ کا مقولہ ہے کہ اگر اہل علم اپنے علم کی عزت کرتے اور اپنا عمل اس کے مطابق رکھتے تو خدا اور خدا کے فرشتے اور صالحین ان سے محبت کرتے اور تمام مخلوق پر ان کا رعب ہوتا لیکن انھوں نے اپنے علم کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنالیا اس نئے خدا بھی ان سے نارا ض ہو گیا اور مخلوق میں بھی بے وقعت ہو گئے۔

علم اور ریاء

ابو عبداللہ سنجریؒ فرمایا کرتے تھے جس کا علم ریا وغیرہ سے پاک نہیں اس کا عمل پاکیزہ نہیں ہوسکتا اور جس کا عمل پاکیزہ نہیں اس کا بدن پاک نہیں اور جس کا بدن پاک نہیں اس کا دل بھی پاکیزہ نہیں ہوسکتا۔

یزید ابن ابی حبیب کہتے ہیں: نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ مخفی ہوس کیا ہے؟ فرمایا: آدمی علم حاصل کرے اور دل میں خواہش ہو کہ لوگ اس کی درباری کریں۔

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا: بڑے عالم کی سزا دل کی موت ہے پوچھا گیا: دل کی موت کیا ہے؟ فرمایا: عمل آخرت سے دنیا طلب کرنا، انھیں کا ارشاد ہے کہ حق تعالے علم دین کی حفاظت کے لئے اسے لوگوں کو بھی مقرر کرتے ہیں جو خدا کے سوا دنیوی اغراض کیلئے اس کو

حاصل کرتے ہیں پھر قیامت کے دن وہ علم ان کے لئے وبال جان ہوگا پھر غور سے دیکھو تم کیا حاصل کر رہے ہو، ایسا نہ ہو کہ یہ علم تمہاری جان کے لئے وبال ہو جائے۔

حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ علم کے لئے پہلے حسن نیت پھر فہم پھر عمل پھر حفظ اور اس کے بعد اس کی اشاعت اور ترویج کی ضرورت ہے۔

سفیان بن عیینہؒ طلبہ سے فرمایا کرتے تھے کہ علم حاصل کرنے میں نیت خالص رکھو اور نفس کی اخواہشات کو کم کرو کیونکہ مجدا اگر میں نفس کی ہر ایک خواہش کو پورا کیا کرتا تو مجھے خوف تھا کہ عم کی خدمت چھوڑ کر حکومت کی کوئی ملازمت کرتا کیونکہ علمی مشغلہ میں دنیا زیادہ نہیں ملتی ۔تو اگر علائق اور خواہشات کم نہ کئے جائیں گے تو خواہ مخواہ زیادہ مال کی طلب ہوگی تو اندیشہ ہے کہ علم چھوڑ کر دنیا کے دھندوں میں اپنے پھنس جائیں، آج اس کا اچھی طرح مشاہدہ ہو ا ہے کہ علم حاصل کرنے والے ہزاروں طلبہ میں دس پانچ ہی اس میں لگتے ہیں جو قلیل دنیا پر قناعت کئے ہوئے دین کی خدمت کر رہے ہوں، اکثر تو ہوسرے مشاغل میں پھنس کہ علم کو ضائع کر دیتے ہیں کیونکہ کھانے پہننے اور ساز و سامان کے لئے مدارس کی تنخواہ کفایت نہیں کرتی اس لئے زیادہ آمدنی کی طلب میں دوسرے دھندے اختیار کرتے ہیں، کوئی طب میں چلا جاتا ہے کوئی انگریزی کے امتحانات دے کر کالج کی پروفیسری اختیار کرتا ہے، کوئی بورڈ کے امتحان میں لگ جاتا ہے اس کے بعد یونیورسٹی کے کسی شعبہ میں گھسنے کی کوشش کرتا ہے کوئی دنیا کے کسی اور کاروبار میں لگ جاتا ہے جس سے علم کا نام ونشان بھی اس کے اندر باقی نہیں رہتا ورنہ یہ مدارس کے طلبہ جو ہر سال ہزاروں کی تعداد میں مختلف مدارس سے فارغ ہو کر نکلتے ہیں اگر اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے اور خدا کے یہاں محاسبہ کی فکر ہوتی تو سوائے علم دین کی اشاعت اور دینی خدمت کے اپنے لئے کوئی دوسرے مشغلہ تجویز نہ کرتے اور نہ کسی اور چیز میں جی لگنے کا سامان پاتے اگر ایسا ہوتا تو کیا امت کے اندر بگاڑا آتا کیا ساٹھ ستر برس کا مسلمان کلمہ طیبہ تک سے جاہل ہو کر مرتا کیا بی اے ایم اے پاس

Marfat.com

کرنے والے لڑکے اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ کہتے کہ ان کی جائے پیدائش کاشی ہے۔

نفس اور اس کی خواہشات

آج اس پر مسرت کا اظہار کیا جاتا ہے کہ فلاں فلاں عربی مدارس کے فارغین کی سند کو فلاں یونیورسٹی نے ہائی اسکول اور انٹرمیجیٹ کے مساوی درجہ دیا ہے۔ مزید دو تین سال کی کوشش کر کے بی اے کر سکتے ہیں، اس کو اشتہار کے ذریعہ اور پمفلٹ کی شکل دے کر گوشے گوشے میں شائع کیا جاتا ہے۔ حد یہ ہے کہ مدارس کی روئداد کے سرورق پر اس کو خوشخبری کے خوش کن عنوان سے اپنے مدرسہ کی بڑی کارگزاری اور کامیابی دکھائی جاتی ہے اور قوم سے اس کی داد لی جاتی ہے ان ارباب مدارس نے اس پر غور نہ کیا کہ کسی یونیورسٹی اور کالج کی یہ فراخدلی اور فیاضی دینی مدارس کے مقاصد کے لئے کس قدر مضر ہے، ایک بڑی تعداد بتائی جا سکتی ہے کہ حدیث شریف سے فراغت کے بعد اور اساطین امت کے دستخطوں سے اپنی سند کو مزین کرنے کے بعد جب یونیورسٹی میں پہونچے اور محبوب مشغلے میں لگے تو ان کو دیکھ کر مسلمان سمجھنا بھی مشکل ہو گیا اور زبان سے یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ ہم نے دینی مدارس میں رہ کر اپنی عمر ضائع کی۔ جی چاہتا ہے کہ اس موقع پر حضرت مولانا محمد منظور احمد نعمانی صاحب مدظلہ، العالی کا ایک مضمون درج کر دیا جائے جس میں مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلائی ہے کہ ان کی اولاد کے لئے دینی تعلیم سے بہتر کوئی مصرف نہیں ہے۔

مولانا فرماتے ہیں:۔

لوگ ذرا دینی شعور اور حسن نیت کے ساتھ آخرتی نقطہ نظر سے اپنی اولاد کو اللہ کے دین کا خادم بنانے کا عزم تو کر لیں اور پھر دیکھیں کہ اللہ کا معاملہ کیا ہوتا ہے "فتقبلها ربها بقبول حسن وانبتها نباتا حسنا" والی کریمانہ شان کا تجربہ انشاء اللہ ہر اس شخص کو کچھ نہ کچھ ضرور ہو گا جو صدق دل سے صرف رضا الٰہی کے لئے دنیوی مستقبل کے مسئلے سے صرف نظر کر کے اللہ

Marfat.com

کے بھروسے اور اس کے اعتماد پر اپنی اولاد کو دینی خدمت کے لئے وقف کردے اور پھر اس کے لئے صحیح طریقہ کار کے انتخاب میں بھی کوتاہی نہ کرے، مجھے تو اللہ پاک کے فضل وکرم سے اس کی بڑی واثق امید ہے اور میں ہر اس شخص کو جو میری سنے اور میری مانے یہ وصیت کرتا ہوں کہ وہ اپنے بچے کو اللہ کے فضل وکرم کے بھروسہ پر اللہ اور اس کے دین ہی کہ نذر کریں ان کی اولاد کا اس سے بہتر کوئی مصرف نہیں، اس سے میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ اپنی اولاد کو بے روزگار اور اپاج بنانا طے کرلیں بلکہ میرا انشاء صرف یہ ہے کہ آپ ان کی تعلیم وتربیت اور ساخت وپرداکت ایسی کریں کہ وہ زندگی برائے دین اور معاشی برائے معاد کے نظریہ کو اپنے اندر جذب کر کے خود حامل دین اور خادم دین ہوں۔

Marfat.com

غیر متزلزل صبر و تحمل اور سخت محنت کے بغیر کامیابی نہیں مل سکتی

جب ہمارے پوتے ''ڈیوڈ جیمز'' (daivd jamws) کی عمر تین سال ہوئی، تو اسے انگور بہت زیادہ اچھے محسوس ہونے لگے۔ اسے انگور واقعی بہت پسند تھے، لہٰذا، ڈیوڈ کی دادی میری اور میں نے فیصلہ کیا کہ اگر ہم چند انگوروں کی بیلیں لگالیں تو یہ ایک نہایت ہی دلچسپ اور پر لطف تفریح ہوگی۔ اس وقت بہار کا موسم تھا۔ ڈیوڈ ایک ہفتہ ہمارے پاس رہا۔ ہفتے روز صبح کو، ہم انگور کی بیلیں لے کر آئے، زمین چند گڑھے بنائے اور بیلیں ان میں لگا دیں۔ ڈیوڈ چونکہ ہمارے ساتھ کام کر کے تھک چکا تھا۔ اس لیئے وہ معمول سے جلد سونے کے لئے چلا گیا۔ اگلی صبح، ڈیوڈ نے میرا کندھا ہلا کر مجھے جگایا اور حیرانی کے عالم میں پوچھنے لگا'' انگور کہا ہیں؟'' میں باہر نکلا اور حالات کا جائزہ لیا۔ ڈیوڈ نے پھر مجھ سے پوچھا'' ہم نے کل یہاں انگور کی بیلیں لگائی تھیں، لیکن انگور تو نہیں اگے!''۔

میں نے ننھے ڈیوڈ کو بتایا کہ انگوروں کی بیلیں لگانے کے بعد انگور اگنے اور حاصل کرنے کے لیے کم از کم تین سال کا عرصہ صرف ہوتا ہے اور اس ضمن میں ہمیں صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

ڈیوڈ نے پوچھا تین سال کتنے ہوتے ہیں؟ میں نے اسے وضاحت کرتے ہوئے بتایا کرسمس کے تین تہوار آئیں گے اور چلے جائیں گے ڈیوڈ نے حیرانی کے عالم میں جواب دیا یہ تو ایک نہایت لمبا اور طویل عرصہ ہے۔

اس ضمن میں تھوڑا سا افسوس مجھے یہ ہے کہ میں نے ڈیوڈ کو یہ نہیں بتایا کہ انگور کی فصل راتوں رات نہیں اگتی۔ میں اسے پھلوں کی ایک دوکان پر لے گیا اور کچھ انگور خرید لئے۔ بہر حال میں ڈیوڈ سے غیر متزلزل صبر تحمل کے اصول کی وضاحت نہ کر سکا۔ لہذا میں نے اپنی غلطی کو درست کرنے کے لیے ڈیوڈ کو یہ بتایا کہ کسی بھی اہم منصوبے کی تکمیل کے لیے ایک طویل وقت درکار رہتا ہے جو فصلوں کی کاشت اور فصلوں کے کٹاؤ کے درمیانی عرصے پر محیط ہوتا

Marfat.com

ہے۔

ایک لمحے کے لیے صبر و تحمل کے لفظ پر غور کیجئے:

اولاد کے طور پر ایک بچے کے حصول کی خاطر فیصلہ کرنے کے ضمن میں ایک بالغ کے کے ذہن میں اس خیال کو حقیقت کی حیثیت اختیار کرنے میں اٹھارہ سال صرف ہو جاتے ہیں جب ایک کسان ایک درخت یا پودا لگاتا ہے تو اس کی فصل حاصل کرنے میں ایک مکمل نسل یا اس سے زیادہ وقت درکار ہوتا ہے ہمارے ملک میں قائم بے شمار عظیم اور بڑے بڑے تجارتی ادارے کئی دہائیوں پہلے قائم ہوئے تھے اور اب کہیں جا کر وہ انتہائی منافع بخش اور مستحکم اداروں کی صورت میں ڈھل سکے ہیں اور پھر ایک کامیاب سرجن انجینئر استاد بننے یا پھر زندگی کے کسی دیگر شعبے میں مہارت حاصل کرنے کے لیے سالہا سال کے صبر و تحمل اور سخت محنت و مشقت کی ضرورت ہوتی ہے۔

اگر ہم ایک تین سالہ بچے ہیں یا تیئس سال کے ایک ذمہ دار افراد ہیں غیر متزلزل صبر و تحمل ہمارے لیے شدید اور از حد ضروری ہے۔ متواتر اور مسلسل صبر و تحمل برداشت کے ذریعے ہم اپنے مطلوبہ مقاصد با آسانی حاصل کر سکتے ہیں۔

چند منٹ یہ جائزہ لینے کے لیے صرف کیجئے کہ غیر متزلزل اور مستقل مزاج صابر افراد نے کیسے یہ عظیم الشان معاشرہ اور تہذیب تخلیق اور تشکیل کی جو آج ہمارے لیے خوشی خوشحالی اور شادمانی کا باعث ہے۔ پھر ہم اس امر کا جائزہ بھی لیں گے جب یہ لوگ آپ اور میرے جیسے لوگوں کے لیے کام کرتے ہیں اور انہیں انعام و اکرام سے کیسے نوازا جا سکتا ہے۔

غیر متزلزل صبر و تحمل اور استقلال طبع صبر کے باعث خلائی سفر کی راہیں کھل گئیں

ویرنر وان براؤن (Werner Von Braun) کے اس غیر متزلزل مستحکم صبر و تحمل کے متعلق غور کیجئے جس کے ذریعے اس نے خلا کے بارے تحقیقات اور موصلاتی سیاروں کو

Marfat.com

خلامیں بھیجنے کے لیے راکٹ تیار کیے۔ایک نوجوانوں کی حیثیت ۱۹۲۰ء کی دہائی میں ایک ایسے شخص کی حیثیت سے خواب دیکھا جوایک نہ ایک دن چاند کے بارے میں تحقیقات سے دنیا کو آگاہ کردے گا اور چاند کے بارے سربستہ رازوں کو منکشف کردے گا۔اس دور میں خلا کے بارے انسانی مہم جوئی ایک فسانے سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی تھی۔لیکن پھر بھی وان نے ہمت نہیں ہاری ۱۹۳۰ء دہائی میں جرمنوں نے ایک ہتھیار کی حیثیت سے راکٹوں کی اہمیت تسلیم کرلی اور وان کو راکٹوں کی تیاری کا کام تفویض کردیا گیا۔جنگ کے دوران جرمنوں کی طرف سے استعمال ہونے والے مزائیلوں کا تصوراس کے ذہن کی اختراع نہیں تھی اور پھر ۱۹۴۴ء میں اسے جیل بھیج دیا گیا۔اور پھر جلد ہی جرمنوں نے جنگ کے حوالے سے اس کی مفید صلاحیتون خا اعتراف کرلیا اور اسے رہا کردیا گیا۔اسے کہا گیا کہ برطانیہ کے مقابلے میں خلاء میں بھیجنے کے لیے زیادہ بہترین اور شاندارراکٹ تیار کرے۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد وان اس ٹیم کا سربراہ مقرر ہوا جس نے پہلا امریکی مواصلاتی سیارہ ایکسپلورر (Explorerl) خلائی مدار میں بھیجا۔اس کی ٹیم نے ۱۹۶۱ء میں ہمارے پہلے خلاء باز ایلن شیپرڈ (Alan shepard) کی پرواز کو بھیجنے کا اہتمام کیا۔چاند پر پہلی دفعہ انسان کے قدم رکھنے کے حوالے سے کسی بھی شخص سے زیادہ وان نے ایک عظیم الشان کردار ادا کیا۔اور پھر خلائی دورے دنیا کو متعارف کرنے کے سلسلے اس کی خدمات بے مثال تھیں۔اوراس نے اپنے یہ تمام فرائض غیر متزلزل اور غیر معمولی صبر وتحمل کے ذریعے ادا کیے۔اس کے تجربات کی کامیابی کا تناسب برائے نام تھا۔لیکن اسے معلوم تھا کہ اس کا مقصد نہایت عظیم اور قابل عمل ہے لہذا اس نے صبر وتحمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔اس کا س غیر متزلزل اور مستحکم صبر وتحمل کے اثرات ہمیشہ ہی انسانیت پر مرتب رہیں گے۔

غیر متزلزل صبر وتحمل کے باعث ہی ریاستوں کے درمیان نظام ٹریفک وجود میں آیا

۱۹۳۷ء میں تاج کے اس دور جدید کے مقابلے میں گاڑیاں (کاریں وغیرہ) بہت ہی کم تھیں سڑکوں کی حالت بھی بہت خراب تھی اس لیے اندرون ملک مختلف ریاستوں کے درمیان سفر بہت ہی کم کیا جاتا تھا۔ لیکن پھر بھی صدر روز ویلٹ (Roose Velt) چاہتا تھا کہ امریکہ میں شاہراہوں کا ایک ایسا جال بچھا دیا جائے جو مستقبل کی ٹریفک کی ضرورت کے لیے یقینی طور پر کافی ہو۔ لیکن شاہراہوں کی تعمیر کے اس کام کے ضمن میں بہت ہی صبر آزما کوششوں کے باعث ہی یہ منصوبہ پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ اور پھر سالہا سال کے غور وفکر کے بعد ۱۹۵۶ء ریاستوں کے درمیان شاہراہوں کی تعمیر پر مبنی اس منصوبے کا عملی طور پر آغاز ہوا۔ اس عظیم منصوبے کی کامیابی کے پیچھے ایک دو دہائیوں پر مشتمل ناقابل یقین غیر متزلزل اور مستحکم کوشش کا ہاتھ تھا۔ اور اب اس زمانے میں بلا شک وشبہ ہم ریاستوں کے درمیان ان شاہراہوں کو واقعی اہمیت نہیں دیتے۔ منفی ذہنیت کے مالک لوگوں نے ریاستوں کے درمیان تعمیر پر مبنی منصوبے کی نہایت شدومد کے ساتھ مخالفت کی:

ہمیں ریاستوں کے درمیان کسی شاہراتی نظام کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے یہ منصوبہ ریاستوں اور شہروں کے لیے چنداں مفید نہیں ہے ہم اس منصوبے کے اخراجات کے متحمل نہیں ہو سکتے اور اس منصوبے پر خرچ ہونے والی رقم کو کسی بہتر مقصد کے لیے خرچ کیا جانا چاہیئے۔ لیکن روز ویلٹ اور خاص طور پر صدر آئزن ہاور (Eisen Hower) کے غیر متزلزل اور مستحکم صبر وتحمل کے باعث ہمیں دنیا بھر کی نسبت ایک بہترین نظام شاہرات نصیب ہوا۔

غیر متزلزل صبر وتحمل نے ہی کولمبس کو نئی دنیا دریافت کرنے میں معاونت کی تھی

۱۴۷۹ء کولمبس (Columbus) نے سمندر کے ذریعے سپین سے لے کر افریقہ کے گولڈ کوسٹ (Gold Coast) تک کا سفر طے کیا۔ اس سفر کے ذریعے کولمبس کے

ذہن میں ایک اور خیال آیا کہ اگر سمندر کے راستے جنوب میں سفر کیا جا سکتا ہے تو پھر نئی سرزمین کی تلاش کے لیے مغرب کی طرف سفر بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔

کولمبس کے پاس نہ تو جہاز تھے اور نہ مال و دولت تھی۔ لیکن اس نے یہ ثابت کر دکھایا کہ کامیابی غیر متزلزل اور مستحکم صبر و تحمل کے ذریعے حاصل کی جا سکتی ہے۔ ۱۴۸۵ء میں اس نے پرتگیزی بادشاہ سے مدد طلب کی لیکن اسے انکار کر دیا گیا۔ پھر اس نے برطانیہ کے رہنماؤں سے مدد کے لیے درخواست کی لیکن اس کی یہ درخواست بھی مسترد کر دی گئی۔ لیکن کولمبس نے صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور نہایت ثابت قدمی سے اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے کوشش کرتا رہا۔ لہذ ۱۴۸۶ء میں اس نے سپینی حکومت سے اپنے منصوبے کے لیے غور کرنے کی درخواست کی خوش قسمتی یہ رہی کہ سپینی حکومت نے اس کی تجویز سے اتفاق کیا۔

پانچ برس بعد افسر شاہانہ ہتھکنڈوں (بالکل آج کے عہد کی مانند) کے بعد کولمبس کی تجویز کا جائزہ لینے کے لیے سپینی حکومت نے ایک کمیشن قائم کیا جس نے کولمبس کی تجویز کو ناقبل عمل قرار دے دیا۔

لیکن پھر بھی کولمبس نے ہمت نہیں ہاری اور اپنے منصوبے کے لیے سپینی حکومت سے مسلسل اصرار کرتا رہا۔ بالآخر ۱۴۹۲ء سپینی حکومت نے کولمبس کے اس منصوبے کو عملی طور پر اپنانے کی منظوری دے دی۔

نئی سرزمین کی تلاش کی مہم کے حوالے سے سمندر سفر کے دوران کولمبس نے بے پناہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا۔ اس کے ساتھی واپس جانا چاہتے تھے لیکن کولمبس نے اپنی عظیم قائدانہ صلاحیتوں کے باعث انہیں پیش قدمی پر رضامند کر لیا۔

کولمبس کے غیر متزلزل اور مستحکم صبر و تحمل کے باعث ایک نئی دنیا، دنیا کے نقشے پر ظاہر ہوئی۔

Marfat.com

اکابر کی انتھک محنت اور ذوق مطالعہ

قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

تذکرۃ الرشید میں لکھا ہے کہ آپ اس قدر محنتی تھے کہ شب روز کے چوبیس گھنٹوں میں شاید سات گھنٹے بمشکل سونے کھانے اور دیگر ضروریات میں خرچ ہوتے ہونگے، اور اس کے علاوہ سارا وقت ایسی حالت میں گزرتا تھا کہ کتاب نظر کے سامنے اور خیال مضمون کے تہہ میں ڈوبا ہوتا تھا، مطالعہ میں آپ اس قدر محو ہوتے تھے کہ پاس رکھا ہوا کھانا کوئی اٹھا کر لے جاتا تو آپ کو خبر نہ ہوتی، بار بار ایسا اتفاق ہوا کہ کتاب دیکھتے دیکھتے آپ سو گئے، صبح معلوم ہوا کہ رات کھانا نہیں کھایا تھا، مدرسہ کو آتے جاتے آپ کبھی ادھر ادھر نہیں دیکھتے تھے، لپکے ہوئے جاتے تھے اور جھپٹے ہوئے آتے تھے،' [متاع وقت اور کاروان علم]

فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

سید الطائفہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اگر زمانہ قدیم میں ہوتے تو انکے ساتھ آج امام کا لقب ہوتا۔ وہ ہندوستان میں اپنے زمانہ کے اہل حق کے سربراہ اور مقتداء تھے، وہ وراثت نبوی ﷺ کے صحیح جان نشین تھے۔ زمانے کی فطرت کے مطابق مرور ایام کی وجہ سے دین میں بدعات، خرافات، اور جاہلی رسومات داخل ہوگئیں تھیں۔ سنت اپنی خالص شکل میں لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوگئی تھی، حضرت گنگوہیؒ وہ ہستی ہیں جنہوں نے سنت رسول اکرم ﷺ اور صراط مستقیم کو اپنی اصلی شکل میں لوگوں پر واضح کیا، لیکن یہ کام یوں ہی نہیں ہو جاتا یہ کام وہی شخص کر سکتا ہے جس کو دین اور شریعت کے سرچشموں قرآن وسنت پر مکمل عبور اور اس میں گہری بصیرت اور مکمل شرح صدر ہو، وقت کی نابغہ روزگار ہستیوں نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا، ان کے علمی مقام بلند کے معترف ہوئے۔ اور اپنا مقتداء اور پیشوا تسلیم کیا، یہ تفصیل کا مقام نہیں، یہاں صرف اس قدر تذکرے مقصود ہیں کہ جس سے

Marfat.com

ہم جسے کاہلوں، جاہلوں، کو یہ معلوم ہو سکے کہ انہوں نے یہ مقام بلند آرام پرستی سے حاصل نہیں کیا بلکہ ضابطے کی طالب علمی سے لیکر زندگی کے آخری لمحات تک انہوں نے بلند ہمتی سے علم میں اپنے کو کھپایا اسی کی تحقیق وتفتیش، تدریس، وتعلیم اور تصنیف وتالیف میں زندگی صرف کردی، ضابطے کی طالب علمی کا زمانہ آج کے اعتبار سے بہت تھوڑا ہے، اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے، کہ انہوں نے بہت کم وقت میں اتنا تبحر اس لئے حاصل کرلیا تھا، کہ انہوں نے تحصیل علم کے دوران بے پناہ جانفشانی سے کام لیا اور ایک لمحہ ضائع نہیں کیا، چنانچہ مولانا ادریس میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ الرشید میں فرماتے ہیں کہ دہلی میں بزمانہ طالب علمی جتنا بھی آپ کو قیام کرنا پڑا اس کی مدت کو دیکھئے کہ بمشکل چار سال ہے، اور اس مبلغ علم واستعداد کو ملاحظہ فرمایئے جسکا مخالفین کو اعتراف کئے بغیر چارہ نہیں، دونوں پر نظر ڈال کر تعجب، ہوتا ہے کہ اتنے تھوڑے ایام میں یہ سمندر کیونکر پلایا گیا اس میں شک نہیں کہ آپ اعلی درجے کے ذکی مغلق مضمون کو جلد سمجھنے والے طالب علم تھے، حضرت گنگوہی قدس سرہ اپنے زمانہ میں رشد وہدایت کے دریا تھے، ہزاروں تشنگان علم نے آپ سے استفادہ کیا اور بے شمار گمراہان حق نے راہ حق کو ان سے سمجھا اور اس پر چلے۔ ساری زندگی گنگوہ کے قصبہ میں گذاردی، اور اسی مقدس کام میں مصروف رہے، آپکے خلفاء اور تلامذہ کے علاوہ آپ کی تصانیف بھی ہیں جو تعداد میں گو کم ہیں لیکن اپنے باب میں ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں

حضرت گنگوہیؒ کا مطالعہ میں مشغولیت کا عجیب طریقہ

ایک مرتبہ فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں جب پڑھا کرتا تھا جہاں کھانا مقرر تھا آتے جاتے راستہ میں ایک مجذوب ہوا کرتے تھے ایک دن وہ بولے ''مولوی روزانہ آپ اس راستے سے کہاں جایا کرتے ہو؟ کوئی دوسرا راستہ نہیں؟ میں نے عرض کیا کھانا لینے کیلئے جایا کرتا ہوں۔ دوسرا راستہ چونکہ بازار سے ہو کر

Marfat.com

گزرتا ہے اور وہاں ہر قسم کی اشیاء پر نظر پڑ سکتی ہے اس لئے اس راہ سے آتا جاتا ہوں۔''
مجذوب کہنے لگے ''شاید تجھے معاشی تنگی اور خرچ کی تکلیف ہے، میں تمہیں سونا بنانے کا نسخہ بتاتا ہوں۔ کسی وقت میرے پاس آجاؤ۔'' فرماتے تھے کہ اس وقت حاضری کا اقرار کر آیا مگر پڑھنے لکھنے میں انہماک کی وجہ سے بعد میں یاد ہی نہیں رہا۔ دوسرے دن مجزوب نے پھر یاددہانی کی میں نے کہا پڑھنے سے فرصت نہیں۔ جمعہ کے دن کوئی وقت نکال کر آونگا۔ جمعہ آیا مطالعہ میں مشغولیت کی وجہ سے یاد نہیں رہا۔ مجذوب پھر ملے کہا کہ تم حسب وعدہ نہیں آئے میں نے بھولنے کا عذر کیا اور آئندہ جمعے کا وعدہ کیا۔ لیکن مطالعہ میں مصروفیت کی وجہ سے جمعہ کے دن یاد ہی نہیں رہتا تھا۔ اسی طرح کئی جمعے گزر گئے۔ آخر ایک جمعہ کو وہ مجذوب خود میرے پاس آئے۔ اور درگاہ شاہ نظام الدین کی طرف لے جا کر ایک قسم کی گھاس مجھے دکھائی۔ ساتھ ساتھ ان مقامات کی بھی نشاندہی کی جہاں یہ گھاس اُگتی ہے پھر وہ گھاس توڑ کر لائے اور مجھے طریقہ بتانے کی غرض سے میرے سامنے اس نے سونا بنایا۔ پھر سونا مجھے دے کر کہنے لگے۔ یہ بیچ کر اپنے کام میں لائیں۔ تاہم مجھے مطالعہ سے اتنی فرصت نہ تھی کہ سونا بازار جا کر بیچوں۔ مجذوب نے خود جا کر وہ سونا بیچا اور رقم لا کر مجھے دی۔

حضرت مولانا محمد یحیٰ رحمہ اللہ!

مولانا محمد یحیٰ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے آخری بارہ برس میں ان کے خادم خاص رہے حضرت گنگوہی ان کو ''بڑھاپے کی لاٹھی'' اور ''نابینا کی آنکھیں'' فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے سات برس کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا تھا اور اس کے بعد چھ ماہ تک مسلسل اپنے والد کی طرف سے مامور رہے کہ جب تک پورا قرآن شریف حفظ نہ پڑھ لو گے روٹی نہیں ملے گی۔ ہاں ختم کے بعد تمام دن چھٹی۔ مولانا فرمایا کرتے تھے کہ میں عموماً ظہر سے قبل قرآن مجید ختم کر لیا کرتا تھا اور پھر کھانا کھا کر چھٹی کے وقت اپنے شوق سے فارسی پڑھا کرتا تھا۔ حفظ قرآن کے زمانے میں آپ نے خفیہ طور پر فارسی کے بہت سے دیوان از خود دیکھ

لئے تھے۔اور باوجود اس کے حفظ قرآن کے سبق پر اثر نہیں آنے دیا۔

فرمایا کرتے تھے کہ والد صاحب کو وضو اور اذکار خاص اہتمام تھا اور ہم پر بھی اصرار تھا کہ پابندی کریں مگر مجھے علم کی دھن تھی۔اس لئے وضو کرتے وقت بھی فارسی اور عربی لغات یاد کرتا والد صاحب میری رٹائی سنتے تو ملامت کے طور پر فرمایا کرتے ''خوب وضو کی دعائیں پڑھی جارہی ہیں۔شرم کی بات ہے۔''

فرماتے تھے سلم مجھے ازبر یاد تھی۔اور تسبیح لے کر میں نے اس کی عبارت دو سو مرتبہ پڑھی ہے۔اب کی اکثر کتابیں آپ کو حفظ تھیں، نفحۃ الیمن، متنبی اور حماسہ جیسی کتابیں آپ نے زبانی طلبہ کو املا کرائیں۔

فرمایا کرتے تھے کہ پانچ ماہ میں نے نظام الدین کے ایک حجرہ میں گزارے ہیں کہ خود مسجد میں رہنے والوں کو معلوم نہ تھا کہ میں کہاں ہوں۔چنانچہ اسی دوران کاندھلہ سے نکاح طلبی کا تار آیا لوگوں نے یہ کہہ کر واپس کر دیا۔کہ مکتوب الیہ عرصہ سے یہاں نہیں ہے۔اس عرصہ میں بخاری شریف، سیرت ابن ہشام، طحاوی، ہدایہ اور فتح القدیر میں نے بالاستیعاب اس اہتمام سے دیکھے کہ مجھے خود حیرت ہے۔

فتح القدیر کا مطالعہ کر کے حدیث کا امتحان دینا!

فرماتے ہیں اسی دوران میں نے بخاری شریف، سیرت ابن ہشام، طحاوی ہدایہ اور فتح القدیر اس اہتمام سے دیکھی ہیں کہ مجھے خود حیرت ہے۔اتفاق سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ممتحن تجویز ہوئے اور تشریف لائے تو میرے جوابات دیکھ کر یہ لفظ فرمائے کہ ایسے جوابات مدرس بھی نہیں لکھ سکتا۔''

حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

مطالعہ میں محنت!

چنانچہ ان کے مطالعہ کے بارے میں ان کے معروف شاگرد محدث کبیر مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ ''نفحۃ العنبر'' میں لکھتے ہیں:

''عام طور پر اکثر علماء اسی وقت کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں جب کسی خاص مسئلہ میں متعلقہ کتابوں کی مراجعت کی ضرورت پڑ جائے۔ تاہم شیخ کا طریقہ کار اس سے یکسر مختلف تھا۔ مطالعہ کے بارے میں ان کا اصول یہ تھا کہ جب کوئی کتاب ان کے ہاتھ لگ جاتی چاہے وہ کتاب مخطوطہ کی شکل میں ہو یا مطبوعہ، سقیم ہو یا سلیم کسی بھی علمی موضوع سے متعلق ہو آپ وہ اٹھاتے اور پوری کی پوری پڑھتے۔ مطالعہ میں محنت کی شدید مشقتیں اٹھائیں۔ حتیٰ کہ اپنے آپ کا تھکا تھکا کر دکھ دیا آپ کی زندگی کی نہ جانے کتنی ہی راتیں ایسی گزریں۔ کہ ان کے پہلو بستر سے نا آشنا اور جدا رہا۔''

راہ علم کا سامان سفر اسی وقت بنتا ہے جب منزل مطالعہ کی سختیاں برداشت کی جائیں اور یہ سختیاں اسی وقت سہی جا سکتی ہے جب طالب علم کا درس نصیب ہو۔ یہ زاد راہ جب راہی علم کو ملتا ہے تو وہ پکار اٹھتا ہے کہ ؎

سینے سے لگا لو دیوانو! یہ درد بمشکل ملتا ہے

پھر علم کے ''کشود عقدہ مشکل'' کی سعی بے حاصل میں بھی لطف صد حاصل محسوس ہوتا ہے اور اس بحر بیکنار کے طوفانوں میں بھی غواصی کے وقت لذت ساحل کا احساس ہوتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب ؒ کو طالب علم کا یہ درد اور مطالعہ کی نہ مٹنے والی یہ پیاس اور جذبہ نصیب ہوا تھا۔

کتاب بھی تو ایک روگ ہے اس روگ کا کیا کروں!

چنانچہ ایک مرتبہ آپ بیمار ہوئے۔ علالت طول پکڑ گئی فجر کے وقت یہ افواہ مشہور ہوئی کہ حضرت کا وصال ہو گیا۔ دار العلوم دیوبند کے اساتذہ یہ سن کر آپ کے مکان کی طرف لپکے وہاں معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی۔ البتہ تکلیف کی شدت تھی جو برقرار ہے۔ عیادت کیلئے یہ

Marfat.com

حضرات کمرے میں پہنچے۔کیا دیکھتے ہیں کہ نماز کی چوکی پر بیٹھے سامنے تکیے پر رکھی ہوئی کتاب کا مطالعہ میں مصروف ہیں اور اندھیرے کی وجہ سے کتاب کی طرف جھکے ہوئے ہیں ۔آنے والے حضرات نے یہ منظر دیکھا تو حیران ہوئے کہ مرض کی یہ شدت اور مطالعہ کی یہ محنت! شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ہمت کر کے عرض کیا کہ:

حضرت! یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ اول تو وہ کونسی بحث رہ گئی ہے جو حضرت کی مطالعہ میں نہ آچکی ہو۔اور اگر بالفرض کوئی بحث ہو تو اس کو فوری ضرورت کیا پیش آگئی ہے کہ اسے روز مؤخر نہیں کیا جاسکتا۔اور اگر بالفرض کوئی فوری ضرورت کا مسئلہ ہے تو ہم خدام کہاں مر گئے ہیں۔آپ کسی بھی شخص کو حکم فرمادیتے وہ مسئلہ دیکھ کر عرض کر دیتا۔لیکن اس اندھیرے میں ایسے وقت آپ جو محنت اٹھا رہے ہیں وہ ہم خدام کیلئے نا قابل برداشت ہے۔'' حضرت شاہ صاحبؒ کچھ دیر تو انتہائی معصومیت کے اور بے چارگی کے انداز میں مولانا شبیر احمد صاحبؒ کی طرف دیکھتے رہے، پھر فرمایا:

''بھائی ٹھیک کہتے ہو لیکن یہ کتاب بھی تو ایک روگ ہے اس روگ کا کیا کروں۔''

دن رات مطالعے اور علمی مشاغل میں اس درجہ منہمک رہتے تھے کہ دنیا آپ کو چھو کر بھی نہ گزری تھی۔دنیوی بکھیڑوں میں الجھنا آپ کی استطاعت سے باہر تھا۔دار العلوم دیوبند کے اصحاب انتظام اور شاگردوں کو چونکہ اس بات کا علم تھا۔اس لئے وہ حضرت کے گھریلو کام دھندوں کو خود نمٹانے کی کوشش کرتے تھے۔ایک دن آپ مسجد میں تھے کہ کسی شخص نے آکر حضرت کے مکان کے بارے میں اطلاع دی کے آپ کا مکان گر گیا ہے۔اطلاع دینے والے کا خیال تھا کہ حضرت شاہ صاحبؒ یہ خبر سنتے ہی اچھل پڑیں گے لیکن آپ نے انتہائی اطمینان اور معصومیت کے ساتھ فرمایا'' تو بھائی میں کیا کروں؟ جا کر مولانا حبیب صاحب (مہتمم دار العلوم) سے کہو! چنانچہ مولانا حبیب الرحمن صاحب کو اطلاع دی گئی اور انہوں نے کمرے کی مرمت کرائی۔مولانا انظر شاہ صاحب ''نقش

دوام“ میں لکھتے ہیں: ”مرحوم کی زندگی کا سب سے زیادہ ممتاز وصف آپ کا علمی انہماک ہے۔اس گوشہ میں آپ کے حیرت انگیز واقعات ان پرانی شخصیتوں سے ملتے جلتے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی اسی راہ میں صرف کی۔ چند ہی گھنٹے آپ کے اس انہماک اور شغف سے فارغ رہتے۔ورنہ آپ کا ایک ایک لحہ علمی عقدوں کو سلجھانے میں مصروف رہتا۔مولانا ادریس ؒ نے انہی سے نقل کیا ہے کہ ”میں ہر وقت فکر علم میں مستغرق رہتا ہوں بجز ان اوقات کے جب نیند کا شدید غلبہ ہو۔“

اس مصروفیت کا یہ عالم تھا کہ نہ جاننے والے لوگ اگر بعض اوقات آپ کی عجیب وغریب باتوں کو دیکھتے تو خدا جانے کیا سمجھتے۔بار ہا ایسا ہوتا کہ نماز پڑھنے کیلئے مسجد کی طرف تشریف لے گئے ہیں اور درمیان ہی سے مسکراتے ہوئے واپس ہوجاتے کمرہ میں پہنچ کر کتاب یا اپنی کشکول اٹھاتے اور لکھنے کیلئے بیٹھ جاتے۔جاننے والے سمجھ جاتے کہ کوئی علمی انکشاف ہوا ہے،فرماتے،”میں نے اپنے زمانہ طالب علمی میں بیس روز میں فتح الباری کی تیرہ جلدیں مکمل دیکھ ڈالی تھیں۔فرماتے تھے میں نے بخاری شریف کا مطالعہ بارہ دفعہ کیا ہے مطالعہ بڑی تیز رفتاری کے ساتھ فرماتے چنانچہ ابن ہمام کی شرح فتح القدیر جو آٹھ جلدوں اور ہزار ہا صفحات میں پھیلی ہوئی ہے اس کا مطالعہ کل بیس روز میں آپ نے فرمایا۔مطالعہ کے دوران اس کی تلخیص بھی جاری تھی اس طرح مسند احمد بن حنبل کا دوسو صفحہ روزانہ کے اوسط سے مطالعہ کیا۔“

زمانہ طالب علمی میں حضرت شاہ صاحب ؒ بستر پر لیٹ کر کبھی نہیں سوتے تھے۔کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے جب نیند آتی تھی تو بیٹھے بیٹھے سو لیتے تھے۔اور جب غنودگی ختم ہو جاتی مطالعہ میں مشغول ہو جاتے۔(۱)

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے۔

Marfat.com

مطالعہ کی اہمیت!

مطالعہ کی بابت فرمایا کہ مطالعہ کی برکت سے استعداد اور فہم پیدا ہوتا ہے اور اس کی ایسی مثال ہے جیسے کپڑا رنگنے کیلئے پہلے دھویا جاتا ہے۔ پھر رنگ کے مٹکے میں ڈالا جاتا ہے۔ اگر پہلے دھویا نہ جائے تو کپڑا پر داغ پڑ جاتے ہیں۔ اسی طرح مطالعہ نہ کیا جائے۔ تو مضمون صحیح طرح سمجھ میں نہیں آتا اور اس کے معلم کو تکلیف ہوتی ہے۔ یہ بھی ایذاء میں داخل ہے اور اس سے احتراز واجب ہے۔

استعداد تو مطالعہ ہی سے پیدا ہوتی ہے!

قاعدہ یہی ہے کہ مقاصد سے زیادہ مقدمات کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ تب مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ نحو، صرف میں اس قدر محنت کی جاتی ہے، کہ علوم مقصودہ میں اس کی آدھی محنت بھی نہیں کی جاتی۔ بعض دفعہ مطالعہ کا اتنا اہتمام کیا جاتا ہے۔ کہ سبق کا بھی اتنا اہتمام نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ وہ مفتاح استعداد ہے (قابلیت کی کنجی ہے) اگر مطالعہ کی استعداد پیدا ہوگئی۔ تو سبق کو بدوں استاذ بھی سمجھ لے گا۔

مطالعہ اور سبق میں اگر جی نہ لگے!

رہا جی نہ لگنا سو میں کہتا ہوں کہ یہ صرف حیلہ ہے۔ اور لا پرواہی کی دلیل ہے ورنہ جناب اگر کسی پر مقدمہ فوجداری کا قائم ہوجائے اور وہ سن لے کہ قانون میں کوئی نظیر میرے لئے مفید ہے۔ تو اگرچہ قانون کے دیکھنے میں جی نہ لگے۔ بلکہ سمجھ میں بھی نہ آئے مگر جان مارے گا اور دیکھے گا۔ اس وقت یہ نہ ہوگا کہ بجائے قانون کے ایک دلچسپ مثلاً الف لیلیٰ (یا اور کوئی ناول) لے کے بیٹھے۔ اس وقت تو دل کو لگی ہوگی۔ ہم لوگوں کو دین کی طرف سے بہت بے فکری ہے۔ یہ اس کی خرابی ہے ذرا ذرا سے عذر ترک دین کیلئے کافی ہوجاتے ہیں۔

جو کام ضروری ہو ان کو کرنا چاہئے خواہ جی لگے یا نہ لگے۔ یہ تو بری بات ہے کہ جی لگنے کا

Marfat.com

انتظار کیا جائے۔ کیا اپنے جی کی پرستش کرنی چاہئے؟ جی کے بندے ہو یا اللہ کے؟

درس میں یا مطالعہ میں اگر نیند کا غلبہ ہو تو کیا کرے؟

میرا اجتہاد یہ ہے۔ کہ جو شخص رات بھر خرخرے کرے جس میں گویا اپنے خر ہونے کا اقرار ہے اور اس سے پہلے انا مقدر ہے یعنی انا خر انا خر۔ اس کے واسطے میری تجویز یہ ہے۔ کہ سیاہ مرچیں جیب میں رکھ لیا کرے جب نیند کا غلبہ ہو ایک مرچ چبالے، یہ مقوی دماغ بھی ہے اس واسطے مضر بھی نہ ہوگی کیونکہ جو شخص پوری نیند سولے پھر بھی اس کو نیند آئے تو اس نیند کا منشاء کسل ہے۔

کم کھانے میں کم نیند آتی ہے۔ اور زیادہ کھانے میں نیند زیادہ آئے گی۔ پیٹ تن کر جب کھاؤ گے تو نیند بھی تن کر آئے گی۔ (۱)

مطالعہ کرنے کا طریقہ، مطالعہ کب مفید ہوتا ہے!

(۱) ایک دفعہ دیکھنے پر اکتفاء نہ کریں بلکہ روزانہ مطالعہ کر رکھیں۔ میں تجربہ کی بات بتلاتا ہوں کہ ایک دفعہ کا دیکھا ہوا بہت کم یاد رہتا ہے، بلکہ اکثر ذہن سے نکل جاتا ہے۔ پس اگر کسی نے ایک دفعہ دیکھ کر کتاب کو اٹھا کر اوپر طاق میں رکھ دیا تو اس کو دیکھنے سے کیا نفع ہوا۔

(۲) کتابیں دیکھیں دو چار ورق روزانہ بالالتزام مطالعہ کریں۔ اور خلجان کے موقع پر خود رائی سے کام نہ لیں۔ بلکہ جس مقام میں شبہ ہو وہاں پنسل وغیرہ سے نشان بنا کر اس وقت اس کو چھوڑ دیں۔ اور جب کبھی ماہر عالم میسر ہو اس سے تحقیق کر کے حل کر لیں۔ یا کسی عالم کے پاس لکھ کر بھیج دے گا۔

خارجی مطالعہ بھی ثواب ہی کی نیت سے کرنا چاہئے

خارجی مطالعہ کا ایک شرط!

Marfat.com

فرمایا کہ آج میں نے عوارف المعارف میں دیکھا ہے۔ کہ مطالعہ چاہے دینی کتاب کا ہو لیکن اس وجہ سے ہو کہ ذکر اللہ سے (یا کسی اہم کام اور اصل مقصود سے مثلاً درسیات سے) جی گھبراتا ہے اور اس میں جی بہلے گا تو وہ دنیا کے لئے ہے اور اگر اس لئے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا قرب ہو گا ثواب ملے گا تو بیشک مقبول ہے۔ عجیب بات لکھی ہے اس کو دیکھ کر میرے اوپر تو ایک حالت طاری ہو گئی۔

ہفتہ بھر دن رات مطالعہ!

دار العلوم دیوبند میں مولانا ممدوح کثرت مطالعہ، کتب بینی، درس و تدریس کی شبانہ روز کی مشغولیت میں منفرد تھے۔ دار العلوم کی مدرسی کی ابتدائی دور میں ان کی کثرت سے کتب بینی کا یہ عالم تھا۔ کہ ایک ایک ہفتہ مسلسل وہ قطعاً نہ سوتے تھے۔ اور کتاب کے سوا کوئی اور چیز ان کے ہاتھوں میں آنکھوں کے سامنے نظر نہ آتی تھی۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ خود مولانا نے بارہا مجھ کو سنایا فرماتے تھے۔ کہ ''امام العصر حضرت علامہ مولانا انور شاہ کشمیریؒ کو کسی ذریعے سے اس کی اطلاع پہنچائی گئی۔ کہ اعزاز علی ایک ایک ہفتہ متواتر کتاب دیکھتا رہتا ہے۔ اور اس عرصہ میں رات اور دن آنکھ بند نہیں کرتا، مسلسل بیداری کی وجہ سے اس کی صحت روز بروز گرتی جاتی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کو جو خصوصی تعلق میرے ساتھ تھا اس اطلاع نے ان کے بے چین کر دیا اور مضطربانہ عالم میں شب کو بارہ بجے جب کہ کڑکڑاتی ہوئی سردی پڑ رہی تھی میرے کمرہ پر تشریف لائے۔ اس وقت میں مطالعہ کر رہا تھا اور واقعتہً بیداری کی مدت ایک ہفتہ سے زائد ہو رہی تھی تند لب ولہجہ اور پوری ناگواری کے ساتھ فہمائش فرماتے ہوئے کتاب میرے ہاتھ سے لے کر رکھ دی۔ مولانا اس کے بعد فرماتے تھے کہ ''شاہ صاحب کی تشریف لے جانے کے بعد تو حضرت شاہ کی اس فہمائش کا مجھ پر اثر رہا اور جب برداشت نہ ہو سکا۔ تو کتاب لے کر پھر مطالعہ میں مستغرق ہو گیا۔ (۱)

Marfat.com

مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ!

مولانا آزاد مرحوم کو علم کا شوق ابتداء ہی سے تھا۔ وہ لڑکپن میں اپنے مطالعہ کے ذوق کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''لوگ لڑکپن کا زمانہ کھیل کود میں بسر کرتے ہیں۔ مگر بارہ برس کی عمر میں میرا یہ حال تھا کہ کتاب لے کر کسی گوشہ مین جا بیٹھتا اور کوشش کرتا کہ لوگوں کی نظر سے اوجھل رہوں۔ کلکتہ میں آپ نے ڈلہوزی اس کوائر ضرور دیکھا ہوگا اسے عام طور پر لال ڈگی کہا کرتے تھے اس میں درختوں کا ایک جھنڈ تھا۔ کہ باہر سے دیکھئے درخت ہی درخت ہیں۔ اور اندر جائے تو اچھی خاصی جگہ ہے۔ اور ایک بینچ بھی بچھی ہوئی ہے، معلوم نہیں اب یہ جھنڈ ہے کہ نہیں، میں جب سیر کیلئے نکلتا کتاب ساتھ لے جاتا اور اس جھنڈ میں بیٹھ کر مطالعہ میں غرق ہوجاتا۔ والد صاحب مرحوم کے خادم خاص حافظ ولی اللہ مرحوم ساتھ ہوا کرتے تھے۔ وہ ٹہلتے رہتے اور جھنجلا کر کہتے:

''اگر تجھے کتاب ہی پڑھنی تھی تو گھر سے نکلا کیوں؟ اکثر سہ پہر کے وقت کتاب لے کر نکل جاتا، اور شام تک اس کے اندر رہتا۔ اب وہ زمانہ یاد آجاتا ہے تو دل کا عجیب حال ہوتا ہے۔

کچھ یہ بات نہ تھی کہ کھیل کود اور سیر و تفریح کی کمی، میرے چاروں طرف ان کی ترغیبات پھیلی ہوئی تھیں۔ اور کلکتہ جیسا ہنگامہ گرم کن شہر تھا لیکن میں طبیعت ہی کچھ ایسی لے کر آیا تھا۔ کہ کھیلکود کی طرف رخ ہی نہیں کرتی تھی۔

والد مرحوم میرے اس شوق علم سے خوش مگر فرماتے، یہ لڑکا تندرستی بگاڑ دے گا

معلوم نہیں کہ جسم کی تندرستی بگڑی یا سنوری مگر دل کو ایسا روگ لگ گیا کہ پھر کبھی پنپ نہ سکا۔

عیش زندگی کا سب سے بہتر تصور: مولانا آزاد کو جو روگ لگا تھا اسی کو وہ غبار خاطر ہی کے ایک دوسرے خط میں صفحہ 238 پر یوں بیان کرتے ہیں۔

Marfat.com

میں آپ کو بتلاؤں میرے تخیل میں عیش زندگی کا سب سے بہتر تصور کیا ہو سکتا ہے؟ جاڑے کا موسم ہو اور جاڑا بھی قریب قریب انجماد کا، رات کا وقت ہو آتش داں میں اونچے اونچے شعلے بھڑک رہے ہو اور میں کمرے کی ساری مسندیں چھوڑ کر اس کے قریب بیٹھا ہوں اور پڑھنے یا لکھنے میں مشغول ہوں۔

من ایں مکاں بہ دنیا عاقبت نہ دہم
اگر چہ در پیم افتند خلق انجمنے

مولانا آزاد کے مطالعہ میں استغراق کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ مطالعہ میں مصروف تھے کمرہ میں چور گھس آیا اور چھ ہزار روپے لے کر فرار ہو گیا اگر چہ یہ چوری مولانا کی موجودگی میں ہوئی لیکن مطالعہ میں محویت اور استغراق کی وجہ سے ان کو پتہ نہیں چلا علم کی محبت اور مطالعہ کی شوق اور نئی کتاب کی حصول کیلئے اضطرابی انتظار کا کچھ اندازہ ذیل کے اس کتاب سے لگا جاسکتا ہے کہ خود انہوں نے بیان کیا ہے۔

انتظار کتاب

رحمت اللہ رعد کی جنتری میں حیات جاوید کے قریب الاختتام ہونے کا ذکر چھپا تھا میں کہہ نہیں سکتا کہ اس کتاب کی اشاعت کا کیسا سخت اور جاں کاہ انتظار مجھ میں پیدا ہو گیا تھا کم از کم دو تین جوابی خط ہر مہینے نامی پریس کانپور لکھتا تھا کہ کس قدر حصہ باقی ہے؟ پھر انہیں ایک اور خط لکھا اور اس میں صراحت کر دی کہ بلا کسی اطلاع کے دی پی بھیجیں لیکن بایں ہمہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے منیجر کو بھی میرا شوق دیکھ کر ستم ظریفی سوجھی تھی ایک دن ان کا کارڈ ملا کر حیات جاوید چھپ کر آگئی ہے آپ کی درخواست درج رجسٹرڈ ہے اگر مطلوب ہو تو بھیج دی جائے میں غم وغصہ کو کیوں کر بیان کروں جو اس دن مجھ پر طاری ہوا اگر کوئی ذریعہ ایسا ہوتا کہ چھ دن کی بجائے ایک دن کی اندر علی گڑھ سے کتاب مجھے بھیج دی جائے تو میں اپنے آپ کو بیچ کر بھی اسے حاصل کرتا بہر حال یہ سوچا کہ تاخیر میں کم از کم تین دن کی تخفیف

Marfat.com

ہو جائے تار لکھوایا اور بھیج دیا آخر کار چار دن کے بعد پارسل آیا پوسٹ مین کی صورت اس کے کاندھے کا بوجھل تھیلا اور اس کے ہاتھ میں لٹکے ہوئے پارسل، اس زمانے میں میرے آنکھوں میں سب سے زیادہ حسین منظر تھے میں اپنا مطالعہ لے کر دو پہر کے وقت نیچے کے کمرے میں یا باہر کے تخت پر بیٹھا کرتا محض اس انتظار میں کہ پوسٹ مین کے آنے پر بلا کسی ایک لمحے کی تاخیر کے اس کا استقبال کرسکوں خوش قسمتی سے حیات جاوید کیلئے دوسرے دن کا انتظار نہ کرنا پڑا پارسل جب آیا تو وہ وقفہ جو میرے اس کی بندش کھولنے میں لگا وہ لمحہ مضطرب جو اس کی لوح دیکھنے کے وقت طاری ہوا مجھے ابھی تک نہ صرف یاد ہے بلکہ محسوس ہو رہا ہے میں نے پوسٹ مین کو روپیہ دیا اور پارسل لے کر اوپر بھاگا حیات جاوید جس کی ضخامت ایک ہزار صفحات تھے میں نے ختم کر ڈالی تھی یہ بھی مجھے یاد ہے کہ اپنے اس معمول کے مطابق کہ کس نئے کتاب کے حصول پر کم از کم ایک وقت کا کھانا ضرور فراموش کر دیتا تھا اس دن بھی میں نے شام کو کھانا نہیں کھایا اس خوف سے کہ اتنی دیر تک مطالعہ سے محروم رہ جاؤں گا۔

سحر خیزی

مولانا ابوالکلام آزاد کی زندگی نظام الاوقات کی پابند تھی اور وہ اپنے معمولات میں غیر معمولی حد تک پابند تھے ان کی سحر خیزی بڑی حد تک مشہور تھی وہ ٹرین میں سفر کرتے ہوئے اپنی سحر خیزی کے متعلق لکھتے ہیں۔

مگر دیکھئے صبح چار بجے کے وقت گرانمایہ کی کرشمہ سازیوں کا بھی کیا حال ہے؟ قیام کی حالت ہو یا سفر کی خوشی کی کلفتیں ہو یا دل آشوری کی کاہشیں، جسم کی ناتوانی ہو یا دل ودماغ کی افسردگیاں کوئی حالت ہو لیکن اس کی مسیحائیاں افتادگان بستر الم سے کبھی تغافل نہیں کرسکتیں۔

فیضے عجبے یافتم از صبح بہبیند
ایں جادہ روشن رہ میخانہ نباشد

ٹرین آج کل کے معمول کے مطابق بے وقت جا رہی ہے جس منزل سے اس وقت جانا تھا ابھی تک اس کا کوئی سراغ دکھائی نہیں دیتا سوچتا ہوں تو اس معاملہ خاص میں وقت کے معاملہ عام کو پوری تصویر نمایاں ہو رہی ہے۔

اپنی اس سحر خیزی کے متعلق ایک اور جگہ وہ لکھتے ہیں

”اس سحر خیزی کی عادت کیلئے والد مرحوم کا منت گزار ہوں۔ان کا معمول تھا کہ رات کی پچھلی پہر ہمیشہ بیداری میں بسر کرتے۔بیماری کی حالت بھی اس معمول میں فرق نہیں ڈال سکتی تھی۔فرمایا کرتے تھے کہ رات کو جلد سونا اور صبح کو جلد اٹھنا زندگی کی سعادت کی پہلی علامت ہے اپنی طالب علمی کی حالات سناتے۔کہ دہلی میں مفتی صدرالدین مرحوم سے صبح کی سنت وفرض کے درمیان سبق لیا کرتا تھا۔اور اس امتیاز پر نازاں رہتا تھا کیوکہ وہ چاہتے تھے مجھے خصوصیت کے ساتھ اوروں سے علیحدہ سبق دیں۔اور اس کے لیے وہی وقت نکل سکتا تھا۔یہ بھی فرماتے کہ یہ فیض مجھے نانا رکن المدرسین سے ملا۔وہ بھی شاہ عبدالعزیز سے علی الصباح سبق لیا کرتے تھے اور پچھلی پہرے سے اٹھ کر اس کی تیاری میں لگ جاتے تھے۔پھر خواجہ شیراز کا یہ مقطع ذوق لے کر پڑھتے۔

مرد بخواب کہ حافظ بہ بارگاہ قبول
نہ وردنیم شب و درس صبح گاہ رسید

میری ابھی دس گیارہ سال کی عمر ہوگی۔کہ تمام باتیں۔بچپنے کی نیند سر پر سوار رہتی تھی مگر اس سے لڑتا رہتا تھا۔صبح اندھیرے میں اٹھتا اور شمع دان روشن کر کے اپنا سبق یاد کرتا۔بہنوں سے منتیں کیا کرتا تھا کہ صبح آنکھ کھلے تو مجھے جگا دینا وہ کہتی تھی۔”یہ نئی شرارت کیا سوجھی ہے“اس خیال سے کہ میرے صحت کو نقصان نہ پہنچے، والد مرحوم روکتے لیکن مجھے کچھ ایسا شوق پڑ گیا تھا کہ جس دن دیر سے آنکھ کھلتی دن بھر پیشمان سا رہتا۔“

Marfat.com

وہ جیل میں اپنے معمولات کے بارے میں رقم طراز ہیں

''چونکہ زندگی کے معمولات میں وقت کی پابندی کا منٹوں کے حساب سے عادی ہو گیا ہوں اس لئے یہاں بھی اوقات کی پابندی کی رسم قائم ہو گئی۔ زندگی کی مشغولیتوں کا وہ تمام سامان جو اپنے وجود سے باہر اگر چھن گیا ہو تو کیا مضائقہ؟ وہ تمام سامان جو اپنے اندر تھا اور وہ جسے کوئی چھین نہیں سکتا سینہ میں چھپائے ساتھ لایا ہوں۔ اسے سجاتا ہوں اور اس کی سیر و نظاروں میں محو رہتا ہوں۔ صرف دو کتابیں میرے ساتھ آ گئی تھیں جو سفر میں دیکھنے کیلئے رکھ لی تھی۔ اسی طرح دو چار کتابیں بعض ساتھیوں کے ساتھ آئیں یہ ذخیرہ بہت جلد ختم ہو گیا اور مزید کتابوں کے منگوانے کی کوئی راہ نہیں نکلی۔ کاغذ کا ڈھیر میرے ساتھ ہے اور روشنائی کی احمد نگر کے بازار میں کوئی کمی نہیں۔ تمام وقت خامہ پرسائی میں خرچ ہوتا ہے۔

جنون بیکار نہ تواں زیستن
آتشم تیز است و داماں می زنم

جب تھک جاتا ہوں تو کچھ دیر کیلئے برآمدہ میں نکل کر بیٹھ جاتا ہوں یا صحن میں ٹہلنے لگتا ہوں۔

بیکار جنون میں ہے سر پیٹنے کا شغل
جب ہاتھ ٹوٹ جائیں تو پھر کیا کرے کوئی

حضرت مفتی اعظم پاکستان کا طالب علمی میں انہماک

محترم مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہم آپ کے انہماک علمی کے بارے میں لکھتے ہیں:

''علمی ذوق آپ کے زندگی کے ہر شعبہ پر غالب رہا، زمانہ طالب علمی میں آپ جس انہماک اور جانفشانی سے اپنے اسباق کی طرف ہمہ تن متوجہ رہتے اس کی مثالیں دور حاضر میں نایاب ہیں، عربی تعلیم باقاعدہ شروع فرمانے کے وقت سے دارالعلوم ہی گویا آپ کا گھر تھا۔ اسباق سے فارغ ہو کر اپنے ہم سبقوں کو روزانہ کے اسباق اس طرح تکرار (اعادہ) کراتے تھے کہ استاذ کی تقریر کا پورا چربہ اتر جاتا تھا۔ طلبہ اتنی اہمیت سے اس تکرار میں

Marfat.com

شریک ہوتے کہ مستقل ایک درس کی صورت بن جاتی۔

اکثر صبح کو دارالعلوم جا کر رات ہی کو واپسی ہوتی اور بعض اوقات رات کو بھی وہیں مولسری کے درخت کے نیچے کھلے فرش پر سو جاتے تکرار عموماً رات کو ہوتا تھا، اور جب گھر واپسی ہوتی تو کبھی رات کا ایک بج جاتا، کبھی دو، ایک ایک مرتبہ دارالعلوم کراچی کے طلبہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"رات کو والدہ میرا انتظار کرتی تھیں کہ کھانا گرم کر کے دیں ان کے انتظار میں مجھے تکلیف ہوتی تھی۔ بڑی منت سماجت سے اس پر راضی کیا کہ میرا کھانا ایک جگہ رکھ دیا کریں سردیوں کی راتوں میں شوربا اوپر سے بالکل جم جاتا اور نیچے صرف پانی رہ جاتا میں وہی کھا کر سو جایا کرتا۔"

دیوبند آپ کا وطن تھا اور تمام اعزہ واقارب کے گھر یہیں تھے، لیکن طالب علمی میں ان کے یہاں جانے کا وقت بھی نہ ملتا، نہ محلہ کے ہم عصر لڑکوں سے دوستانہ تعلقات کی نوبت آئی۔ حتیٰ کہ آپ کو دیوبند کے جو ایک چھوٹا سا قصبہ ہے، تمام راستے بھی بخوبی معلوم نہ تھے تعلیمی انہماک کے باعث کسی اور کی فرصت ہی نہ ملتی تھی۔ جب کچھ وقت ملتا حضرت شیخ الہند کی خدمت میں جا بیٹھتے۔

ایک مرتبہ حضرت نانوتوی کے مخصوص شاگرد و مرید اور مدرسہ عبدالرب دہلی کے بانی حضرت مولانا عبدالعلی صاحب دارالعلوم دیوبند تشریف لائے، معزز مہمان اور دوسرے اساتذہ کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کے اس وقت مہتمم حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب کھڑے تھے قریب سے والد صاحب بغل میں کتابیں دبائے گزرنے لگے تو مہتمم نے بلا لیا اور معزز مہمان سے فرمایا:

"یہ دارالعلوم کا ایسا طالب علم ہے کہ اسے اپنے کتابوں کے علاوہ کسی چیز کا ہوش نہیں، نہ اپنے کپڑوں کی خبر ہے، نہ جان کی، کتاب کا کوئی سوال پوچھو تو محققانہ جواب دے گا۔"

مولانا عبدالعلی صاحب نے دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ تو مولوی محمد یٰسین صاحب کا لڑکا معلوم ہوتا ہے، مولانا کا قیافہ مشہور تھا۔

ایک مرتبہ شرح جامی کا امتحان شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے پاس تھا اس وقت آپ نے کوئی کتاب مولانا سے نہیں پڑھی تھی تحریر سے نہ پہچان سکے آپ نہایت ممتاز اور محققانہ پرچہ دیکھ حیرت و مسرت ضبط نہ کر سکے پرچہ نے کر فوراً مہتمم صاحب کے پاس آئے اور پوچھا یہ طالب علم کون ہے؟ اس نے تو اس کتاب کی شرح تصنیف کر دی ہے۔ یہ سنتے ہی مہتمم صاحب فرط مسرت سے امتحان گاہ تشریف لائے حضرت والد صاحب اس وقت کسی اور امتحان کا پرچہ لکھ رہے تھے، آپ کو بلا کر تمام طلبہ کے سامنے کھڑا کیا اور آپ کے سر پر ہاتھ رکھ کر پرچہ کی غیر معمولی خوبی کا اعلان فرمایا۔"

مفتی اعظم پاکستان کا علمی مذاق!

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم لکھتے ہیں:

"حضرت والد صاحب کو بچپن میں کھیل کود کا زیادہ شوق نہیں ہوا، اس کے بجائے جب عصر کے بعد دوسرے بچے کھیل کود یا سیر و تفریح میں لگتے، والد صاحب شیخ الہند یا اپنے کسے دوسرے استاذ کی مجلس میں جا بیٹھتے تھے پھر جب والد صاحب کا رشتہ تلمذ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے ساتھ ہوا تو جو علمی مذاق گھٹی میں پڑا ہوا تھا۔ اسے جلا ملی اور وسعت مطالعہ، تحقیق و تدقیق اور کتب بینی کا صرف ذوق ہی نہیں بلکہ اس کی نہ مٹنے والی پیاس پیدا ہوئی۔

مطالعے کا ذوق!

حضرت والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ دوپہر کو جب مدرسے میں کھانے اور آرام کا وقفہ ہوتا میں اکثر دارالعلوم کے کتب خانہ میں چلا جاتا تھا وہ وقت ناظم کتب خانہ کے بھی آرام کا ہوتا تھا اس لئے ان کے لئے ممکن نہ تھا، کہ وہ میری وجہ سے چھٹی کے بعد بھی کتب خانے میں بیٹھے رہیں۔ چنانچہ میں نے انہیں باصرار اس پر آمادہ کر لیا تھا، کہ دوپہر کے وقفے میں وہ

Marfat.com

جب گھر جانے لگیں تو مجھے کتب خانہ میں چھوڑ کر باہر سے تالہ لگا جائیں چنانچہ وہ ایسا ہی کرتے اور میں ساری دوپہر علم کے اس رنگا رنگ باغ کی سیر کرتا رہتا تھا۔

فرماتے تھے کہ دار العلوم دیوبند کے کتب خانے کی کوئی کتاب ایسی نہیں تھی جو میری نظر سے نہ گزری ہو اگر کسی کتاب کو میں نے پورا نہیں پڑھا تو کم از کم اس کے ورق گردانی ضرور کر لی تھی۔ یہاں تک کہ جب تمام علوم کی وفنون کی الماریاں ختم ہوگئیں میں نے ان الماریوں کا رخ کیا جنہیں کبھی کوئی شخص کا ہاتھ نہیں لگا تھا، یہ اشتات (متفرقات) کی الماریاں تھیں۔ اور جن کتاب کو کسی خاص علم وفن سے وابستہ کرنا ناظم کتب خانہ کو مشکل معلوم ہوتا تھا وہ الماریوں میں رکھ دی جاتی تھیں۔ ان کتابوں میں چونکہ موضوع کے لحاظ سے کوئی ترتیب نہ تھی اس لئے اس جنگل میں داخل ہونا لوگ بے سود سمجھتے تھے کہ یہاں کوئی گوہر مطلوب حاصل کرنا تریاق از عراق سے کم نہ تھا لیکن جب ساری الماریاں ختم ہوگئیں تو میں اشتات کی اس جنگل کو بھی کنگھالا اور اس کے نتیجے میں ایسی ایسی کتابوں کی طرف میرے رسائی ہوئی جو گوشہ گمنامی میں ہونے کی بنا پر قابل استفادہ نہ رہی تھیں، کتب خانے کے اس سروے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اتنے وسیع وعریض کتب خانے میں مجھے بحمد اللہ یہ معلوم رہتا تھا کہ کون سی کتاب کس موضوع پر ہے اور کہاں رکھی ہے؟۔

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا شوق علم!

شوق علم، ذوق مطالعہ اور وسعت علم میں وہ اپنے استاذ کے صحیح جانشین تھے، بقول مولانا طاسین صاحب:

"علم کا مولانا بنوری قدر اللہ سرہ سے تعلق غیریت کا نہیں عینیت کا تھا مولانا عالم نہ تھے بلکہ سراپا علم تھے علم آپ کی ذات میں ایسا رچا بسا ہوا تھا جیسے پھول کے اندر رنگ اور بو اور یا ہیرے کے اندر چمک دمک علم آپ کی ہر ہر ادا اور ہر ہر نقل وحرکت سے جھلکتا تھا آپ علم کا ایک گرانمایہ خزینہ اور بیش بہا گنجینہ ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا دریا ایک پر بہار گلستان تھے

Marfat.com

اور بلاشبہ لفظ ''علامہ'' کے صحیح اور کامل معنوں میں مصداق!'' مولانا کے علم کا عظیم شاہکار ان کی بلند پایہ تصنیف ''معارف السنن'' ہے۔ یہ چھ جلدوں پر مشتمل ترمذی شریف کی کتاب الحج تک کی شرح ٹھوس علمی وتحقیقی تصنیف ہونے کے باوجود اس میں ادب کی چاشنی اس انداز سے رچی بسی ہوئی ہے اور بے ساختگی، سلاست روانگی اور شگفتگی اس قدر ہے کہ فقرے فقرے پر ذوق سلیم کو حظ ملتا ہے معارف السنن کا تعارف کراتے ہوئے خود حضرت بنوریؒ لکھتے ہیں:

''یہ معارف السنن اور تم کیا جانو معارف السنن کیا چیز ہے معارف السنن؟ امام عصر اور محدث کبیر کے جامع ترمذی کے درس میں فرمودہ کلمات طیبہ کی تشریح ہے۔ ان کے املا کردہ الفاظ قدسیہ کی توضیح ہے ان کی یادداشتوں اور تصانیف میں بکھرے ہوئے موتیوں کو یکجا جمع کرنے کی کوشش ہے ایسی واضح تعبیروں میں جن کیلئے میں نے شدید مشقتیں اٹھائی ہیں اور راتوں کو نیند حرام کی ہیں۔ اور طویل تلاش اور جستجو کے بعد ہر موضوع پر شاندار نقول کو ایک جگہ جمع کر کے اس کا حق ادا کیا ہے''۔

''میں نے اپنی قوت وطاقت تخریج اور مأخذ کے مطلع ہونے پر پوری طرح صرف کوتاہی نہیں کی کبھی میں ایک مسئلہ کی تلاش میں گھڑیاں ہی نہیں کئی کئی راتیں اور دن گزار دیتا اور اس کیلئے ایک کتاب کی کئی کئی مجلدات پڑھتا جب مجھے اپنی متاع گمشدہ مل جاتی تو میری خوشی کا ٹھکانا نہیں رہتا شیخ نے دوران درس جس کتاب کا حوالہ دیا ہوتا اس سے مسائل نکالنے کا التزام کر رکھا تھا، لہذا میں کتاب کا سیبویہ، رضی شرح کافیہ، دلائل الاعجاز، اسرار البلاغہ، عروس الافراح اور کشف الاسرار دیکھتے پر مجبور تھا جس طرح میں شروح حدیث کی اہم کتابیں فتح الباری اور عمدۃ القاری اور فقہ مذاہب میں شرح مہذب، مغنی لابن قدامہ اور رجال میں کتاب رجال دیکھنے پر مجبور تھا، اگر مجھے جوانی میں بحث وجستجو کا شوق اور شیخ کے جواہر پارے سمیٹنے کا عشق نہ ہوتا تو میں اس بار گراں کا اہل نہیں تھا حدیث کی اہم کتابوں

Marfat.com

میں سے کسی کتاب کی شرح لکھنا میرے لئے اس کٹھن کام سے بہت آسان تھا اور میں اس کی دو مثالیں پیش کرتا ہوں جس سے میری محنت کا اندازہ اور میرے مقصد سے پردہ اٹھ جائے گا:

شیخ نے بعض متعارض روایات کے جمع کے سلسلے میں ایک قاعدہ ''ذکر کل مالم یذکرہ الآخر'' کا ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ قاعدہ بہت اہم ہے اصول حدیث پر لکھنے والوں کو اس سے اعتناء کرنا چاہئے تھا لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ حافظ ابن حجر نے اس کو چند مقامات پر ذکر کیا ہے ۔ میں نے فتح الباری کی ضخیم جلدیں اٹھائیں اور اس قاعدے کی تلاش شروع کر دی تقریباً دس سے زیادہ مقامات پر پوری کتاب میں اس کو تلاش کیا حضرت شیخ نے اختلاف صحابہ کے سلسلے میں ایک مرتبہ ارشاد فرمایا ''ابو زید دبوسی نے سچ کہا کہ ''جس مسئلہ میں فقہاء صحابہ کا اختلاف ہو جائے اس سے پوری طرح نکل جاتا یا اختلاف کا فیصلہ کر کے ایک طرف ہو جانا کہ دوسری جانب کچھ نہ رہے بہت مشکل ہے'' اب میں نے ابو زید دبوسی کی کتاب ''تاسیس النظر'' مطالعہ کی اس میں مجھے نہیں ملا دل میں آیا کہ شاید شیخ نے یہ مسئلہ ''اسرار الخلاف'' یا ''تقویم الادلہ'' میں تحریر کیا ہو، لیکن یہ دونوں کتابیں مخطوط ہیں، پھر دستیاب بھی نہیں اس کے بعد دل میں آیا کہ شاید شیخ نے امام دبوسی کا یہ قول بالواسطہ لیا ہو اور کشف الاسرار للشیخ عبد العزیز بخاری اور شرح التحریر لابن امیر الحاج کا خیال آیا دونوں کو دیکھنا شروع کیا اور دونوں میں مسئلہ کو موجود پایا۔''

فرمایا کرتے تھے کہ معارف السنن کی تصنیف کے سلسلے میں مجھے کتابوں کے تقریباً دو لاکھ صفحات پڑھنے اور مطالعہ کرنے کا موقع ملا ایک مرتبہ فرمایا، ڈابھیل کے قیام میں ایسا ہوتا رہا ہے کہ ایک ایک بات کی تحقیق کیلئے میں پانچ پانچ سو، ہزار ہزار، دو دو ہزار صفحات کا مطالعہ کیا۔

افسوس ہے کہ معارف السنن کی تکمیل حضرت بنوری رحمہ اللہ اپنی حیات میں نہیں کر سکے

Marfat.com

ممکن ہے کہ اس کی تکمیل کی سعادت کسی اور سعادتمند کے حصہ میں مقدر ہو۔

''ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا''۔(۱)

حضرت شیخ بنوری نور اللہ مرقدہ کی علامہ جوہر طنطاوی مرحوم سے ملاقات!

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ جب پہلی مرتبہ حجاز، مصر و شام کے سفر پر تشریف لے گئے اسی دوران قیام مصر میں ایک مشہور عربی رسالے کے دفتر میں حضرت مولانا بنوری رحمہ اللہ کی ملاقات علامہ جوہر طنطاوی سے ہوگئی جن کی ''تفسیر الجواہر'' اپنی نوعیت کی منفرد تفسیر ہے جن میں تفسیر کے علاوہ سب کچھ ہے انہوں نے سائنس کی باتوں کا قرآن شریف سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ طنطعاوی مرحوم نے بعض جگہ آیات قرآنی کی تفسیر میں ٹھوکریں بھی کھائی ہیں۔

علامہ طنطاوی مرحوم علامہ بنوری رحمہ اللہ کا تعارف ہوا تو اہوں نے پوچھا کہ کیا آپ نے میری تفسیر کا مطالعہ کیا ہے؟

مولانا نے فرمایا کہ:

ہاں! اتنا مطالعہ کیا ہے کہ اس کی بنیاد پر کتاب کے بارے میں رائے قائم کرسکتا ہوں۔

علامہ طنطاوی مرحوم نے رائے پوچھی تو مولانا نے فرمایا:

''آپ کی کتاب اس لحاظ سے تو علماء کے لئے احسان عظیم ہے کہ اس میں سائنس کی بے شمار معلومات عربی زبان میں جمع ہوگئی ہیں سائنس کی کتابیں چونکہ انگریزی زبان میں ہوتی ہیں اس لئے علمائے دین اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے آپ کی کتاب علمائے دین کیلئے سائنسی معلومات حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے لیکن جہاں تک تفسیر قرآن کا تعلق ہے اس سلسلہ میں آپ کی طرز فکر سے مجھے اختلاف ہے آپ کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ عصر حاضر کے سائنسدانوں کے نظریات کو کسی نہ کسی طرح قرآن کریم سے ثابت کر دیا جائے۔ اور اس

Marfat.com

غرض کیلئے آپ بسا اوقات تفسیر کے مسلمہ اصولوں کے خلاف ورزی سے بھی دریغ نہیں کرتے حالانکہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ سائنس کے نظریات آئے دن بدلتے رہتے ہیں آج آپ جس نظریئے کو قرآن سے ثابت کرنا چاہتے ہیں ہوسکتا ہے کہ کل وہ خود سائنسدانوں کے نزدیک غلط ثابت ہوجائے کیا اس صورت میں آپ کے تفسیر پڑھنے والا شخص یہ نہ سمجھ بیٹھے گا کہ قرآن کریم کی بات (معاذ اللہ) غلط ہوگئی۔"

حضرت مولانا بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات ایسے مؤثر اور دلنشین انداز میں بیان فرمائی کہ علامہ طنطاوی مرحوم بڑے متاثر ہوئے اور فرمایا:

"یا استاذ، واللہ ما انت بعالم ھندی وانما انت ملک نزلت من السماء لاصلاحی۔"

ترجمہ: اے استاذ خدا کی قسم آپ کوئی ہندی عالم نہیں ہیں بلکہ آپ کوئی فرشتہ ہے اور میری اصلاح کی خاطر نازل ہوئے ہو۔"

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلسل مطالعہ!

ڈاکٹر تنزیل الرحمن صاحب رقم طراز ہیں:

شاید بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ مولانا عام علماء کے برخلاف مسلسل مطالعہ کرتے رہتے تھے اور جدید تحقیقات سے خود کو باخبر رکھتے تھے مگر اس کا اظہار کبھی نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ ایک مرتبہ جب عارضہ قلب میں مبتلا ہوئے ڈاکٹر نے آرام کی ہدایت کی اس بھی انہوں نے شیخ الازہر عبدالحلیم محمود کی نئی تصنیف جو تصوف کے موضوع پر تھی اور چار پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے بستر علالت لیٹے ہوئے پڑھ ڈالی جب افاقہ ہوا اور ڈاکٹر نے ملاقات کی اجازت دے دی تو میں عیادت کیلئے گیا تو اس کتاب کا مجھ سے ذکر کیا اور اس کتاب کی بہت تعریف کی۔"

"حضرت بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے شعر و ادب اور علم و مطالعہ سے غلط نظریات کی جڑیں کاٹ کر صالح اور صحت مند اقدار کی آبیاری کی تھی۔ انہوں نے دلیری اور اخلاص کے ساتھ عالم

Marfat.com

انسانیت میں احیائے دین کی سعی کی۔

حضرت رحمہ اللہ کے قوت حافظہ، ذہانت، سرعت مطالعہ، حفظ واستحضار اور وسعت علم کے واقعات کیلئے تو پوری کتاب چاہیے۔وہ ہر وقت فکر علم میں مستغرق رہتے تھے بجز ان اوقات کے جب نیند کا شدید غلبہ ہو۔

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا طالبان علوم نبوت سے گزارش!

آج خواہش کے درجے میں ہر طالب علم شیخ الہند شیخ العرب والعجم، مفتی اعظم شہنشاہ خطابت اور شیخ الادب بننا چاہتا ہے۔

ان تمام اعزازات کے حصول کیلئے ایک بات جو زمانہ طالب علمی میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ملفوظات میں دیکھی تھی ایسی یاد رہی کہ لوح دل پر نقش ہوگئی اور حرز جان بن گئی۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے تجربے کی بناء پر طالبان علوم نبوت سے فرمایا کرتے تھے کہ طالب علم تین چیزوں کا التزام کرلیں، میں ذمہ لیتا ہوں ان کو استعداد علمی حاصل ہوجائے گی، وہ بالفعل مدرس، مقرر، محقق، مفتی اور مصنف بننے کی صلاحیت حاصل کرلیں گے۔

اولا: یہ کہ آج جو سبق پڑھنا ہواس کا پہلے سے مطالعہ کرلیا جائے اور مطالعہ بھی کوئی مشکل کام نہیں ہے مطالعہ میں معلومات اور مجہولات میں تمیز کرلی جائے۔

ثانیا: سبق میں حاضری دے استاذ سے سبق سمجھ کر پڑھیں اور بلا سمجھے آگے نہ بڑھیں۔

ثالثا: پڑھے ہوئے سبق کا تکرار کرے ان تین التزامات کے بعد کچھ یاد رہے یا نہ رہے انشاء اللہ استعداد علمی حاصل ہوجائے گی۔

حضرت شیخ بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی علمی عظمت کے پس منظر میں آپ کی کاوشوں، مسلسل مطالعوں، ذوق کتب بینی، ذوق ادب اور علمی انہماک کا بھرپور عمل دخل نظر آتا ہے۔(۱)

Marfat.com

حضرت شیخ الحدیث زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا حرج نوم یا حرج طعام!

رات کا کھانا نیند کے غلبے کے خوف سے ترک کر دیا تھا مطالعہ کا ایسا چسکہ پڑ گیا تھا کہ عشاء کے بعد بیٹھتے تو رات تین چار بجے تک ترمذی اور بخاری کا مطالعہ کرتے خود فرماتے ہیں:

''اس ناکارہ کا معمول ۱۳۳۵ھ سے ایک وقت کھانے کا ہو گیا تھا کہ رات کے کھانے میں مطالعہ کا بھی حرج ہوتا نیند بھی جلد آتی تھی پانی بھی زیادہ پیا جاتا تھا ابتداء میری ایک چھوٹی بہن کھانا لے کر اوپر میری کھوٹری میں پہنچ جاتی تھی اور لقمہ دے دیا کرتی تھی۔ اس ناکارہ کو التفات بھی نہ ہوتا کہ کیا کھلایا ایک دو سال بعد اس کو بھی بند کر دیا اس زمانے میں بھوک تو خوب لگتی مگر حرج کا اثر بھوک پر غالب تھا۔

وہ مدرسہ سے بہت شدید ضرورت ہو تو باہر نکلتے، فضول ادھر اُدھر گھومنے سے ان کو نفرت تھی وہ لکھتے ہیں:

''مجھے ابا جان کی جوتوں کی بدولت باہر آنے جانے سے شروع ہی سے نفرت تھی، ایک مرتبہ میرا نیا جوتا اٹھ گیا تھا تو جہاں تک یاد ہے چھ ماہ تک دوسرا جوتا خریدنے کی نوبت نہیں آئی اس لئے کہ جمعہ بھی مدرسہ قدیم میں ہوتا تھا اور دار الطلبہ بھی اس وقت نہیں بنا تھا مجھے چھ ماہ تک نکلنے کی نوبت ہی نہیں آئی اس کا اثر تھا کہ جب سہارنپوری میں نمائش ہوئی حافظ مقبول احمد صاحب نے مجھ کو چلنے کو فرمایا میں نے پوچھا وہاں کیا ہو گا؟ انہوں نے فرمایا کہ وہاں دکانیں لگتی ہیں میں نے کہا کہ دکانیں تو یہاں سے اسٹیشن تک بہت ہیں انہوں نے ازراہ شفقت بہت اصرار کیا مگر میرا جی نہ چاہا'' اگر کہیں جانا بھی ہوتا تو آنے جانے کا وقت ضائع نہ کرتے اس وقت قرآن شریف کی تلاوت کرتے، فرماتے ہیں:

''سہارنپوری سے دہلی تک ۱۵ اور بیس تک کے درمیان میں پاروں کا ہمیشہ معمول رہا۔''

مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے صحاح ستہ میں شامل حدیث کی مشہور کتاب ابو داؤد کی شرح ''بذل المجہود'' لکھنی شروع کی۔ تو شیخ الحدیث اس میں ان کے معاون بنے اور حقیقت

Marfat.com

یہ ہے کہ حق معاونت ادا کیا ذیل کی واقعہ سے حضرت شیخ کی حرص علم، وقت کی قدر اور ان کی طلب علم کے بیتاب جذبے کا کچھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے جو ان کے ساتھ ''بذل المجہول'' لکھنے کے زمانے میں پیش آیا، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

''ناکارہ کا معمول یہ رہا کہ'' بذل کے لکھنے کے زمانے میں شروح بخاری وغیرہ میں جب کسی دوسری کتاب کے متعلق کوئی مضمون نظر سے گزرتا تو میں نے ہر کتاب کی ایک کاپی بنا رکھی تھی۔ بذل کی تالیف کے زمانے میں اس کی بہت خواہش رہا کرتی تھی کہ کوئی شخص حضرت سے دو چار منٹ بات کرنے کیلئے آجائے، تو میں جلدی جلدی وہ دیکھے ہوئے مضامین شذرات کی کاپیوں پر لکھ لوں مجھے اس کا وقت صرف ڈاک کی آمد پر ملتا تھا کہ مدرسہ کی ڈاک اول حضرت قدس سرہ کے پاس آتی تھی وہ اپنی چھانٹ کر اپنے پاس رکھ لیتے تھے اور میری میرے پاس ڈال دیتے تھے۔

ایک لطیفہ اس جگہ کا بہت پر لطف یاد آ گیا، حضرت قدس سرہ کے کوئی عزیز جو کسی جگہ تھانیدار تھے اور اس زمانے کا تھانیدار اس زمانے کا وائسرائے ہوتا تھا تھانیدار سوٹ میں ملبوس آئے میں ان کو دور سے آتا ہوا دیکھ کر بہت خوش ہوا اس لئے کہ میرے کئی شذرات جمع ہو رہے تھے اور مجھے یہ فکر ہو رہی تھی کہ کہی میں بھول نہ جاؤں انہوں نے آکر حضرت قدس سرہ کو سلام کیا اور حضرت ادھر متوجہ ہوئے اور میں نے بذل کی کاپی ہاتھ میں رکھ کر جلدی سے اپنے شذرات اٹھا لئے چند منٹ میں وہ بیٹھے اور حضرت ان سے باتیں کرتے رہے میں جلدی جلدی اپنے شذرات پورے کئے۔ وہ صاحب اٹھنے کے بعد مجھ پر بہت ناراض ہوئے باہر جا کر بھائی مظہر سے کہا کہ بزرگوں کے پاس بیٹھنے والوں کے اخلاق بھی ایسے خراب ہوا کرتے ہیں، '' یہ شخص جو حضرت کے پاس بیٹھا ہوا ہے اس قدر مغرور اور متکبر ہے کہ میں اتنی دیر بیٹھا رہا اور حضرت اس قدر شفقت سے مجھ سے باتیں کرتے رہے لیکن اس مغرور اور بد دماغ نے ایک مرتبہ نگاہ اٹھا کر یوں نہیں دیکھا کہ یہ آدمی بیٹھا ہے یا گدھا بیٹھا

ہے" بھائی مظہر نے اس ناکارہ کی طرف سے بڑی صفائی پیش کی کہ "یہ بات نہیں بلکہ یہ مشغول بہت رہتا ہے" لیکن ان کے دماغ میں یہ بات نہیں کہ ایسی بھی مشغولی ہوسکتی ہے ان کی خفگی بجا تھی کہ ناواقف آدمی کو یہ سمجھنا مشکل ہوتا ہے کہ اس قسم کی مشغولی بھی ہوسکتی ہے اس ناکارہ کا وہ زمانہ درحقیقت طلب علم کا تھا بسا اوقات رات دن ڈھائی تین گھنٹوں سے زیادہ سونا نہیں ہوتا تھا اور بلا مبالغہ کئی مرتبہ بلکہ بہت مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ روٹی کھانی بھی یاد نہیں رہی عصر کے وقت جب ضعف معلوم ہوتا تھا اس وقت یاد آتا کہ دوپہر روٹی نہیں کھائی اور رات کو کھانے کا معمول تو اس سے پہلے چھوٹ گیا تھا، تیس پینتیس گھنٹے روٹی کھائے ہوئے گزر جاتے تھے۔"

ان کے دل میں "بذل المجہود" کی علمی مشغولیت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ جب ان کے کسی لخت جگر کا انتقال ہوتا تو اس ڈر سے کہ اس علمی کام میں خلل پڑے گا وہ تجہیز و تکفین میں خود شرکت نہیں فرماتے تھے، اس سلسلہ میں ان کی مثال ان پرانی شخصیات سے ملتی جلتی ہے جنہوں نے ایک علم کی خاطر زندگی کی ہر رونق کو خیر باد کہا اور زندگی کے کسی حادثے کو علمی مشغلہ کی راہ میں رکاوٹ نہیں بننے دیا چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

میری چھوٹی اولاد میں جب بھی کسی کا انتقال ہوتا اور میں حسب معمول بذل لکھنے بیٹھ جاتا حضرت مجھے گھر جانے کا تقاضا کرتے میں عرض کرتا کہ حضرت! میں جا کر کیا کروں گا ایوب و نصیر دفن کرآئیں گے میرے جانے میں بذل کا حرج ہوگا۔

تصنیفی کام کے لئے یکسوئی ضروری ہے اور یکسوئی کیلئے ہجوم خلق سے پہلو تہی لازم ہے۔ یہ اور وہ دونوں جمع نہیں ہوسکتے لیکن شیخ الحدیث نے دونوں کو جمع کیا اور حق تو یہ ہے کہ دونوں کا حق ادا کیا۔

ان کا دسترخوان برصغیر کے چند فیاض دسترخوان میں سے تھا آنے والے مہمان پر بعض علماء کے ضابطے کی طرح یہ پابندی بھی نہ تھی کہ مہمان میزبان کی سہولت کی خاطر پیشگی اطلاع

Marfat.com

دے بلکہ عوام وخواص سب کیلئے صلائے عام تھی۔

تاہم وہ نظام الاوقات کے سخت پابند تھے ملاقات کے مقررہ وقت سے ہٹ کر کسی کو ایک لمحہ دینے کو تیار نہ ہوتے۔ اور اگر ایسا نہ کرتے تو ''اوجز'' جیسی عظیم الشان شرح حدیث کیسے لکھتے۔ وقت کی اس اہمیت اور نظام الاوقات کی پابندی کا کچھ اندازہ ذیل کے اس واقعہ سے آپ لگا سکتے ہیں جو انہوں نے اپنی آپ بیتی ''یادایام'' میں لطیفہ کے طور پر لکھا ہے، وہ فرماتے ہیں:

رمضان آیا یا بخار!

میرے عزیز مخلص دوست حکیم طیب رامپوری کی آمد بہت کثرت سے تھی؛ اور چونکہ مختصر وقت کے لیے آتے اور سیاسیات کی خبریں بہت مختصر وقت میں سنا جاتے تھے اس لئے ان کی آمد پر میرے ہاں کوئی پابندی نہیں تھی؛ ایک مرتبہ رمضان میاں صبح ۸:۹ بجے آئے مولوی نصیر خادم خاص سے کہا؛ کواڑ کھلوادو'' اس نے کہا رمضان ہے، خود زنجیر کھڑکھڑانے کا ارادہ کیا، اس نے منع بھی کیا اور کہا کہ یا تو وہ سو رہا ہوگا تو نیند خراب ہوگی اور اٹھ گیا ہوگا تو نفلوں کی نیت باندھ لی ہوگی، کھڑکھڑاتے رہو اس پر خفا ہو کر مدرسہ چلے گئے راستے میں مولانا منظور احمد صاحب سے ملے انہوں نے کہا'' حکیم جی تم کہاں آگئے شیخ کے یہاں تو رمضان ہے'' اس کے بعد حضرت ناظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے فرمایا'' حکیم جی تم کہاں آگئے شیخ کے یہاں تو رمضان ہے'' وہاں سے اٹھ کر مفتی صاحب کے حجرے میں گئے مفتی جی نے بھی یہ فقرہ دہرایا حکیم جی نے پوچھا آخر رمضان میں کوئی وقت بات کیلئے یا ملاقات کیلئے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ مفتی صاحب نے کہا تراویح کے بعد آدھ گھنٹہ۔ حکیم جی نے کہا مجھے تو رامپور واپس جانا ہے تب مفتی صاحب نے کہا کہ ظہر کی نماز سے پندرہ منٹ پہلے تشریف لائیں گے اس وقت مل لینا یا ظہر کی نماز کے بعد گھر جاتے ہوئے راستے میں مل لینا۔ وہ ظہر سے پہلے مسجد میں آئے تو نیت باندھ چکا تھا، ظہر کی نماز کے بعد میں نے پھر

Marfat.com

سنتوں کی نیت باندھ لی، بڑی دیر تک انہوں نے انتظار کیا مگر جب دیکھا کہ رکوع کا ذکر ہی نہیں اس لئے کہ اس وقت سنتوں میں دو دفعہ پارہ پڑھنے کا معمول تھا، وہ بڑی دیر تک انتظار دیکھ کر مٹرگشت میں چلے گئے واپس آئے تو میں اپنے کمرے میں پہنچ کر قرآن پاک سننے میں مشغول ہو گیا تھا وہ بہت کھٹ کھٹ کر کے اوپر چڑھے اور جاتے ہی بہت زور سے کہا: ''رمضان اللہ کے فضل سے ہمارے یہاں بھی آتا ہے مگر یوں بخار کی طرح کہیں نہیں آتا'' السلام علیکم جا رہا ہوں، عید کے بعد ملوں گا'' میں نے کہا ''وعلیکم السلام'' اور پھر قرآن سنانے میں مشغول ہو گیا۔

شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا کسی حادثہ اطلاع کے وقت کا معمول!

کسی قریبی عزیز کے انتقال کے وقت عموماً لوگ آتے ہیں اور وفات پانے کے متعلق تفصیلات معلوم کرتے ہیں، شیخ الحدیث کا معمول ایسے موقع میں ان تفصیلات میں وقت ضائع کرنے کا نہیں تھا، وہ ایسے موقع پر خود بھی اور آنے والوں کو بھی تلاوت اور ذکر واذکار وغیرہ میں مشغول رکھتے۔ چنانچہ ان کے چچا زاد بھائی اور داماد حضرت جی مولانا محمد یوسفؒ کے انتقال کی اطلاع جب آپ کو ملی فرماتے ہیں:

''میں اٹھ کر وضو کر کے مدرسہ کی مسجد میں جا بیٹھا اور نماز کی نیت باندھ لی اس لئے کہ چاروں طرف ہجوم نے گھیرنا شروع کر دیا تھا اور مجھے ایسے موقع پر لغو باتیں کہ ''کیا ہو گیا؟ کیا بیمار تھے؟ کون خبر لایا؟ لغویات سے بہت وحشت ہوتی ہے کہ یہ اہم اور قیمتی وقت بہت ہی مبارک ہوتا ہے جس میں طبیعت دنیا سے منقطع اور آخرت کی طرف متوجہ ہوتی ہے اس وقت کی تلاوت بھی قیمتی ذکر و فکر بھی قیمتی! دروازہ سے نکلا تو گھر سے مدرسے تک ہجوم ہی ہجوم تھا میں نے ترش روئی کے ساتھ ان دوستوں سے کہا کہ ''مجھے تو اس وقت کچھ ضروری پڑھنا ہے آپ لوگ یہاں تشریف رکھیں اور خوب باتیں کریں ایسی فراغت کا وقت پھر کب ملے گا ''اس کے بعد مجمع منتشر ہو گیا اور میں جا کر مسجد میں بیٹھ گیا۔

عمر عزیز کو بچا بچا کر استعمال کرنے اور علم کی نہ مٹنے والی پیاس اور طلب کا نتیجہ تھا کہ حضرت شیخ نے تقریباً سو کے قریب مطبوعہ وغیر مطبوعہ تصنیفات چھوڑیں جن میں حدیث کی شہرہ آفاق کتاب ''مؤطا امام مالک' کی پندرہ جلدوں میں ''اوجز المسالک'' کے نام سے ایک زندہ جاوید شرح بھی شامل ہے جو حدیث اور فقہ کے مباحث کی ایک نادر گنجینہ ہے۔

ذوقِ مطالعہ اور کتب بینی کا اشتیاق!

مخدوم ومکرم مولانا انوار الحق مدظلہ، جو حضرت کی مجلس کے حاضر باش ہونے کے علاوہ آپ کے نورِ نظر بھی ہیں۔ اور حضرت کے شب وروز کے رفیق سفر اور خادم بھی۔ اللہ نے انہیں علم وفضل سے بھی نوازا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''گھر میں زیادہ تر وقت مطالعہ اور ذکر واذکار میں گزرتا۔ اپنی چارپائی کے اردگرد بے شمار بکھرے ہوئے ذخیرہ کتب میں جو کتاب زیر مطالعہ اور زیر درس رہتیں، کھانے وغیرہ سے فراغت کے بعد ان کے مطالعہ میں مصروف رہتے۔ حتیٰ کہ جب آخری عمر میں بینائی میں کافی کمی آگئی اور کتب کے حواشی وغیرہ کے مطالعہ میں وقت محسوس ہونے لگی تو اس کی وجہ سے ان کو پریشانی اور قلق رہتا اس کا بار بار اپنے معالجین سے اظہار فرماتے جب ڈاکٹر دل کی تکلیف پر پریشان کا اظہار کر کے اس کیلئے دوائیں تجویز کرتے تو ان کو جواباً فرماتے مجھے دل کی تکلیف کی فکر نہیں، بلکہ آنکھوں کی ضعف کیلئے ایسی دوا بتادیں جس کے ذریعے سے مطالعہ اور درس تدریس کا سلسلہ جاری رکھ سکوں۔

انہماک مطالعہ!

جن دنوں صحت کچھ اچھی رہی گھر میں زیادہ تر وقت مطالعہ میں صرف کرتے۔ جب کہ حالت یہ تھی کہ چھوٹے سے گھر میں مختصر سا کمرہ اور اس کے اردگرد ہم بھائیوں کے ہجوم اور ان کے شور وغوغا کی وجہ سے (کسی معمولی سے طالب علم تک کیلئے مطالعہ ناممکن ہوتا) لیکن انہوں نے کبھی کسی قسم کی تنگی کا اظہار نہیں فرمایا۔

Marfat.com

مطالعہ کرتے وقت کانوں میں روئی رکھ لیا کرتے تھے!

حضرت مولانا سید سیار الدین صاحب فاضل حقانیہ فرماتے ہیں کہ احقر نے دار العلوم دیو بند میں میبذی حضرت شیخ الحدیثؒ سے پڑی تھی، عصر کے وقت میں باب الظاہر جایا کرتا تھا۔ عصر کے بعد حضرت کا میبذی کا درس ہوا کرتا تھا۔ میرا زیادہ تعلق دار العلوم دیو بند میں مولانا عبد الحق نافع سے تھا جو کہ خود بھی خاموش رہتے تھے اور ان کے کمرے میں سکوت ہوا کرتا تھا۔ حضرت شیخ الحدیث کے کمرے میں طلبہ کا ہجوم اور شور وغوغا ہوتا مگر اس کے باوجود حضرت شیخ الحدیث برابر مطالعہ کرتے رہتے۔ اور جب آپ کے کمرے میں شور زیادہ ہو جاتا تو آپ کانوں میں روئی رکھ لیا کرتے تھے مگر غایت شرم وحیا کی وجہ سے کسی کو یہ نہ کہتے کہ شور نہ کرو، اس سے حضرتیہغرض یہ ہوتی کہ میری وجہ سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے، طلبہ اپنی ظرافت میں لگے ہوتے ہیں، صبر وعلم وخندہ روئی میں آپ کے مقابل اس وقت دار العلوم دیو بند میں کوئی دوسری نظیر نہیں تھی۔

چلتے چلتے مطالعہ!

حضرت مولانا محمد زمان کلاچوری تحریر فرماتے ہیں کہ:

حضرت شیخ الحدیثؒ کو مطالعہ حدیث کا اتنا شغف تھا کہ گھر اور مدرسہ میں یہ معمول رہا۔ گھر سے مدرسہ آتے وقت جب کہ ان دنوں میں راستہ میں کھنڈرات تھے پھر بھی راستہ میں ترمذی وغیرہ کے مسودات پر نظر ڈالتے چلتے رہتے تھے۔

Marfat.com

تقویٰ اور پرہیز گاری اور گناہوں سے بچے بغیر۔

کامیابی اور فتح کا سوچا بھی نہیں جا سکتا

تقویٰ اور پرہیز گاری

بعض حضرات اس بارے میں حضور پاک صلی اللہ تعالی وعلیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ:۔

''جو آدمی دوران طلب پرہیز گاری نہ اختیار کرے تو اللہ تعالی اسکو تین باتوں میں سے ایک میں مبتلا کر دیتے ہیں، یا تو جوانی ہی میں موت آجاتی ہے یا دور دراز کے دیہاتوں میں اس کو ڈال دیتے ہیں، یا بادشاہ کی خدمت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔''

لہذا طالب علیم جتنا زیادہ متقی ہوگا علم سے بھی اتنا ہی نفع حاصل کرے گا، اور تحصیل آسان ہوگی، اور فوائد علمیہ بھی زیادہ حاصل کر سکے گا۔

اور ورع میں سے یہ بھی ہے کہ پیٹ بھر کھانے زیادہ سونے، اور بے فائدہ کثرت کلام سے بچے اور بازار کے کھانے سے بھی بچے جہاں تک ہو سکے، کیونکہ بازار کا کھانا نجاست اور خیانت کے قریب اور ذکر اللہ سے دور ہوتا ہے، اور غفلت سے قریب ہوتا ہے نیز بازار کے کھانے پر فقراء کی نظریں پڑتی ہیں اور خرید سکتے نہیں جس سے ان کو تکلیف ہوتی ہے، اس سے کھانے کی برکت ختم ہو جاتی ہے، منقول ہے کہ امام جلیل محمد بن اا لفضل رحمہ اللہ تعالی طلب علم کے دوران بازار کا کھانا نہیں کھاتے تھے، اور ان کے والد دیہات میں رہتے تھے، اور ان کے والد دیہات میں رہتے تھے، وہاں سے ہر جمعہ کو کھانا تیار کر کے لایا کرتے تھے، ایک مرتب والد صاحب نے صاجزادہ کے کمرہ میں بازار کی روٹی دیکھی تو غصہ کے مارے صاجزادہ سے بات کبھی نہیں کی صاجزادہ نے اپنا عذر بیان کیا کہ نہ تو میں نے یہ روٹی خریدی ہے اور نہ خریدنے پر راضی تھا، بلکہ میرے ایک ساتھی نے لا کر دی ہے، تو والد

Marfat.com

صاحب نے فرمایا کہ اگر تم اس قسم کی چیزوں سے پرہیز کرتے ہوتے تو تمہارے ساتھی کو اسکی جرأت نہ ہوتی،

ایسی ان حضرات کی پرہیز گاری تھی، اسی وجہ سے تو اپنے کو علم ونشر علم کے لئے وقف کر دیا اور رہتی دنیا تک ان کے نام باقی رہیں گے،

فقہاء زاہدین میں س ایک فقیہ نے ایک طالب علم کو وصیت کی کہ باتونی آدمی اور غیبت سے بچو" نیز فرمایا کہ جو تم سے بہت باتیں بناتا ہے وہ گویا تمہاری عمر چوری کرتا ہے اور تمہارے وقت کو ضائع کرتا ہے۔

اور یہ بھی ورع سے ہے کہ مفسدین، اہل معاصی، اور بے کار لوگوں سے دور رہے، اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرے کہ یہ مسلم ہے کہ صحبت اپنا اثر رکھتی ہے،

اور یہ بھی ورع ہے ہے کہ قبلہ رخ بیٹھا کرے اور سنت کی پابندی کرے اہل خیر کی دعاؤں کو غنیمت سمجھے اور مظلوموں کی بد دعاؤں سے بچے،

منقول ہے کہ دو آدمی طلب علم کے لئے باہر سفر پر نکلے، دونوں ساتھی تھے، کچھ سالوں کے بعد ایک تو بڑا عالم بنکر واپس آیا مگر دوسرا بڑا عالم نہ ہوسکا، اس شہر کے علماء نے اس کے سبب میں غور کیا اور دوسرے لوگوں سے ان کے اٹھنے بیٹھنے اور تکرار وغیرہ کے حوال دریافت کئے، تو معلوم ہوا کہ جو عالم بن کر واپس آیا ہے اس کی حالت یہ تھی کہ ہمیشہ پڑھائی اور تکرار کے وقت استقبال قبلہ کا خیال رکھا کرتا تھا اور جس شہر میں علم حاصل کیا اس کی طرف بھی پیٹھ نہیں کرتا تھا، اور دوسرا آدمی قبلہ کی طرف پیٹھکر کے بیٹھا کرتا تھا، نیز اس شہر کی طرف بھی جس میں تعلیم حاصل کی تھی، پھر علماء کا اس پر اتفاق ہوگیا کہ پہلا آدمی تو استقبال قبلہ کی برکت سے بڑا عالم بن گیا کیونکہ یہی سنت ہے الاعند الضرورۃ نیز جس شہر میں اس نے تعلیم حاصل کی ادب کی وجہ سے اسکی طرف بھی پشت نہیں کرتا تھا، اس شہر والوں کی دعا بھی اسکو لگی کیونکہ کوئی شہر عباد واہل خیر سے خالی نہیں ہوتا، تو ظاہر یہ ہے کہ کسی عابد نے راتوں کو اس

Marfat.com

کے لئے دعا کردی۔

لہذا طالب علم کو چاہیئے کہ وہ سنن وآداب میں سستی نہ کرے، کیونکہ جو آداب میں سے سستی کرتا ہے سنن سے محروم کردیا جاتا ہے، اور جو سنن میں سستی کرتا ہے فراض سے محروم کردیا جاتا ہے، اور جو فراض میں کوتاہی کرتا ہے وہ آخرت کے ثواب سے محروم کردیا جاتا ہے، اور یہ بھی چاہیئے کہ نمازیں ونوافل کثرت سے پڑھا کرے اور خشوع وخضوع سے پڑھے اس سے تحصیل علم میں مدد ملتی ہے، شیخ جلیل نجم الدین عمر بن محمد نفی رحمہ اللہ تعالی کے اشعار ہیں۔

کن للاوامر وامر والنواھی حافظا   وعلی الصلاۃ مواظبا ومحافظاً

اوامر ونواہی پر عمر کیا کرو   اور نماز کی بھی پابندی کیا کرو،

واطلب علوم الشرع واجھدو استعین بالطیبات تصر فقیھا حافظاً

علوم شرعیہ کو محنت سے طلب کر اور اچھی چیزوں سے ان میں مدد حاصل کر پھر تو بڑا عالم بن جائے گا۔

واشئل الھک حفظ ھفظک راغباً فی فضلہ فاللہ خیر حافظاً

اور اپنے اللہ تعالی سے اس کے فضل میں رغبت رکھتے ہوئے اپنے علم کی حفاظت طلب کر کیونکہ وہی بہترین محافظ ہے۔

نیز انہی کا شرع ہے۔

اطیعوا وجدوا الاتکسلوا   وانتم الی ربکم ترجعون

فرمانبداری کرو، اور محنت کرو، سستی مت کرو، تمہیں اپنے پروردگار کی طرف ہی لوٹنا ہے،

ولاتھجعوا فخیار الوری   قلیلاً من اللیل مایھجعون

اور زیادہ مت سویا کرو کیونکہ اللہ تعالی کے بہترین بندے راتوں کو کم سویا کرتے ہیں،

اور طالب علم کو چاہیئے کہ کتاب ہر وقت پاس رکھا کرے تا کہ مطالعہ کر سکے، کہا جاتا ہے کہ ''جس کی جیب میں کتاب نہ ہو حکمت کی بات اس کے قلب میں نہیں جم سکتی کاپی بھی ساتھ

رکھا کرے لوگوں سے جو سنے لکھ لیا کرے، میز قلم بھی پاس رکھا کرے، تا کہ لکھ سکے، حضرت ہلال بن یسار رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث پہلے اس سلسلہ میں گذر چکی۔

بری باتوں سے اجتناب

طالب علم کو چاہئے کہ اپنے نفس کو رذیل عادات اور بری صفات سے پاک کرے جھوٹ غیبت، بہتان، سرقہ فضول گفتگو اور بڑی صحبت سے اپنے کو ہمیشہ بچاتا رہے اس لئے کہ علم دل کی عبادت ہے جو ایک باطنی شے ہے پس جس طرح نماز جو ظاہری اعضاء کی عبادت ہے بغیر طہارت کے درست نہیں ہوتی، اسی طرح علم جو باطنی عبادت ہے بغیر طہارت باطنی کے حاصل نہیں ہوتی۔ (احیاء العلوم)

''تعلیم المتعلم'' میں ایک حدیث نقل کی ہے، ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص زمانہ طالب علمی میں گناہوں سے احتیاط نہیں کرتا خداوند تعالے اس کو تین چیزوں میں سے ایک میں ضرور مبتلا کرتے ہیں، یا تو وہ عین جوانی میں مرجاتا ہے یا پھر وہ باوجود فضل وکمال کے ایسی جگہوں میں مارا مارا پھرتا ہے جہاں اس کا علم ضائع ہو جاتا ہے اور علم کی اشاعت نہیں کر پاتا یا کسی بادشاہ یا رئیس کی خدمت میں ذلتیں برداشت کرتا ہے، طالب علم اگر پرہیز گار رہوگا تو اس کے علم سے لوگوں کو بھی نفع ہوگا اور خود اس پر علم کی راہیں کھلیں گی۔

ایک فقیہ زاہد نے ایک طالب علم کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو غیبت سے بچتے رہنا اور بیہودہ گو طلبہ کے ساتھ ہرگز نشست وبرخاست نہ کرنا جو شخص بیودہ گوئی میں لگا رہتا ہے وہ اپنا اور تیرا دونوں کا وقت ضائع کرتا ہے، گنہگار اور مفسد لوگوں سے اجتناب اور صلحاء کی صحبت بھی تقوی کی ایک قسم ہے۔

حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تین باتوں پر عمل کئے بگیر فائدہ نہیں ہوتا خواہ اسی صندوق کتابوں کی پڑھ لے۔

(۱) دنیا سے محبت نہ رکھے کیونکہ یہ مسلمان کا گھر نہیں (۲) شیطان سے دوستی نہ کرے کیونکہ یہ مسلمان کا رفیق نہی (۳) کسی کو تکلیف نہ دے کیونکہ یہ مسلمان کا پیشہ نہیں میمون بن مہرانؒ کا قول ہے: علم پڑھنا اور اس کا بڑھنا بے فائدہ ہے جب تک کہ ااعت اور خوف بھی ساتھ ساتھ نہ بڑھے۔

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:۔

علم چندان کہ بیشتر خوانی چوں عمل در تو نیست نادانی

نہ محقق بود نہ دانش مند چار پائے برو کتابے چند

عبدالرحمٰن بن قاسم فرماتے ہیں: میں بیس سال تک امام مالکؒ کی خدمت میں رہاان میں اٹھارہ سال ادب اور خلاق کی تعلیم میں خرچ ہوئے اور دو سال علم کی تحصیل میں ایک بزرگ فرماتے ہیں جس طرح چراغ بلا جالئے روشنی نہیں دیتا اسی طرح علم بھی بلا عمل کے فائدہ نہیں دیتا۔

حضرت معروف کرخیؒ فرمایا کرتے تھے کہ مزے دار باتیں بتانے کے لئے علم حاصل نہ کرو کہ جو کچھ سنا بغیر عمل ہ کے اس کو بیان کر دیا علم کو صرف عمل کے لئے طلب کرنا چاہئے خدا کی قسم اگر عمل کے لئے لوگ علم حاصل کیا کرتے تو ہر بات کو کڑوی دوا کی طرح گھونٹ گھونٹ پیتے یہ لذت اور مزہ بھول جاتے۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ علم کی ایک قیمت ہے اس کو وصول کئے بغیر کسی کو علم مت دو لوگو ں نے دریافت کیا کہ وہ قیمت کیا ہے؟ فرمایا: اچھی طرح اس کو دل میں جگہ دینا اور ضائع نہ کرنا جو یہ قیمت پہلے پیش کرے اس کو علوم پڑھاؤ۔

حضرت ابو محمد عبداللہ رازیؒ کا ارشاد ہے کہ آج کل لوگوں کی یہ حالت ہے کہ اپنے عیبوں کو پہچانتے ہیں اور جان بوجھ کر پھر بھی ان ہی پر قائم ہیں، سیدھے راستے کی طرف لوٹنا نہیں چاہتے وجہ یہ ہے کہ علم حاصل کر کے اسی پر ناز کرنے لگے، فخر و مباہات میں مشغول ہو گئے

Marfat.com

اس سے کام لینے کا قصد نہیں کیا عمل میں مشغول نہیں ہوئے ظاہری باتوں میں قیل قال کرتے رہتے ہیں، باطنی اور قلبی امراض کو بحث کو چھوڑ دیا تو خدا تعالیٰ نے بھی ان کو سیدھا راستہ دیکھنے اندھا کر دیا اور ظاہری اعضاء کو طاعات کی بجا آوری سے روک دیا،

حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں کہ علم حاصل کرتے ہوئے روتے رہا کرو، کیونکہ تم فقط علم حاصل نہیں کرر ہے ہو بلکہ اپنے اوپر حجت الٰہی کو اچھی طرح قائم کرر ہے ہو۔

رائس الاتقیاء حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلویؒ کے حالات میں ہے کہ طالب علمی کے زمانہ میں بازار سے صرف روٹی خریدتے اور سالن اس وجہ سے نہ لیتے تھی کہ دوکانوں میں جو سالن پکتا تھا اس میں امچور کا ڈالنا لازم تھا، اور آموں کے باغات کی بیع کا جو رواج تھا وہ شرعا ناجائز تھا، اس لئے سالن کے بغیر ہی روٹی کھانے تھے۔ طالب علمی کے زمانہ میں اس احتیاط کا یہ اثر تھا کہ کسی مشتبہ مال کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا معدہ قبول نہیں کرتا تھا۔ اگر کبھی کسی جگہ غلط سے مشتبہ مال کھانے کی نوبت آئی تو فوراً قے ہو جاتی تھی۔

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کو زمانہ طالب علمی میں مہتمم صاحب دار العوم نے کسی کام سے تھانہ بھون حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں بھیجا، کرایہ کے لئے پیسے دیئے کچھ پیسے بچ گئے، آپ نے جا کر مہتمم صاحب کو واپس کر دیئے ایک مقام پر قیام تھا، سامنے نیم کا درخت تھا جس کے کئی حصہ دار تھے مسواک کی ضرورت ہوئی تو آپ نے سب شرکاء سے اجازت لینے کے بعد مسواک لی۔

حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوریؒ مظاہر علوم کے کام سے کلکتہ گئے۔ احتیاط کا یہ عالم تھا کہ وہاں کسی عزیز سے ملنے کے لئے گئے تو رکشے کے پیسے اپنے پاس سے دیئے حالانکہ ان کے ملنے میں مدرسہ کا بھی فائدہ تھا،

مولانا عنایۃ احمد صاحب مہتمم مظاہر علمو سہارنپور اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث رحمۃ اللہ علیہما مدرسہ کی کوئی چیز اپنے اوپر استعمال نہیں کرتے تھے حتی کہ مدرسہ کے فرش پر بھی

Marfat.com

مدرسہ کے کام کے علاوہ نہ بیٹھے تھے، ان اکابر کے عمل ہی کا یہ اثر تھا کہ احقر نے حضرت استاذی مولانا سید ظہور الحق صاحبؒ کو دیکھا کہ جلسے کو موقع پر ناظم مطبخ ہوئے مگر گھانا گھر سے منگا کر کھاتے تھے۔

اس قسم کے سیکڑوں واقعات اپنے اکابر کے ہیں جو دیانت امانت تقویٰ کے ساتھ کام کر کے دنیا کے لئے ایک بہترین نمونہ چھوڑ گئے، آج کل مدارس کی چیزوں کو مال غنیمت سمجھا جاتا ہے جس کے قبضہ میں جو چیز آگئی ہو اس کو اپنی میراث سمجھتا ہے بلکہ اب اکثر لوگ مدرسے اسی ل ءقائم کرتے ہیں کہ آمدنی کا ایک آسان ذریعہ ہے۔

ایک بزرگ نے ایک طالب علم کا قصہ سنایا جو دہلی میں پڑھتے تھے اور ایک مسجد میں رہا کرتے تھے، اس محلہ میں ایک عورت اپنے کسی رشتہ دار کے یہاں ملنے کے لئے آرہی تھی ،اتفاق سے وہاں فرقہ دارانہ فساد ہو گیا اس کو پناہ کی جگہ وہی مسجد ملی، رات کا وقت تھا طالب علم اس کو دیکھ کر گھبرا گیا اور اس سے معذرت کی کہہ آپ کا یہاں رہنا مناسب نہیں لوگ دیکھیں گے تو میری ذلت ہوگی اور مسجد سے نکال دیں گے جس سے میری تعلیم کا نقصان ہوگا ،اس عورت نے حال بیان کیا اور کہا آپ بتایئے ایسی حالت میں جانے میں میری بے عزتی کا خطرہ ہے، طالب علم خاموش ہو گیا اور اس سے کہا کہ ایک کونے میں بیٹھ جا اور خود حجرہ میں مطالعہ میں مشغول ہو گیا، رات بھر مطالعہ میں مشغول اور اثناء مطالعہ بار بار چراغ کی بتی میں انگلی رکھ دیتا تھا، ساری رات اس طرح گزاری عورت یہ ماجرا دیکھتی رہی جب صبح قریب ہوئی تو طالب علم نے کہا فسادی اپنے اپنے گھر چلے گئے اس وقت راستہ صاف ہے اب چلئے میں آپ کے گھر آپ کو پہنچا دوں اس نے کہا کہ میں اس وقت تک نہ جاؤں گی جب تک آپ مجھے اس کا راز نہ بتادیں کہ آپ بار بار انگلی چراغ میں کیوں رکھ دیتے تھے طالب علم نے کہا آپ کو اس سے کیا غرض؟ آپ اس کے پیچھے نہ پڑیں مگر جب عورت مصر ہوئی تو اس نے کہا کہ شیطان بار بار میر دل میں وسوسہ ڈال رہا تھا اور بدکاری کی ترغیب

دے رہا تھا اس لئے میں انگلی رکھ دیتا تھا اور اپنے نفس کو خطاب کرتا تھا کہ اس دنیا کی معمولی سی آگ جب برداشت نہیں جہنم کی آگ پر کیوں دلیری کر رہا ہے اللہ کا پاک کا شکر ہے کہ اس نے میری حفاظت فرمائی اور عورت یہ سن کر اپنے گھر چلی گئی وہ مال دار کی لڑکی تھی اس کا رشتہ ایک مال دار لڑکے سے ہونے والا تھا اس نے اس رشتہ سے انکار کر دیا اور والدین سے کہا کہ میں فلاح طالب علم سے اپنا نکاح کروں گی والدین اور تمام اعزہ واقارب اس کو سمجھاتے تھے بہت سے لوگوں کو کچھ بدگمانی ہونے لگی جب اس عورت نے یہ ماجرہ دیکھا تو پورا قصہ سنایا اور کہا کہ میں اسی کے ساتھ نکاح کروں گی اس کے دل میں خدا کا خوف ہے اور جس کے دل میں خدا کا خوف ہوتا ہے وہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا آخر کار اس کا نکاح اس طالب علم سے ہو گیا اور وہ اس گھر کا مالک ہو گیا سچ ہے جو حرام سے بچتا ہے اللہ پاک حلال طریقہ سے اس کا انتظام فرماتے ہیں، آج کل کے طلباء میں بدعملی بڑھتی چلی جا رہی ہے تقویٰ دیانت امانت تواضع انکساری نام کو نہیں ظاہری اعمال تک کی پابندی نہیں پائی جاتی نماز جماعت تک کا اہتمام دباقی نہیں رہا ہمیشہ ذہن فساد ہی کی طرف جاتا ہے جب طالب علمی کی حالت میں اور اپنے دینی ماحول میں رہ کر اپنے کو نہیں بنا سکتے تو دوسروں کی زندگی کیا درست کریں گے؟ ''اللھم احفظنا و وفقنا لما تحب و ترضی۔''

ایک طالب علم نے بعد نماز عشاء تھوڑی دیر کے بعد ایک چراغ بجھا کر دوسرا چراغ جلایا اور مطالعہ کے لئے بیٹھ گیا، ایک بزرگ جو وہاں اتفاق سے موجود تھے اس کی وجہ دریافت کی ،طالب علم نے کہا: یہ مسجد کا چراغ تھا جتنی دیر اس کے جلنے کی اجازت ہے اتنی دیر اس کو جلاتا ہوں بعد میں اپنا تیل جلا کر مطالعہ کرتا ہوں، اس بزرگ نے دریافت کیا آپ کا کس اصلاحی تعلق ہے؟ حکیم الامت سے بزرگ نے کہا: اس کا یہی اثر ہونا چاہئے۔

طالب علم اگر واقعی چاہتا ہے کہ علم سے فائدہ اٹھائے اور دوسروں کو بھی نفع پہونچائے تو اپنی اصلاح سے کسی وقت غافل نہ رہے اس کی آسان صورت یہی ہے کہ کسی بزرگ سے اپنا

Marfat.com

اصلاحی تعلق قائم کرے اور ہر کام اس سے دریافت کرنے کے بعد کرے سیدی ومولائی حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب دامت برکاتہم نے ابوداؤد شریف کے سبق میں فرمایا کہ طالب علم اگر طالب علمی کے زمانہ میں صاحب نسبت نہ وا تو کچھ نہ ہوا۔ اس کے بعد فرمایا کہ مولانا ابرارالحق صاحب کو اللہ پاک نے طلاب علمی ہی کے زمانے میں یہ دولت عطا فرمائی تھی۔

اسی نسبت اور تعلق مع اللہ کا نتیجہ ہے کہ آج اصلاح امت کا۔۔۔۔۔۔۔اللہ پاک ان سے بہت بڑا کام لے رہے ہیں جس کا جی چاہے ہردوئی جا کر دیکھ لے۔

تعلیم المتعلم میں لکھا ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ملائکہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس می تصویر یا کتا ہو تو جب انسان اپنی تعلیم کو ملائکہ کے ذریعہ حاصل کرتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اخلاق ذمیمہ جو معاصی کہلاتے ہیں ان سے پرہیز کرے تا کہ یہ بری عادتیں اس کے علم میں رکاوٹ نہ بن سکیں۔

ایک جگہ لکھتے ہیں کہ طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ آداب وسنن کے معاملہ میں سستی وکاہلی سے کام نہ لے کیونکہ یہ طے شدہ امر ہے کہ جو شخص آداب میں کوتاہی کرتا ہے وہ سنتوں میں کوتاہی کرے گا اور سنتوں میں کوتاہی کا اثر یہ ہوگا کہ اس سے فرائض چھوٹیں گے اور ادائیگی فرض میں ذرا سی بھی غفلت آخرت کی نعمتون سے محرومی کی علامت ہے طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ نماز کثرت سے پڑھتا رہے اور خضوع وخشوع کا خاص طور سے خیال رکھے یہ چیز حصول علم میں مددگار اور برکتوں کا باعث ہوتی ہے!

اتباع سنت پر زور دیتے ہوئے ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ دو طالب علموں نے تحصیل علم کے لئے سفر کیا جو کہ ہم سبق تھے، دو سال کے بعد جب وہ اپنے گھر واپس آئے تو ایک فقیہہ کامل تھا اور دوسرا علم وکمال سے خالی تھا، شہر کے دوسرے علماء نے اس سلسلہ میں غور کیا اور دونوں کے حالات دریافت کئے تو معلوم ہوا کہ جو فقیہہ کامل ہیں اور اتباع سنت کا بہت

Marfat.com

زیادہ اہتمام کرتے تھے اور دوسرے صاحب ایسے نہ تھے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں استقامت میں باید کہ بر متابعت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام باشد و ہیچ مستحب و ادب فوت نشود" (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی واتباع پر مضبوطی وثابت قدمی دکھانی چاہئے اور کوئی مستحب اور ادب بھی فوت نہ ہونے پائے۔

عبداللہ بن مبارک کا حال بستان المحدثین" میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ملک شام میں کسی سے قلم عاریۃً لیا تھا اس کو دنیا بھول گئے اور اپنے وطن مرو آ گئے اس وقت خیال آپ تو اس قلم کو دینے کے لئے پھر ملک شام کا سفر کیا یہ بھی فرمایا کہ میرے نزدیک شک وشبہ کا ایک درہم واپس کرینا لاکھ درہم رہ خدا میں صرف کرنے سے بہتر ہے انتقال کے بعد صالحین میں سے کسی نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ ابن مبارک فردوس اعلیٰ میں پہونچ گئے۔

مصنف تحریر فرماتے ہیں کہ طالب علم کو چاہئے کہ کھانے پینے میں احتیاط برتے حلال روزی کھائے حرام سے بچے ارشاد باری تعالے ہے " یا ایھا الرسل کلوا من الطیبت واعملو صالحاً" مفسرین نے نکتہ لکھا ہے کہ اکل طیب کو اس لئے مقدم کیا کہ عمل صالح کرنے میں اکل طیب کو دخل ہے بغیر حلال روزی کے عمل صالح نہیں ہوتا۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے اللھم انی اسئلک رزقاً طیباً وعلماً نافعاً وعملاً متقبلاً ۔" (اے اللہ! میں آپ سے پاک رزق علم نافع اور قبول کے لائق عمل کا سوال کرتا ہوں) معلوم ہوا کہ پاک روزی کے بغیر علم نافع وعمل صالح کا حصول نہیں ہوتا۔

Marfat.com

اسلاف نے تقویٰ و پرہیز گاری کی بناء پر علمی حکمرانی کی

امام بخاریؒ کا تقویٰ

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا اس سے بھی زیادہ اہم چیز اجتناب عن المعاصی کا تھا کہ تقوی. تورّع، احتیاط کہ کوئی معصیت سرزد نہ ہو، بلکہ معصیت کے قریب بھی نہ پھٹکے۔

امام بخاریؒ نے کبھی کبھی کچھ تھوڑی سی بیع وشراء بھی کرلی ہے، شاید کسی مکان کی بات تھی یا کسی چیز کی تھی اس کو بیچنا چاہ رہے تھے۔ کچھ لوگ آئے اور کہا یہ ہمیں بیچ دیں، ہم آپ کو پانچ ہزار درہم نفع دیں گے، امام صاحب نے فرمایا کہ اچھا بھئی میں ذرا سوچوں گا، کل جواب دوں گا۔ کل آنے سے پہلے ایک اور پارٹی آگئی اس نے دس ہزار درہم نفع کی پیشکش کی۔ لوگوں نے کہا کہ یہ تو بہترین موقع ہے تو انہوں نے کہا کہ میں ان سے ابتدائی بات کرچکا ہوں جو پانچ ہزار کا نفع دے رہے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ ابھی بیع تھوڑی ہوئی تھی، آپ نے تو خود ہی کہہ دیا تھا کہ کل جواب دوں گا۔ فرمایا کہہ تو دیا تھا لیکن میرے دل میں کچھ نیت آگئی تھی کہ میں ان کو دے ہی دوں۔ لہٰذا مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میں پانچ ہزار درہم کی خاطر اپنی اس نیت کو خراب کروں۔ لہٰذا ان کو رد کردیا اور پہلے والوں کو بیچ دیا (انعام الباری)

حُسنِ سلوک اور بے نفسی

خود تو کئی کئی دن بغیر کھائے پیئے گذار دیا کرتے تھے اور کبھی صرف دو تین بادام کھالینا بھی ان کے لیے کافی ہوتا تھا لیکن دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کے معاملہ میں پیش پیش رہتے تھے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کو ہر ماہ پانچ سو درہم کی آمدنی ہوتی تھی یہ ساری رقم وہ فقراء ومساکین اور طلبہ ومحدثین پر خرچ کردیا کرتے تھے۔

بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ عبداللہ بن محمد صیارفی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امام کی باندی ان کے پاس سے گذری تو دوات کو ٹھوکر لگ گئی اور روشنائی گر گئی، امام نے باندی ...ھ بیٹھے،

Marfat.com

طرح چلتی ہو؟ باندی نے جواب دیا کہ جب راستہ ہی نہ ہو (چونکہ ہر طرف کتابیں پھیلی ہوتی تھی) تو کیا کیا جائے، یہ سن کر امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اذھبی فقد اعتقتک''، کسی نے کہا اے ابوعبداللہ! اس نے آپ کی شان میں گستاخی کی اور آپ کو ناراض کر دیا لیکن آپ نے اسے آزاد کر دیا؟ امام نے فرمایا کہ میں نے اس کام سے اپنے آپ کو راضی کر لیا (کشف الباری)

حدیث پر عمل کا اہتمام

عام طور پر محدثین کے یہاں اس کا بہت اہتمام ہوتا ہے کہ جو حدیث پڑھیں اس پر عمل کریں، چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''ما کتبت حدیثا الا و قد عملت به، حتی مر بی ان النبی صلی اللہ علیه و سلم احتجم و أعطی أبا طیبة دینارا، فأعطیت الحجام دینار أحین احتجمت''۔

اوراق بخاری کا بیان ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ تیراندازی اور نشانہ بازی کی مشق کے لیے بہت زیادہ نکلا کرتے تھے، میں نے اپنی زندگی میں صرف دو مرتبہ دیکھا کہ ان کا نشانہ خطا گیا ہے ورنہ ٹھیک ہدف پر وہ تیر پھینکتے تھے۔ایک مرتبہ فربر سے باہر تیراندازی کے لیے نکلے، تیراندازی شروع ہوئی تو امام کا تیر پل کی میخ پر جا لگا اور پل کو نقصان پہنچا، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ سواری سے اتر گئے اور میخ سے تیر نکالا اور لوٹ آئے، اور مجھ سے فرمایا کہ میرا ایک کام کر دو، پل والے کے پاس جا کر کہو کہ ہمیں یا تو نقصان کا ازالہ کرنے کی اجازت دے دے یا قیمت لے لے اور معاف کر دے۔ کہتے ہیں کہ پل کے مالک حمید بن الاخضر کو جب یہ بات پہنچی تو انہوں نے کہا کہ ابوعبداللہ کو میری طرف سے سلام کہو اور کہو کہ جو کچھ ہوا وہ معاف ہے اور یہ کہ اپنی تمام دولت اور جائیداد آپ پر قربان کرنے کے لیے تیار ہوں۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور بطور شکر اس دن پانچ سو حدیثیں سنائیں اور تین سو درہم صدقہ کیے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق و عادات

Marfat.com

مولانا کے اخلاق و عادات اس تفصیل سے تذکرہ نویسوں نے نہیں لکھے کہ ترتیب سے الگ الگ عنوان قائم کئے جائیں، اس لئے جستہ جستہ جن باتوں کا پتہ لگ سکا ہے، ہم بلاترتیب لکھتے ہیں۔

مولانا جب تک تصوف کے دائرے میں نہیں آئے ان کی زندگی عالمانہ جاہ وجلال کی شان رکھتی تھی۔ ان کی سواری جب نکلتی تھی تو امراء اور طلبہ بلکہ امراء کا ایک بڑا گروہ رکاب میں ہوتا تھا۔ مناظرہ اور مجادلہ، جو علماء کا عام طریقہ تھا، مولانا اس میں اوروں سے چند قدم آگے تھے۔ سلاطین اور امراء کے دربار سے بھی ان کو تعلق تھا۔ لیکن سلوک میں داخل ہونے کے ساتھ یہ حالت بدل گئی۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ ان کی صوفیانہ زندگی کس تاریخ سے شروع ہوتی ہے لیکن یہ قدر مسلم ہے کہ وہ بہت پہلے سید برہان الدین محقق کے مرید ہو چکے تھے، اور نو دس برس تک ان کی صحبت میں فقر کے مقامات طے کئے تھے۔ مناقب العارفین وغیرہ میں ان کے کشف وکرامات کے واقعات اسی زمانے سے شروع ہوتے ہیں، جب وہ تحصیلِ علم کیلئے دمشق تشریف لے گئے تھے۔ لیکن جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں مولانا کی صوفیانہ زندگی شمس تبریز کی ملاقات سے شروع ہوتی ہے۔ درس وتدریس، افتاء اور افادہ کا سلسلہ اب بھی جاری تھا لیکن وہ پچھلی زندگی کی محض ایک یادگار تھی۔ ورنہ وہ زیادہ تر تصوف کے نشے میں سرشار رہتے تھے۔

ریاضاتِ شاقہ

ریاضت اور مجاہدہ حد سے زیادہ بڑھا ہوا تھا۔ سپہ سالار برسوں ساتھ رہے ہیں، ان کا بیان ہے کہ میں نے کبھی ان کو شب خوابی کے لباس میں نہیں دیکھا۔ بچھونا اور تکیہ بالکل نہیں ہوتا تھا۔ قصداً نہ تھے۔ نیند غالب ہوتی تو بیٹھے بیٹھے سو جاتے۔

سماع کے جلسوں میں مریدوں پر جب نیند غالب ہوتی تو ان کے لحاظ سے دیوار سے ٹیک لگا کر زانو پر سر رکھ لیتے کہ وہ بے تکلف ہو کر سو جائیں۔ وہ لوگ پڑ کر سو جاتے تو خود اٹھ بیٹھتے،

Marfat.com

اور ذکر و شغل میں مصروف ہوتے۔ روزہ اکثر رکھتے تھے۔ آج تو لوگوں کو مشکل سے یقین آئے گا، لیکن معتبر رُوات کا بیان ہے کہ متصل دس دس، بیس، بیس دن کچھ نہ کھاتے تھے۔ نماز کا وقت آتا تو فوراً قبلہ کی طرف مڑ جاتے اور چہرہ کا رنگ بدل جاتا۔ نماز میں نہایت استغراق ہوتا تھا۔ سپہ سالار کہتے ہیں کہ بارہا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ اول عشاء کے وقت نیت باندھی اور دو رکعتوں میں صبح ہو گئی۔

ایک دفعہ جاڑوں کے دن تھے۔ مولانا نماز میں اس قدر روئے کہ تمام چہرہ اور داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ جاڑے کی شدت کی وجہ سے آنسو جم کر یخ ہو گئے، لیکن وہ اسی طرح نماز میں مشغول رہے۔ حج والد کے ساتھ ابتداء عمر میں کر چکے تھے۔ اس کے بعد غالباً اتفاق نہیں ہوا۔

بائیس سال بعد تکبیرِ اولیٰ فوت

آج جب کہ آپ کو دنیا سے اٹھے ہوئے دو سال ہو لئے۔ اگر مخلوق جمع ہو کر پوری ہمت خرچ کرے اور یادداشت کو پوری طرح کام میں لا کر مہینوں بھی سوچے تو انشاء اللہ ایک واقعہ بھی ایسا نہ نکال سکے گی جس میں آپ کی نماز کا قضا ہو جانا یا جماعت سے کاہلی وسستی یا کسی شرعی مسلم پسندیدہ امر سے ذرہ برابر بے رغبتی یا غفلت آپ کی ثابت ہوتی ہو۔ دیوبند کے جلسہ دستار بندی میں جب آپ تشریف لائے ہیں تو غالباً عصر کی نماز میں ایک دن ایسا اتفاق پیش آیا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب نماز پڑھانے کو مصلے پر جا کھڑے ہوئے مخلوق کے ازدحام اور مصافحہ کی کثرت کے باعث باوجود عجلت کے جس وقت آپ جماعت میں شریک ہوئے ہیں تو قرأت شروع ہو گئی تھی۔ سلام پھیرنے کے بعد دیکھا گیا تو آپ اداس اور چہرہ پر اضمحلال برس رہا تھا اور آپ رنج کے ساتھ یہ الفاظ فرما رہے تھے کہ "افسوس بائیس برس کے بعد آج تکبیر اولیٰ فوت ہو گئی"۔

تمام حرکات وسکنات سنت کے مطابق

Marfat.com

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے جملہ حرکات وسکنات خردونوش مسکن وملبوس نشست وبرخاست رفتار وگفتار غرض جملہ اوضاع واطوار قدرتی اور فطرتی طور پر اوس طریق حسن پر واقع ہوئے تھے جس کو متابعت سنت کے لحاظ سے خوب سیرتی اور حُسن خلق کہا جاتا ہے۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت داہنا پاؤں اول رکھنا اور باہر آتے وقت بائیں پاؤں کا پہلے نکالنا سنت کے موافق آپ کا ہمیشہ معمول رہا۔ لیکن دیکھنے والے امتحاناً اس پر نگاہ ڈالا کرتے تھے کہ شریعت نے مسجد سے باہر نکلتے وقت بائیں پاؤں کا پہلے نکالنا سنت قرار دیا ہے مگر اس کے ساتھ ہی جوتا پہننا اول دائیں پاؤں میں مسنون ومستحب گردانا ہے۔ پس دیکھیں حضرت مولانا ان دونوں بظاہر متضادین میں کیوں کر تطبیق دیتے ہیں؟ سو دیکھنے والوں نے دیکھا ہے کہ آپ جب مسجد سے باہر قدم رکھتے تو بایاں پاؤں باہر لاتے اور کھڑاؤن پر رکھ لیتے تھے اس کے بعد دایاں پاؤں مسجد سے باہر نکال کر اول اس میں کھڑاؤن پہنتے اور پھر بائیں پاؤں میں جو کھڑاؤن پر اول قدم رکھ لیا گیا تھا کھونٹی ڈالتے اور کھڑاؤن پہن کر چلتے تھے اور چلنے میں بھی داہنے سے ابتداء فرمایا کرتے تھے اس معمول میں غالباً مدت العمر تخالف نہیں ہوا اور کسی وقت بھی اس کے خلاف کسی شخص سے سننے میں نہیں آیا بھلا جس مقدس ذات کی عادات میں متابعت شرع اور مداومت مستحبات کا یہ حال ہو اس کی عبادات میں اتباع سنت کا کیا ٹھکانا ہے۔

مستحبات پر مداومت ودوام

حضرت مولانا قدس سرہ کے متوسلین کی جماعت کثیرہ میں غالباً ایک متنفس بھی ایسا نہ ہوگا جس نے اتباع سنت میں آپ کی اس درجہ پختگی اور مواظبت کو بنگاہ حیرت نہ دیکھا ہو آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والے صرف وہی لوگ نہ تھے جن کو آپ کے ساتھ حسن عقیدت ہو چکی تھی بلکہ ایسے حضرات بھی تشریف لاتے تھے جن کو کمال اتباع شرع کا شہرہ سن کر جانچ کرنے اور امتحان لینے کی ضرورت پڑتی تھی اور ایسے اصحاب بھی حاضر آستانہ

Marfat.com

ہوتے تھے جو بدعقیدگی لے کر آتے تھے مگر یہی اصل کمال یعنی سنت کے اتباع کی مثل عادت مواظبت ان کی ہدایت کا سبب بنتی اور دفعتہ ان کے اندرونی خیال کو پلٹ دیا کرتی تھی چنانچہ داروغہ اسد علی صاحب جو اسوقت پشاور میں انسپکٹر پولیس ہیں خود تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے پیر کی تلاش میں شاید ہندوستان کا کوئی صوبہ نہیں چھوڑا۔ جس وقت یہ طلب میرے دل میں پیدا ہوئی تو میں نے رخصت لی اور بنگال سے لے کر مدراس و دکن تک اور ادھر پنجاب و سرحد افغانستان سے لے کر بمبئی و ممالک متوسط تک گشت لگایا اس دوران میں بیسیوں درویشوں سے میری ملاقات ہوئی مگر جو بات میں دیکھنا چاہتا تھا وہ کہیں نظر نہ آئی یعنی کمال اتباع سنت" آخر مایوس ہو کر لوٹا کیوں کہ میرے ایام رخصت قریب الختم ہو چکے تھے واپسی میں مظفر نگر پہنچ کر اتفاقیہ حضرت مولانا کا تذکرہ ریل کے ایک مسافر کی زبانی میرے کان میں پڑا اور میں معمولی طور پر یہ سوچ کر کہ آؤ گنگوہ بھی دیکھتا چلوں کیا انداز ہے؟ حضرت امام ربانی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پہلی ہی حاضری میں میرا غنچہ دل کھلا اور یاس اُمید سے بدلتی چلی کیوں کہ جس کمال کو میں دیکھنا چاہتا تھا۔ ہر ہر وضع اور عادت میں امید سے زیادہ مجھ کو نظر آتا تھا۔ چنانچہ چند گھنٹہ میں میرے طویل سفر کا مقصود گوہر شہوار میرے ہاتھ آ گیا اور میں نے بیعت کی درخواست کی خدا کہ شکر ہے کہ میرا سوال رد نہ ہوا اور آج تک جو کچھ اس کا اثر ہے وہ قابل اظہار نہیں سچ ہے۔ ع : بن مانگے موتی ملے مانگے ملے نہ بھیک

حرمین کی خس وخاک سے محبت

انسان کو جب کسی کے ساتھ محبت ہوتی ہے تو اس کے تمام متعلقات سے الفت پیدا ہو جاتی ہے۔ چونکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے سواد قلب میں حق تعالیٰ شانہ اور جناب رسول اللہ ﷺ کی محبت راسخ ہو گئی تھی اس لئے حرمینِ شریفین کے خس وخاشاک تک آپ محبوب سمجھتے تھے اور خاص وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مدنی کھجوروں کی گٹھلیاں پسوا کر

Marfat.com

صندوقچہ میں رکھ لیتے اور کبھی کبھی سفوف بنا کر پھانکا کرتے تھے۔ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ ''لوگ حرمینِ شریفین کی چیزوں زمزمی کے ٹین اور تخم خرما کو یوں ہی پھینک دیتے ہیں یہ نہیں خیال کرتے کہ ان چیزوں کو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی ہوا لگی ہے'' مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں کی ایک مرتبہ مدنی کھجور کی گھٹلی پسی ہوئی حضرت نے صندوقچہ میں سے نکال کر مجھے عطا فرمائی کہ لو اس کو پھانک لو۔ایک مرتبہ مدینہ منورہ کی املی مجھے کھلائی اور ایک دفعہ مدینۃ الرسول ﷺ کی مٹی عطا فرمائی کہ لو اس کو کھالو۔میں نے عرض کیا کہ حضرت مٹی کھانا تو حرام ہے آپ نے فرمایا ''میاں وہ مٹی اور ہوگی''۔

مدینہ منورہ کی مٹی کھانے کا حکم

حضرت امام ربانی کا جی چاہتا تھا کہ ہر مسلمان حق تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اس درجہ محبت لئے ہوئے ہو کہ حرمین کی ہوا لگی ہوئی اشیاء کو جان سے زیادہ عزیز سمجھے مولوی اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا نے موم کی بتی کا ذرا سا ٹکڑا مجھے عطا فرمایا اور کہا کہ اس کو نگل جاؤ اور ایک بار غلاف کعبہ کے ریشم کا ایک تار ایثار فرمایا اور کہا کہ اس کو کھالو۔

محبتِ کاملہ پیدا ہوئے پیچھے ہر وہ ادا جس میں محبوبیت کا رنگ نہ ہو کیسی ہی چھوٹی ہو ایک بڑا پہاڑ معلوم ہوتی اور دل کو برچھی و تفنگ سے زیادہ صدمہ پہنچاتی ہے جن عورتوں نے زلیخا کو غلام کی طرف میلان میں احمق اور ضعیف المتہ خطاب دئے تھے حسن یوسفؑ کا نظارا کر کے چھری سے اپنے ہاتھ تراش لئے اور ''اِنْ ھٰذَا اِلَّا مَلَکٌ کَرِیْمٌ'' پکار اٹھیں اسی طرح اہل حق کی جو ادائیں آج نظر میں کھٹکتی ہیں خدا کرے کہ دل کو چاٹ اور محبت کا چسکا لگ جائے اس وقت پوچھا جائے کہ ایسی خفیف اور معمولی باتوں پر کیوں نظر ہے جن کے ترک سے مسلمان کافر نہیں ہوتا؟ حضرت امام ربانی کا سنت مصطفویہ ﷺ کے ساتھ عشق اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ آپ کو عربی مہینے چھوڑ کر بلا ضرورت انگریزی مہینوں کا استعمال بھی گراں گزرتا تھا۔

Marfat.com

مولوی اسمعیل صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے کہ کسی شخص نے پوچھا گوالیار کب جاؤ گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جولائی کی فلاں تاریخ کو۔ حضرت مولانا نے تاسف سے ارشاد فرمایا کہ اور ماہ تاریخ نہیں جو انگریزی مہینوں کا استعمال کیا جاوے" یہی وجہ ہے کہ حضرت کی تحریرات میں کہیں انگریزی یا ہندی مہینوں کا نام نہیں اسی طرح منطق وفلسفہ کے ساتھ آپ کا تنفر عداوت کے درجہ پر پہنچا ہوا تھا۔ ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرا جو مرید اور شاگرد فلسفہ کا شغل رکھے گا وہ میرا مرید اور شاگرد نہیں۔ اس کے بعد ایک قصہ نقل فرمایا کہ ایک انگریز لندن سے لکھنؤ میں حاکم ہو کر آیا اس کو معلوم ہوا کہ یہاں مولوی بہت ہیں اور علم کا بہت چرچا ہے اس نے علماء کو طلب کیا اور ہر ایک سے دریافت کیا کہ تم کو کس کس علم میں دستگاہ ہے؟ ہر ایک نے منطق وفلسفہ کا ذکر کیا۔ وہ سن کر خاموش ہو گیا پھر اتفاق سے وہی انگریز دہلی میں تبدیل ہو کر آیا۔ یہاں بھی علماء کی کثرت اس کو معلوم ہوئی دہلی کے مولویوں کو بھی اس نے بلا کر وہی سوال کیا کہ کون سے علم میں دستگاہ ہے؟ یہاں بھی اکثر کی زبانی منطق وفلسفہ ہی کا نام نکلا صرف ایک عالم نے کہا کہ مجھے علم فقہ آتا ہے اس پر وہ انگریز بہت خوش ہوا اور کہا بس تم عالم ہو کیوں کہ فلسفہ اور منطق کے عالم تو دنیا کے عالم ہیں اپنے دین کے عالم نہیں یہ علم تو ہم میں بھی ہے بلکہ تم سے زیادہ۔

حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کا وعدہ نبھانا

ایک مرتبہ حضرت نے میرٹھ تشریف لانے کے لئے وقت مقرر فرما کر خط کے ذریعہ مجھے اطلاع دیدی، اتفاق سے تمام رات اتنی شدید بارش رہی کہ گھر سے نکلنا مشکل تھا۔ میں نے اسٹیشن پر حاضری کا قصد کیا تو دوستوں نے احمق بنایا کہ اَبر اتنا غلیظ و وسیع ہے کہ یہ موسلا دھار بارش سوسول سے کم نہیں۔ ایسی حالت میں حضرت کا گھر سے چلنا وہم میں بھی نہیں آتا بالخصوص جبکہ کوئی شدید ضرورت بھی محرکِ سفر نہیں ہے۔ ہر چند کہ دل میرا بھی مانا تھا کہ اس حالت میں سفر ہرگز نہ ہوگا مگر بارہا حضرت کے وعدہ پر جماؤ اور پختگی کا تجربہ ہو چکا

تھا اسلئے محض واہمہ پر چل نکلا اور شدتِ بارش کی وجہ سے کوئی سواری بھی نہ ملی تو پیدل روانہ ہو گیا۔ اسٹیشن پہنچتے ہی گاڑی آئی اور حضرت نظر آئے کہ کھڑکی سے منہ نکالے جھانک رہے ہیں۔ میں نے اپنی حاضری پر اس وقت حق تعالیٰ کا بہت بہت شکر ادا کیا اور حیران ہو گیا کہ مجھ کو جوان ہو کر اسٹیشن تک آنا مشکل تھا اور حضرت بزمانہ پیری سہارنپور سے سفر کر رہے اور وقتِ موعود پر پہنچ رہے ہیں۔ وہم ہوا کہ شاید سہارنپور میں بارش کا یہ زور شور نہ ہو مگر حضرت نے گاڑی سے اترتے ہی سینہ سے لگا کر فرمایا کہ تو نے کیوں تکلیف کی۔ بارش تو چلتے وقت وہاں اتنی تھی کہ دروازہ سے باہر آنا مشکل تھا مگر وعدہ کر چکا تھا خیال ہوا کہ دوستوں کو انتظار کی تکلیف ہو گی اسلئے بند گاڑی کرایہ کی منگا کر اسٹیشن پر آیا اور جوں توں کر کے سوار ہی ہو گیا۔

وعدہ کا پاس اور پابندی اوقات

دو چار، دس بیس نہیں بلکہ صدہا واقعات ایسے ملیں گے جن میں ہر واقعہ اس کی مستقل شہادت ہے کہ پابندیٔ وقت اور ایفاءِ وعدہ کا اہتمام آپ کی طبیعتِ ثانیہ بن گیا تھا، اور کوئی صعوبت کیسی ہی دشوار کیوں نہ ہو آپ کی ہمت اور حوصلہ کو داب نہیں سکتی تھی۔ پھر کیا پوچھنا حاضریٔ مدرسہ اور پابندیٔ اسباق کا جو کہ آپ کا فریضہ منصب اور سارے کاموں میں اصل تھا کہ اس کی پابندی نے تو تمامی مدرسہ کو وقت کا پابند بنا دیا تھا اور بغیر اس کے کہ کوئی نگرانی کرے ہر چھوٹا بڑا اپنے وقت پر مدرسہ میں موجود اور خدمتِ مفوّضہ میں مشغول نظر آتا تھا۔ آپ کا غایتِ مقصود یہ تھا کہ تمامی نصاب سال بھر کا ہر مدرسہ کے پاس ایسے ماہوار اوسط سے پورا ہو کہ ختم سال پر نہ کوئی سبق بچے اور نہ آخر سال میں ختم کتاب کی خاطر زیادہ زیادہ سبق ہو کہ پڑھنے والوں کی سمجھ میں بھی نہ آئے۔

با وضو رہنا

آپ ہر وقت باوضو رہتے اور اسلئے عصر سے قبل وضو کرنے کا اتفاق کم ہوتا تھا۔

نماز میں سنت واستحباب کی رعایت

حضرت کو نماز کے ہر جزو میں سنت واستحباب کی رعایت اور فقہاء حنفیہ کے اتباع کا اہتمام تھا۔ ایک مرتبہ مولوی ظفر احمد صاحب سے فرمایا مولوی ظفر تم ظہر کی نماز میں طوال مفصل نہیں پڑھتے؟ عرض کیا کہ نہیں بلکہ اوساط پڑھتا ہوں۔ فرمایا کہ فقہاءِ حنفیہ تو فجر وظہر دونوں میں طوال کو سنت فرماتے ہیں اس کی رعایت کیا کرو۔ اس روز مولوی صاحب نے نمازِ ظہر میں سورۂ ق پڑھ دی جو نمازیوں پر بار ہوئی۔ بعد نماز حضرت نے فرمایا میرا یہ مطلب نہ تھا کہ فجر و ظہر کی قراءت برابر کرو بلکہ فجر کی اطول ہونا چاہئے اور ظہر کی کم۔ دیکھو طوال میں سورۃ التکویر اور سورۃ الانفطار بھی تو ہے ظہر میں طوال کی ایسی ہی سورتیں پڑھا کرو۔

ایک بار فرمایا کہ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں حضور اکرم ﷺ کی عادت تھی کہ الم تنزیل السجدہ اور سورۃ الدہر پڑھا کرتے تھے شافعیہ نے تو اس کا واجب کی طرح التزام کر لیا کہ کبھی ترک ہی نہیں کرتے اور حنفیہ نے اس کے ترک کا التزام کر لیا کہ کبھی نہیں پڑھتے۔ دونوں فعل سنت کے خلاف ہیں اولیٰ یہ ہے کہ جمعہ کے دن ان کو اکثر پڑھا جائے احیاناً ترک بھی کر دے۔ مولانا نے کہا حضرت میرے نہ پڑھنے کا سبب یہ ہے کہ مجھے سورۃ الم تنزیل حفظ نہیں۔ ہنس کر فرمایا پھر حفظ کر لو کوئی بڑی سورت نہیں ہے، تیس ہی آیتیں ہیں۔ غرض حضرت کو نماز کی تعدیل وتحسین کا خاص اہتمام تھا جس کی وجہ سے حضرت کی نماز قابل دید تھی جس کو ہر وارد وصادر تعجب سے دیکھتا اور سبق لیا کرتا تھا کہ نماز ایسی ہونی چاہئے۔

Marfat.com

دونوں ہاتھوں سے مصافحہ

ایک بار آپ ٹونک تشریف لے گئے اور بندہ ہمراہ تھا۔ چند اہلِ حدیث ملنے آئے اور ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا۔ حضرت نے مصافحہ میں حسبِ عادت دونوں ہاتھ بڑھائے اور مسکرا کر فرمایا کہ مصافحہ اس طرح سے ہونا چاہیئے۔ وہ بولے حدیث میں ہے صحابی کہتے ہیں وکان یدی فی یدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ نبی کریم کے دونوں ہاتھوں میں تھا۔ آپ نے بیساختہ فرمایا پھر متبع سنت ہم ہوئے یا تم؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہوتے ہوئے صحابی کے اتباع کی ضرورت؟

تواضع

خودداری اور کبر وغرور میں باہمی فاصلے اس قدر مختصر ہیں کہ انسانی زندگی کا یہ کمال (خودداری) کبر وغرور کے نقص کے ساتھ بڑی تیزی سے مل جاتا ہے۔ وہ سعید زندگی اس بوقلموں عالم میں بہت کم نظر آئے گی جس کی خودداری تکبر ونخوت کی پرچھائیوں سے صاف اور بے داغ ہو۔ فریبِ نفس کے کتنے وہ مریض ہیں جو رذائل کی راہوں کے مسافر لیکن خود کو خودداری کے انسانی جوہر سے متصف گردان رہے ہیں نفس کی یہ وہی کمزوری ہے جس پر صدیوں بھی انسان کو اطلاع نہیں ہوتی۔

حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا اساتذہ کا احترام کرنا

ترقی یافتہ اس زمانہ میں استاد اور شاگرد کے درمیان اس رشتہ اخلاص وعقیدت کو سمجھنا وسمجھانا کس قدر مشکل ہے جو آج سے نصف صدی پہلے انقیاد واطاعت اور ادب واحترام کے روح افزا منظر دیکھنے میں آتے۔ یہ تعلق حصولِ علم کی سنگلاخ وادیوں کا سفر نرم اور سبک بنا دیتا۔ نتیجہ میں علم وعمل میں برکات کا ایک باب کھلتا۔ انگریزی تہذیب وتمدن اور جدید تعلیم کا نظام جب تعفن بدوش ہندوستان میں داخل ہوا تو صدیوں کی یہ روایات الٹ کر رہ گئیں۔ پہلے

Marfat.com

طلباء استاد کی طرف سے ایک لفظ کا بھی افادہ اپنے حق میں نعمتِ غیر مترقبہ سمجھتے، اب طلباء سکون کے ساتھ درس بیٹھ کر سن لیں استاد کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں، ماضی کا استاد تخت نشین ہوتا اور طلباء کی جماعت بوریا نشین۔ اب کالجوں میں پروفیسر کھڑا ہوا ہے اور پڑھنے والے کرسیوں پر۔ گذشتہ دور نے یہ تخیل پیدا کیا تھا کہ استاد کے زبان سے نکلے ہوئے ایک لفظ کی قیمت ادا نہیں کی جاسکتی اور اس وقت ٹیوشن کی معمولی فیس استاد کے پورے علم کو خرید سکتی ہے۔ روایات کے اس انقلاب نے علم کی کائنات کو تہ و بالا کر دیا مگر اس دور کو دیکھ کر گذشتہ پچاس سالہ عہد اور اس سے پہلے کی مسلسل تاریخی کڑیوں کو ایک دوسرے پر قیاس نہ کیجئے جو زمانہ گذر چکا اس میں سعادت مندوں کا یہ اعلان تھا ''جس نے مجھے ایک حرف سکھایا میں اس کا ہمیشہ کے لئے غلام بن گیا۔'' مولانا انور شاہ کشمیری اس مبارک عہد کے پیداوار تھے جب شاگردی رشتہ غلامی کا دوسرا نام تھا حد تو یہ ہے کہ آپ نے فضل و کمال اور شہرت و امتیاز کے اس زمانہ میں بھی جبکہ آپ کی شہرت کا آفتاب نصف النہار پر پہنچا ہوا تھا اپنے اساتذہ کے احترام اور عقیدت میں کوئی فرق نہیں آنے دیا مولانا محمد انوری لائل پوری کا بیان ہے کہ ''حضرت شاہ صاحبؒ دار العلوم کے صدر مدرس تھے جو اس علمی درسگاہ کا سب سے بڑا عہدہ ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ مالٹا کی اسارت کے بعد دیوبند واپس ہوئے میں اپنے والد مرحوم کے ہمراہ دار العلوم میں داخلہ کیلئے دیوبند پہنچا، حضرت شاہ صاحبؒ کی زیارت کا اب تک موقعہ نہیں ملا تھا لیکن آپ کی علمی عظمت کا احساس آپ کے سینکڑوں تلامذہ سے سن کر دل و دماغ پر غالب تھا۔ دیوبند پہنچنے کے بعد میرے والد مجھے لے کر آستانۂ شیخ الہندؒ پر پہنچے، گرمی کا زمانہ تھا اور ظہر کی نماز ہو چکی تھی، حضرت کی مردانہ نشست گاہ میں ایک ہجوم حضرت کو چہار طرف سے گھیرے ہوئے بیٹھا تھا چھت میں لٹکے ہوئے پنکھے کو ایک صاحب کھینچ رہے تھے جن کا پرانوار چہرہ اس پر معصومیت و نورانیت، شکوہ علم اور جلالت علمی کی ملی جلی کیفیات دعوت نظارہ دیتیں، یہ صاحب پنکھا کھینچتے ہوئے چپکے چپکے

Marfat.com

لوگوں سے کہتے ذرا ہٹ کر بیٹھئے کہیں حضرت کو تکلیف نہ ہو۔ والد نے میرے کان میں چپکے سے کہا کہ یہ پنکھا کرنے والے حضرت مولانا انور شاہؒ دارالعلوم کے صدر مدرس ہیں یہ سن کر میرے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی کہ جس ذاتِ گرامی کی علمی شہرتوں سے عالم گونج رہا ہے اور جس کے خود اپنے شاگرد اس مجلس میں موجود ہیں، کس عقیدت اور احترام کے ساتھ اپنے استاد کی خدمت میں مصروف ہے۔''

اللہ اللہ جس نامور کے بے پایاں فضل وکمال کی شہرت سن کر دنیا کھنچی چلی آتی تھی اسے اپنے استاد کی ایک معمولی خدمت بجالانے میں کوئی حجاب تھا اور نہ کوئی عار، مجھ ہی سے غالباً آپ سن چکے ہیں کہ اپنے استاد حضرت مولانا اعزاز علی صاحب سے بارہا سنا کہ ''شاہ صاحبؒ جب حضرت شیخ الہندؒ کے سامنے آتے تو احتراماً اتنے جھک جاتے کہ ہمیں آپ کے گرنے کا اندیشہ ہوتا''۔

اس سے زیادہ حیرت انگیز واقعہ وہ ہے جو دیو بند کے ایک مشہور طبیب اور شیخ الہندؒ کے ایک خاص شاگرد حکیم صفت احمد صاحب سے سننے میں آیا جس کی تفصیل خود حکیم صاحب کے لفظوں میں یہ ہے کہ ''مالٹا سے تشریف لانے کے بعد دو پہر کو معمولاً میری حاضری شیخ الہندؒ کے یہاں ہوتی حضرت اس وقت کچھ آرام فرماتے اور میں آپ کا بدن دابتا ایک روز حضرت چادر اوڑھے ہوئے استراحت فرما رہے تھے اور میں حسبِ دستور بدن دبا رہا تھا کہ اچانک شاہ صاحبؒ تشریف لائے آنے کو تو آگئے لیکن یہ دیکھ کر کہ حضرت آرام فرما رہے ہیں بڑی تشویش میں مبتلا ہو گئے کچھ لمحات ایسے گذرے کہ اپنے سانس کو اس طرح روکے رہے جیسا کہ آپ زندہ ہی نہ ہوں یہ ساری کوشش اس لئے تھی کہ حضرت استاد کو کسی تیسرے کی موجودگی کا احساس ہو کر آرام میں خلل نہ آئے۔''

اس واقعہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ خدائے تعالیٰ سعید شاگردوں کی فطرت کس انداز پر ڈھالتے ہیں۔ عقیدت واحترام کی یہ ساری سنتیں اس وقت اور ہی حیرت انگیز معلوم ہوں گی

Marfat.com

جب آپ کے پیشِ نظر یہ بھی ہو کہ حضرت شیخ الہندؒ اپنے تلامذہ میں اس مایہ ناز شاگرد کے وفور علم کے سب سے زیادہ قائل تھے بلکہ بات اسی حد تک نہیں تھی معتبر روایتوں سے یہیں تک ثابت ہے کہ اکثر علمی مسائل میں خاص طریقہ یہ تھا کہ اپنے اس شاگرد کو مخاطب فرما کر ارشاد ہوتا۔

شاہ صاحب فلاں حدیث کے متعلق یہ توجیہ ذہن میں آتی ہے مگر اس لئے اظہار نہیں کرتا کہ کوئی حوالہ موجود نہیں ہے ماشاء اللہ آپ کا مطالعہ بہت وسیع ہے کیا متقدمین میں سے کسی نے یہ بات لکھی ہے جو میرے ذہن میں آئی ہے''۔

اور یہ جلیل شاگرد گردن جھکائے ہوئے عرض کرتا ہے کہ ''ہاں حضرت فلاں عالم کی اس حدیث سے متعلق یہی رائے فلاں کتاب میں موجود ہے''۔

جس خصوصیت اور امتیاز سے اپنے اس شاگرد کو خود استاد کی جانب سے سرفراز کیا جا رہا تھا کبر وغرور میں دھکیل دینے کے لئے یہ سب کچھ کافی تھا لیکن ایک سعادت اطوار شاگرد کے عقیدت مندانہ اور شاگردانہ طرز عمل میں کوئی فرق پیدا نہ ہوا۔ والدہ سے بارہا سنا کہ شاہ صاحب کا وقار، سنجیدگی، ضبط وتحمل دیدنی تھا لیکن جس روز حضرت شیخ الہندؒ کی وفات ہوئی تو حضرت کے دفن کے بعد شاہ صاحب گھر واپس ہوئے تو اس سانحہ پر آپ کی بے قراری واضطراب کو دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔''

اور خیر یہ تو آپ کا معاملہ شیخ الہند سے تھا جو سب سے بڑے استاد بلکہ استاد الاساتذہ تھے۔ آپ کی نیاز مندی وشاگردانہ سعادت تمام ہی اساتذہ کے ساتھ اسی نوعیت کی تھی۔ مولانا منفعت علی صاحب دیوبندی جو دار العلوم کے استاد تھے۔ سنا گیا ایک دنیا دار طرز ہی کی شخصیت کے مالک تھے۔ جس زمانہ میں والد مرحوم دہلی میں ''مدرسہ امینیہ'' کے صدر مدرس تھے اور آپ کا عُسر وتنگدستی عروج پر تھا۔ مولانا منفعت علی کسی ضرورت سے دہلی گئے اور انہیں کے پاس ''سنہری مسجد'' میں فروکش ہوئے۔ جب دیوبند واپس ہونے لگے تو دہلی کے

Marfat.com

اسٹیشن تک مشایعت مروت کا تقاضا تھا مگر شاگرد کے پاس سواری کے لئے چند پیسے بھی نہیں تھے مولانا اعزاز علی صاحب کا بیان ہے کہ "استاد کو ایکہ پر سوار کر دیا اور شاہ صاحب پیچھے دوڑتے تھے۔"

آج کے اس زمانہ میں یہ روایتیں افسانہ ہی کیوں نہ معلوم ہوں لیکن تاریخ کے جھرونکوں سے جنھوں نے استاد اور شاگرد کے درمیان شفقت وعقیدت کے پرانے منظر جھانک کر دیکھے ہیں وہ ان واقعات کو واقعات ہی کا درجہ دیں گے اور یہ معاملات تو ایسے حالات میں پیش آئے کہ عقیدت کے دامن پر تلخی وبدمزگی کی کوئی پرچھائیں پڑنے نہ پائی تھیں، دارالعلوم دیوبند کے داخلی قضیہ کے داران مولانا اعزاز علی صاحبؒ سے براہ راست یہ روایات میں نے سنی کہ شاہ ہنگامہ کے شبابی اوقات میں دیوبند سے کشمیر روانہ ہوئے اور کشمیر میں طویل قیام کے بعد جب دیوبند واپسی ہوئی تو مولانا حافظ احمد صاحب ابن حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی نے تعلقات میں پیدا شدہ فاصلہ کو سمیٹنے کی ایک نئی صورت نکالی۔ حافظ صاحب حضرت شاہ صاحبؒ کے استاد بھی تھے۔ جس روز شاہ صاحب کشمیر سے دیوبند پہنچے تو حافظ صاحب تنہار ہائشی مکان پر پہنچ گئے شاہ صاحب حافظ صاحب کو تشریف لاتے ہوئے دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے، حافظ صاحب نے کھڑے کھڑے فرمایا کہ "شاہ صاحب آپ پر میرا کچھ حق ہے یا نہیں؟"

شاگرد سرو قد کھڑا ہو گیا اور عرض کیا کہ "حضرت اگر آپ میری چمڑی کو جوتہ بنا کر پاؤں میں پہن لیں تو بھی آپ کا حق ادا نہیں ہو سکتا"۔

استاد کا منور چہرہ ایک سعادت مند شاگرد کا جواب سن کر مسرتوں سے جگمگا گیا۔ حکم ہوا اگر یہ بات ہے تو ابھی دارالعلوم تشریف لے چلئے، بلا چوں وچرا اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ اس سلسلہ کا یہ واقعہ بھی عبرت انگیز ہوگا کہ مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی آپ کے باقاعدہ اور رسمی استاد نہیں تھے لیکن شاہ صاحبؒ کا ان کے ساتھ معاملہ شاگردانہ ہی شکل لئے ہوئے تھا چنانچہ جب

Marfat.com

دارالعلوم کا قضیہ ایک مکمل اسٹرائک کی شکل اختیار کر گیا تو کسی طالب علم نے ایک قلمی پوسٹر جس میں مہتمم دارالعلوم پر ناروا تنقید کی گئی تھی دارالعلوم میں چسپاں کیا۔ مولانا ادریس صاحب سکھر ڈودی جو آپ کے خاص خادم تھے ان کی روایت ہے کہ ''فجر کی نماز کے وقت میں مولسری کے کنویں پر پانی لینے گیا تو یہ پوسٹر وہاں نظر پڑا۔ میں پوسٹر کو اتار کر شاہ صاحب کی خدمت میں لایا آپ نے پڑھا تو بیحد مکدر ہوئے اور فجر کی نماز دارالعلوم میں ادا فرما کر طلباء کو خطاب فرمایا اس خطاب میں خصوصی ارشاد یہ بھی ہو کہ ''مولانا حبیب میرے استاد نہیں، لیکن میں انہیں استاد کی طرح مانتا ہوں جو شخص میرا احترام کرتا ہے اس ممدوح کا بھی احترام کرنا چاہیے۔''

والدہ کی روایت یہ ہے کہ ''اساتذہ کے اہل وعیال میں سے اگر کوئی ہمارے گھر آتا تو ان کے ادب واحترام میں کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھتے۔''

خدائے تعالیٰ نے اس حُسنِ اخلاص، حسن نیت، حسن عمل کا ثمرہ اس طرح عنایت فرمایا کہ بلاشہ آپ کے تلامذہ کو آپ کے ساتھ جو تعلق اور عقیدت ہے دورِ حاضر میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ گویا کہ خدمت سے مخدومیت تک پہنچنے کا مشہور مقولہ آپ کی زندگی میں اپنی تمام سچائیوں کے ساتھ جلوہ نما رہا۔

حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور کتاب کا ادب

اساتذہ کے ساتھ آپ کی سعید طبیعت کتاب کا بھی بھرپور احترام کرتی ایک مرتبہ خود فرمایا کہ ''میں نے سات سال کی عمر کے بعد دین کی کسی کتاب کو وضوء کے بغیر ہاتھ نہیں لگایا'' بلکہ اس سے آگے کی بات یہ ہے کہ ''کتاب کو مطالعہ میں کبھی اپنے تابع نہیں کیا جس نشست پر بیٹھ کر کتاب کا مطالعہ کرتا ہوں اگر حاشیہ دوسری جانب ہوتا ہے تو کتاب کو گردش دے کر حاشیہ اپنے سامنے کرنے کی کوشش نہیں کی کتاب کی ہیئت بدلے بغیر خود اپنی نشست بدل کر حاشیہ کی جانب آبیٹھتا ہوں۔''

Marfat.com

جاننے والے جانتے ہیں کہ کتاب کے احترام کے سلسلہ میں یہ اہتمام پچھلوں میں تو درکنار اگلوں میں بھی خال خال شخصیتیں اس سعادت سے سرفراز نظر آئیں گی۔

دیکھنے میں یہ بات معمولی ہے لیکن اپنے ثمرات و برکات کے اعتبار سے بیحد وقیع، عرض کرنے کو تو یوں جی چاہتا ہے کہ جن فیروز بخت لوگوں کو خدائے تعالیٰ اپنے خصوصی انعام سے سرفراز کرنا چاہتے ہیں ان کی طبیعتیں اسی طرح کے حسین رخوں پر ڈال دی جاتی ہیں اور وہ تیرہ بخت جو اساتذہ کی بے احترامی، درسگاہوں کی بے وقاری کے مظاہرے قدم قدم پر کر رہے ہیں۔ان کا یہ سارا عمل بدقسمتی کا ایک جلی عنوان ہے۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ علیہ کی شفقت

حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کی شفقت علی الخلق کا کیا ٹھکانا ہے کہ ایک مدت تک حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ نے جانوروں تک کے لئے دعا مانگی ہے لیکن چونکہ ایسی دعا نہ اس وقت کسی حدیث میں یاد آئی تھی نہ کہیں سلف سے منقول دیکھی تھی اس لئے احتیاطاً چھوڑ دی لیکن بعد کو بہائم کیلئے بھی دعا کرنا ایک حدیث مین نظر سے گزرا چنانچہ خود حضور سرور کائنات ﷺ سے یہ دعا منقول ہے ''اللھم اسق عبادک وبھیمتک وانشر رحمتک واحی بلدک المیت'' (ابوداؤد عن دعاء صلی اللہ علیہ وسلم فی الاستقاء)

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق وتواضع

اخلاق وظاہرداری کی جنس اس بازار میں نایاب نہیں لیکن اگر یہ شرط لگا دی جائے کہ اخلاق ومدارات، ایمان واحتساب کے ماتحت ہو، شریعت کے اصول کے مطابق ہو اور سنت کے موافق تو یہ جنس کم یاب ضرور ہو جاتی ہے۔

مولانا کا اخلاق کے متعلق نظریہ تھا کہ اخلاق جب تک جناب محمد ﷺ کے قدموں کے نیچے نہ آئیں وہ اخلاق نہیں، کئی بار یہ واقعہ سنایا کہ شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمود حسن

Marfat.com

صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مالٹا سے رہا ہو کر تشریف لائے تھے، ایک دعوت میں میں بھی تھا اور حضرت کے پاس بیٹھا تھا، صاحب دعوت دیر تک کسی انگریز افسر کی خوش اخلاقی کا تذکرہ اور اس کے حسن اخلاق کی تعریف بڑے ذوق ومحویت کے ساتھ کرتے رہے مولانا نے دیر تک صبر وضبط کے ساتھ سنا مگر طبیعت پر بہت گرانی ہوئی مجھ سے آہستہ سے فرمایا کہ کیا کافر کے بھی اخلاق ہوتے ہیں؟

حدیث پر نظر ہونے کے بعد مولانا کی خدمت میں رہ کر اس کا اندازہ وہ سکتا تھا کہ کن اخلاقی باریکیوں پر مولانا کی نظر ہے اور روزمرہ کے سلوک ومعاملہ اور نشست وبرخاست میں کس قدر ان کی رعایت ہے، اس خاکسار نے اپنے مدرسہ کے چند طلبہ کو جو مولانا کی خدمت میں ٹھہرے ہوئے تھے ایک مرتبہ لکھا تھا کہ آپ لوگوں نے حدیث پڑھی اب غور سے دیکھئے کہ اخلاق ومعاملت کی حدیثوں پر کس طرح عمل ہوتا ہے۔"

مولانا نے ایک دوست کو ایک خط میں لکھا تھا:۔

"مسلمان کتنے ہی کم درجہ کا ہو عظمت سے اُس کی طرف نگاہ کی مشق کرو۔"

یہ مشق مولانا کی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ بے عمل سے بے عمل اور پست سے پست درجہ مسلمان ان کی نگاہوں میں معظم ومحترم تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مولانا اس کو اپنے سے افضل اور اللہ کے یہاں زیادہ مقبول سمجھتے ہیں، ہر مسلمان سے ملتے وقت ان کی نگاہ ہمیشہ اس کی صفت اسلام اور ذرہ ایمان پر ہوتی تھی اور اس کے سارے عیوب اور کمزوریوں کا احساس اور مشاہدہ اس ایمان کی توقیر واحترام سے ہمیشہ مغلوب ہو جایا کرتا تھا، ان کی یہ قوت تمیز اس بارہ میں اتنی بڑھ گئی تھی کہ وہ آسانی سے ایک آدمی میں خیر وشر کے شعبوں کو ممتاز کر لیتے اور اپنی نگاہ خیر کے شعبہ پر مرکوز کر کے اس کی توقیر واحترام کرتے، ایک مرتبہ ایک شخص سے ملنے کے بعد فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ اس شخص نے ایک دینی جماعت اور ادارہ کو سخت نقصان پہنچایا ہے جس کا مجھے سخت درد ہے لیکن میں اس کے علم سے بھی واقف ہوں اور میں

Marfat.com

نے صرف اس کے علم کی تعظیم کی ہے۔
مولانا کا "اٰتِ کُلَّ ذِیْ حَقٍّ حقّہٗ اور أَنزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ" پر بڑا عمل تھا، اہل فضل اور اہل علم کی حد درجہ توقیر فرماتے اور "مَنْ لَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا وَلَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا فَلَيْسَ مِنَّا" کے ماتحت ان کے اکرام واعزاز کی بڑی تاکید فرماتے، ان کو ان کے مراتب کے مطابق شایان شان جگہ پر بٹھاتے، عام فرش کے باوجود ان کے بیٹھنے کیلئے خاص طور پر کپڑا بچھا دیتے اور کوئی امتیازی سلوک ضرور فرماتے، ان کے سامنے اتنی تواضع فرماتے کہ ناواقف آدمی کو پہچاننا مشکل ہو جاتا، باہر سے بڑی بڑی جماعتیں آتیں لیکن مولانا اپنی نگاہ مردشناس اور ذکاوت حس سے آنے والوں کی حیثیتوں اور فرق مراتب کا احساس کر لیتے یا کسی ذریعہ سے اس کا اندازہ ہو جاتا اور ہر ایک کے ساتھ اس کے شایان شان معاملہ فرماتے بہت کم لوگوں کو اس کی شکایت ہوتی کہ ان کی طرف التفات نہیں ہوا، اس چیز کا اتنا اہتمام تھا کہ آخری علالت میں کہ دل و دماغ اپنے کام کی فکروں میں اور جسم بیماریوں اور اس کی تکلیفوں میں مشغول تھا اور کھانے پینے کا بھی پورا حس باقی نہیں تھا اس بات سے غفلت نہ تھی۔

حافظ محمد حسین (اجراڑا والے) ایک معذور سے بزرگ ہیں اور مولانا گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خدام میں سے ہیں، وہ بیماری سن کر تشریف لائے ہوئے تھے اور اکثر روزانہ حجرہ میں آکر دم کرتے تھے، مولانا کو چارپائی کے ہلنے سے تکلیف ہوتی تھی اور اکثر جب نمازوں کے بعد لوگ دم کرنے کے لئے آتے تھے تو دو ایک آدمی چارپائی کے پاس کھڑے ہو جاتے تھے کہ اس کو دھکا نہ لگے اور حرکت نہ ہو بایں ہمہ مولانا حافظ صاحب کو اپنی چارپائی پر بٹھا لیتے تھے اور لوگ تعجب کرتے تھے کہ یہ کون بزرگ ہیں جو چارپائی پر مولانا کے پاس بیٹھے ہیں۔

ایک مرتبہ باہر حوض کے قریب دستر خوان بچھا تھا، حافظ صاحب بھی کھانے میں شریک تھے مولانا کی چارپائی صحن میں تھی، حافظ صاحب ذرا فصل سے جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے،

ایک آدمی شیخ الحدیث صاحب کے نام پیغام لائے کہ مولانا فرماتے ہیں کہ حافظ صاحب کو اپنے اور مولانا عبدالقادر صاحب کے درمیان بٹھاؤ۔

میرے ایک بزرگ عزیز تشریف لائے ہوئے تھے ان کی بڑی خواہش تھی کہ مولانا سے گفتگو اور کچھ عرض کرنے کا موقع ملے، لیکن ہجوم کی کثرت اور ضعف کی وجہ سے موقع نہ مل سکا، وہ چلنے لگے تو انھوں نے اس تمنا کا پھر اظہار کیا، میں نے مولوی یوسف صاحب سے عرض کیا انھوں نے مولانا سے کہہ کر بلا لیا مولانا نے ان کا بڑا ہی اکرام فرمایا ان کے ہاتھ لے کر اپنے سارے بدن پر پھیرے۔ پھر سادات کے متعلق اور اس کام کے متعلق فرماتے رہے اور وہ روتے رہے، رخصت ہوئے تو صاحبزادہ سے فرمایا کہ میری ذاتی رقم میں سے دس روپے آپ کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر پیش کرو۔

نومبر ۱۹۴۴ء میں مولانا سید طلحہ صاحب ٹونک سے تشریف لائے تو بے حد اکرام فرمایا، ان کی اہلیہ (میری پھوپی مرحومہ) کی نہایت عمدہ الفاظ میں تعزیت کی کھانے کا خصوصی اہتمام فرمایا خود اپنے ہاتھ سے روٹی گرم کر کر کے دیتے تھے دوسرے روز صبح حضرت سید صاحب کے فضائل و مناقب میں تقریر کی اور اس خاندان کے ایک فرد کی آمد پر بڑی مسرت کا اظہار فرمایا، اس کے بعد میوات کا ایک سفر پیش آیا، مولانا طلحہ صاحب بھی ساتھ تھے ہر جگہ ان کے ساتھ خصوصی برتاؤ کرتے۔

اس خصوصی اکرام و مدارات کے علاوہ عمومیت بھی ایسی تھی کہ ہر شخص کو خصوصیت معلوم ہوتی تھی اور حدیث ''لَا یَحْسَبُ جَلِیْسُہٗ أَنَّ أَحَدًا أَکْرَمُ إِلَیْہِ مِنْہُ'' (کوئی ہم نشین یہ نہیں سمجھتا کہ کوئی اور شخص رسول اللہ ﷺ کی نگاہ میں اس سے زیادہ عزیز ہے) کا مضمون تھا، ہر شخص اپنے واقعات یاد کر کے کہتا تھا کہ جو معاملہ میرے ساتھ تھا وہ شاید کسی کے ساتھ نہ تھا۔

سفر و حضر میں مخصوص رفقاء کے ساتھ مساوات کا پورا اہتمام رہتا اور امتیاز و تشخص پسند نہ رماتے ایک سفر میں چارپیاں اس طرح بچھائی گئیں کہ مولانا کی چارپائی کا پٹیانہ ایک رفیق

Marfat.com

کے سرہانے کی طرف تھا۔ بڑی ناراضگی ظاہر فرمائی اور ساتھ رہنے والوں سے فرمایا کہ تم اتنے دن سے ساتھ رہتے ہو مگر تم کو ابھی تک ان چیزوں کی حس نہیں۔

ایک رفیق نے ایک مرتبہ چلتے وقت جوتا ہاتھ میں اٹھالیا اس سے جوتا لے لیا اور اس کے ہاتھ چوم لئے مہمانوں کی بالخصوص تبلیغ میں آنے والوں اور علماء کی خاطر مدارات اپنے ذمہ فرض سمجھتے اور اس میں طبیعت کو کسی طرح سیری نہ ہوتی فرماتے حدیث میں عام مہمانوں کے اکرام اور خاطر کی بڑی تاکید ہے۔

مولوی معین اللہ ندوی راوی ہیں کہ میں بیمار تھا رمضان کا زمانہ تھا میرا کھانا جانے لگا مولانا نفل کے لئے کھڑے ہوئے تھے لڑکے سے کہا کہ کھانا رکھ دو میں لے جاؤں گا وہ سمجھا نہیں کھانا کوٹھے پر پہنچا دیا نماز پڑھ کر تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے بچہ سے کہا تھا کہ کھانا میں لے جاؤں گا یہ خود لے آیا پھر میرے پاس بیٹھے ہوئے دیر تک شفقت و محبت اور دل جوئی کی باتیں کرتے رہے۔

اکرام اور خصوصی برتاؤ کرنے میں بھی بڑا لطیف طریقہ اختیار فرماتے جس سے دوسرے شرکاء حال کو کوئی شکایت اور احساس نہ ہوتا۔

ایک مرتبہ شب عرفہ کو سحور کے وقت ایک پیالی چائے لے کر بالا خانہ پر تشریف لائے ندوہ کے طلبا کی جماعت کے بارہ تیرہ افراد تھے اور پیالی ایک تھی، فرمایا بھائی اپنی جماعت میں سے کسی ایک کو منتخب کر لیجئے میں یہ پیالی اس کو پیش کر دوں طلباء نے خاکسار کیطرف اشارہ کیا اور مولانا نے وہ پیالی بڑھا دی۔

لکھنؤ کی تشریف آوری کے موقع پر اسٹیشن سے روانہ ہو کر قیصر باغ میں ایک سبزہ زار پر نوافل پڑھے اور دعا فرمائی، ایک رومال بچھا دیا تھا جس پر مولانا نے نماز پڑھی، جماعت کے دوسرے افراد قریب کھڑے تھے، مولانا نے جناب حافظ فخر الدین صاحب کو رومال پر بٹھایا، اس کے بعد فرمایا کہ بھائی اہل لکھنؤ کا بھی ایک نمائندہ ہونا چاہیے، جماعت میں لکھنو

Marfat.com

کا میں ہی تھا اور میری ہی طرف اشارہ تھا میں نے اتنے معززین کی موجودگی میں خصوصیت کی جگہ بیٹھنے میں تکلف کیا تو فرمایا کہ یہ رومال حضرت سہارن پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے آپ برکت کے لئے بیٹھیئے، اس طرح مجھے بھی ہمت ہوئی اور ارشاد کی تعمیل کی۔

ایک مرتبہ قریشی صاحب اور ان کے رفیق کار ملک صاحب کی خواہش و اصرار پر خلاف عادت ایک سفر میں سیکنڈ کلاس میں بیٹھ گئے۔ فرماتے تھے کہ مجھے وہاں بیٹھ کر تکلیف ہوئی اور دل گھبرایا۔ اتنے میں ان صاحبوں نے کہا کہ حضرت کچھ تکلیف تو نہیں ہوئی راحت ملی؟ فرماتے تھے کہ میں نے سوچا کہ اگر کہوں تکلیف ہوئی تو ان کو تکلیف ہوگی اور ان کو افسوس ہوگا کہ ہم نے آرام پہنچانے کے لئے اتنا خرچ کیا اور اس کو تکلیف ہوئی اور اگر کہتا ہوں کہ نہیں حضرت بڑا آرام ملا تو خلاف واقعہ ہے، میں نے کہا! ہمارے بیٹھنے سے آپ کو خوشی اور راحت ہوئی؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں، بہت! میں نے کہا بس آپ کی خوشی اور آرام سے ہم کو بھی آرام ہے۔

تواضع کی بات یہ تھی کہ مولانا اپنے کو حقیقتاً کسی عزت کا مستحق نہیں سمجھتے تھے، اپنے عالم، شیخ اور اتنی بڑی جماعت کے مقتدا ہونے کا احساس بالکل نہیں تھا۔

ایک خط میں ایک مرتبہ خاکسار کو تحریر فرمایا تھا:۔

”بندہ ناچیز کے بارہ میں جناب مشورہ قبول فرمالیں تو دلی تمنا ہے کہ معمولی نام سے زائد کسی لفظ کا اطلاق الفاظ کی بے قدری ہے۔“

طبیعت کا یہ رنگ ان کے خطوط سے بے تکلف جھلکتا ہے، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب عمر میں چھوٹے، رشتہ میں بھتیجے، اور آپ کے شاگرد بھی ہیں ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:۔

”گرامی نامہ موجب مسرت وعزت ہوا، آں عزیز کی تشریف آوری کا بے حد اشتیاق ہے، اگر بقول آپ کے میں حضرت ہوں تو آپ ماشاء اللہ حضرت گر ہیں مجھ نکمے اور ناکارہ کو کون پوچھتا، اگر آپ کی توجہ اور کرم نہ ہوتا، حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے پہلے آپ ہی

Marfat.com

نے الطاف و اکرام فرمایا یا پھر شیخ جی نے اظہار تعلق کیا اور یہ سب آپ ہی حضرات کا طفیل ہے۔"

آپ کی تشریف آوری کا جس قدر اشتیاق ہے اسی قدر خیال ہے کہ سامنے ہونے سے میری گندگیاں اور ظاہر ہوں گی مگر اسی امید پر جی چاہتا ہے کہ آپ جیسوں کی مجالست اور ہم نشینی سے شاید اپنی بھی کچھ اصلاح ہو جائے۔

ایک دوسرے خط میں موصوف کو تحریر فرماتے ہیں:۔

"رمضان المبارک کی دل بستگی اور اس پاک ماہ کی برکات و انوارات سے استفاضہ اہل دل کو مبارک ہو، حق تعالیٰ شانہ آں عزیز کو مزید توفیق و کمالات رضا سے کامیاب و فائز المرام کریں اور روز افزوں ترقیاتِ قرب سے بہرہ اندوز رکھیں، ہم جیسے ضعفا کا کچھ حال نہ پوچھو، بس جوانانِ تیز رفتار کی دعاؤ ہمتوں سے حق تعالیٰ اس ضعیف و مسکین کا بھی بیڑا پار فرمائیں۔

؎ چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی یاد آر حریفانِ بادہ پیمارا

آپ نے آخری وقت تک اپنی طرف سے اطمینان نہیں کیا اور نفس کے محاسبہ اور نگرانی سے غافل نہیں ہوئے بلکہ جس قدر لوگوں کا رجوع بڑھتا رہا اپنی طرف سے زیادہ غیر مطمئن اور خائف ہوتے گئے اور احتساب نفس کا کام بڑھاتے رہے بعض اوقات اہل حق اور اہل بصیرت کو بڑی لجاجت سے اس طرف متوجہ فرماتے کہ وہ آپ پر نظر رکھیں اور اگر کہیں عجب و کبر کا شائبہ نظر آئے تو متنبہ کریں۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب اور مولانا حافظ عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر العلوم کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:۔

عزیز محترم حضرت شیخ الحدیث وحضرۃ المحترم ناظم صاحب دامت برکاتہم، السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوں گے ایک مضمون جس کا قبل از رمضان

Marfat.com

مجھے بہت زیادہ اہتمام تھا، اپنی قوتِ بشریہ کے ضعف وضعف ایمانی کی بنا پر بالکل نسیاً منسیاً ہو گیا۔

وہ یہ کہ حق تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ کام اتنا وسیع ہو گیا ہے کہ اب اس کی روز افزوں ترقی ومقبولیت کو دیکھ کر میں اپنے نفس سے بالکل مامون نہیں ہوں کہ وہ کہیں عجب کبر میں مبتلا نہ ہو جائے لہٰذا آپ جیسے اہل حق کی نگرانی کا میں سخت محتاج ہوں اور اپنی نگرانی کا آپ حضرات مجھے ہر وقت محتاج خیال کریں کہ اس کی خیر پر مجھے جمنے کی تاکید فرمادیں اور اس کے شر سے مجھے جھنجھلاہٹ سے منع کردیں۔" (۲۲ رمضان المبارک ۶۲ھ یا ۲۳ ستمبر ۴۳ئ)

مولانا سید سلیمان ندوی مدظلہ مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ کے تذکرہ (معارف اعظم گڈھ بابت ماہ نومبر ۱۹۴۴ئ) میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"لکھنو کے قیام میں ایک دفعہ ایک دوست کے یہاں عصر کے وقت چائے کی دعوت تھی، پاس کوئی مسجد نہ تھی ان کی کوٹھی ہی میں نماز باجماعت کا سامان ہوا، خود کھڑے ہو کر اذان دی، اذان کے بعد مجھے ارشاد ہوا کہ نماز پڑھاؤ میں نے معذرت کی تو نماز پڑھائی، نماز کے بعد مقتدیوں کی طرف رُخ کر کے فرمایا:۔

"بھائیو! میں ایک ابتلا میں گرفتار ہوں، دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے نکالیں، جب سے میں یہ دعوت لے کر کھڑا ہوا ہوں، لوگ مجھ سے محبت کرنے لگے ہیں، مجھے خطرہ ہونے لگا ہے کہ مجھ میں اعجاب نفس نہ پیدا ہو جائے میں بھی اپنے کو بزرگ نہ سمجھنے لگوں، میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے اس ابتلاء سے بسلامت نکال لیں آپ بھی میرے حق میں دعا فرمائیں۔"

ایک مرتبہ ایک صاحب نے ایک قالین ہدیہ کیا۔ مولانا کی طبیعت پر یہ قیمتی قالین بڑا بار رہا، اس پر ایک بڑی لطیف تقریر فرمائی اور شہر کے ایک بڑے عالم کی خدمت میں یہ کہہ کر اس کو

Marfat.com

پیش کر دیا کہ ہدیہ کرنے والے نے مجھے عالم سمجھ کر پیش کیا تھا میں جس کو عالم سمجھتا ہوں اس کی خدمت میں پیش کر کے سبکدوش ہو جاتا ہوں۔"

مولانا کو ہٹو بچو سے بڑی نفرت تھی، فرماتے تھے کہ ہٹو بچو فرعون وہامان کی سنت ہے، چاہتے تھے کہ بے تکلف رہیں اور چلیں پھریں۔ کوئی ہٹو بچو نہ کہے، میوات کے سفروں اور جلسوں کے موقع پر بھی جہاں ہزاروں آدمیوں کا مجمع ہوتا تھا اور مولانا ہی مرکز توجہ ہوتے تھے اسی کا اہتمام رکھتے تھے کہ کوئی پابندی اور اہتمام نہ ہو، آخری علالت میں بھی اس کو پسند نہیں کرتے تھے کہ لوگوں کو روکا اور ہٹایا جائے۔

آخری علالت کے آخری ایام میں جب کہ زائرین کی کثرت ہوتی تھی اور حالت کی نزاکت کی وجہ سے مصافحہ سے آپ کو روک دیا گیا تھا، ایک اجنبی شخص ایک دن ملنے آئے اور حاضرین مجلس کے اوپر سے پھلانگتے ہوئے مصافحہ کے لئے بڑھے، ایک میواتی خادم نے بڑھ کر ان کو ہاتھ سے روک دیا جس سے وہ بہت غضبناک ہوئے اور علماء اور مولویوں کو برا بھلا کہتے ہوئے چل دیئے حضرت مولانا نے اس میواتی خادم کو اشارہ سے قریب بلا کے بہت تنبیہ کی اور فرمایا کسی مسلمان کا دل دکھانا اللہ کے یہاں بہت مبغوض ہے۔ جاؤ اس شخص سے معافی چاہو اور اس کو راضی کر کے واپس آؤ۔

نچانچہ اس بے چارہ نے ایسا ہی کیا اور راقم سطور نے بھی مسجد سے باہر یہ تماشہ دیکھا کہ وہ صاحب بے تکان گالیاں دے رہے ہیں اور وہ بے چارہ میواتی ہاتھ جوڑے سامنے کھڑا ہے اور صرف یہ کہتا ہے کہ میں نے آپ کا دل دکھایا ہے یا تو مجھے اس کی سزا کر یا ویسے ہی اللہ واسطے معاف کر دیجئے۔

مقصد کا عشق

مولانا نے ایک مرتبہ عشق کی یہ تعریف کی تھی کہ "آدمی کی لذتیں اور دلچسپیاں جو دنیا کی بہت سی چیزوں میں بٹی ہوئی ہیں سب سے نکل کر کسی ایک چیز میں سمٹ آئیں یہی عشق ہے"۔

Marfat.com

مولانا کی یہ تعریف دین کے بارہ میں خود ان پر صادق تھی۔ اس سے ان کی روح کو عشق ہو گیا تھا جس کے سامنے تمام حسی لذتیں اور تاثرات ماند پڑ گئے تھے اور یہ روحی لذت ان کے لئے بالکل حسی اور طبعی لذت بن گئی تھی۔ اس سے ان کو وہ قوت اور توانائی اور وہ نشاط و تازگی حاصل ہوتی تھی جو لوگوں کو غذا اور دوا سے حاصل ہوتی ہے، چنانچہ ایک کارکن کو (جنھوں نے خانہ نشینی کی حالت میں اپنی بے چینی کی شکایت لکھی تھی) جواب میں یہی حقیقت لکھی تھی جو کسی اور کے متعلق صحیح ہو یا نہ ہو ان کے متعلق بالکل صحیح تھی۔

''میرے محترم یہ تبلیغی کام درحقیقت انسان کی روح کی غذا ہے، حق تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو اس غذا سے بہرہ ور فرمایا، اب اس کے عارضی فقدان یا کمی پر بے چینی لازمی شے ہے آپ اس سے پریشان خاطر نہ ہوں۔''

بارہا ایسا ہوا کہ کسی خوش خبری کو سن کر یا کسی ایسے آدمی سے مل کر جس کو وہ دینی دعوت کے لئے مفید سمجھتے تھے وہ اپنی بیماری بھول گئے، طبیعت کو اتنی قوت حاصل ہوئی کہ وہ مرض پر غالب آ گئی، دفعۃً صحت ترقی کر گئی، اس کے برعکس کسی تشویش یا فکر سے ان کی صحت گر گئی، ان کی تمام فکریں اسی ایک فکر میں گم ہو گئی تھیں جیسا کہ ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''طبیعت میں سوائے تبلیغی درد کے اور خیریت ہے''۔

ان کی ذکاوت حس سب طرف سے منتقل ہو کر اسی ایک چیز میں مرکوز ہو گئی تھی بعض اوقات فرمایا مجھے مشغولیت کی وجہ سے بھوک کا احساس نہیں ہوتا۔ سب کے ساتھ بیٹھ جاتا ہوں یا کھانے کا وقت آ جاتا ہے تو کھا لیتا ہوں۔

تبلیغی اطلاعات کے خطوط سے ان کو وہ خوشی اور تقویت حاصل ہوتی تھی جو حقیقتاً عاشق کو مژدہ وصال اور نامۂ دلبر سے ہوتی ہے، ایک کارکن کو جو کبھی تبلیغ کی روداد لکھا کرتے تھے تحریر فرماتے ہیں:۔

''تمھارے خطوط کا خیال ہی گویا زندگی اور روح رواں کی جگہ ہے، میری یہ بات اگر پوری

Marfat.com

صحیح نہیں تو پوری غلط بھی نہیں، اور میں اپنے عقیدہ میں اس خیال کو جان سے زیادہ سمجھتا ہوں، تم میرے دل کی تسلی سمجھ کر خطوط بھیجنے میں کمی مت کیا کرو۔''

مبلغین کی آمد کا انتظار عید کے چاند کے انتظار سے کم نہیں تھا، ایک کارکن کو جو ایک جماعت لانے والے تھے لکھتے ہیں:۔

''جمنا کے کنارہ جو مبلغین کی جماعت آوے گی اس کا مجھے ایسا ہی انتظار ہے جیسے عید کے چاند کا ہوتا ہے، بہت اہتمام سے اس جماعت کو لاؤ۔''

آخری علالت میں ضعف کی وجہ سے بعض مرتبہ ایسی کسی خوشی کا تحمل نہ ہوتا۔ جنوری ۱۹۴۴ء میں جب لکھنؤ کی جماعت گئی تو ایک دن صبح کی نماز کے بعد مولانا نے مجھ سے فرمایا کہ میرے آنے کے بعد تو کان پور میں کام ختم ہو گیا ہوگا (اس کی اطلاعات غالباً مولانا کو پہنچی تھیں) میں نے عرض کیا کہ لکھنؤ سے ایک جماعت گئی تھی اور الحمدللہ کام پھر شروع ہو گیا ہے، حاجی ولی محمد صاحب کی طرف میں نے اشارہ کیا کہ یہ بھی اس جماعت میں تھے، مولانا نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے اور ان کے ہاتھ چوم لیے اور فرمایا کہ میرا خوشی سے سر دکھ گیا، مجھے اب بہت خوش بھی نہ کیا کیجئے، مجھ میں خوشی کا تحمل نہیں رہا ہے۔

اسی طرح بعض اوقات جماعتوں کی کسی بے اصولی اور کوتاہی کا ایسا اثر پڑتا کہ بیمار ہو جاتے، ایک مرتبہ حاضر ہوا تو فرمایا کہ میں تو سہارنپور سے آ کر بیمار ہو گیا! میں نے عرض کیا کیا سبب ہوا؟ فرمایا باہر سے جو جماعتیں آئی تھیں انہوں نے اصول کی پابندی نہیں کی، لایعنی سے احتراز نہیں کیا اور شہر میں سیر و تفریح کرتے رہے۔

مولانا کے اس جذبہ اور جوش کا اندازہ مندرجہ ذیل اقتباسات سے ہوگا:۔

''اس کے اوپر جان و مال کو قربان اور وقف کر کے اس میں اپنی عمروں کو گنوانے والے پیدا کرنے چاہیئے، بے پس و پیش اس میں اپنی جان گنوا دینی ضروری ہے۔''

''ہر کوشش کو اس کے درجہ میں رکھتے ہوئے أَحَرُّ اللّٰہِ الْحَفِیْنِیْ پر ایمان رکھتے ہوئے بے چوں و چرا

Marfat.com

اپنے اس معاملے میں جنونی ہونے اور کہلائے جانے کی تمنا رکھتے ہوئے ان کوششوں میں اپنے فنا میں اپنا بقا سمجھتے تو ان کی کوششوں میں دنیا ہی میں جنت کا مزہ پاتے''۔

مولانا کی کیفیت یہی تھی کہ ان کوششوں میں ان کو جنت کا مزہ آتا تھا، اس راستہ میں گرم لو ان کے لئے نسیم سحری سے زیادہ خوشگوار اور فرحت بخش تھی، ایک مرتبہ مئی کی کسی آخری تارخ میں مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ، شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب، مولوی اکرام الحسن صاحب یہ خاکسار ایک کار پر قطب صاحب گئے! لو کے سخت جھونکے آرہے تھے۔ مولانا نے فرمایا لو آرہی ہے کھڑکیاں بند کردو'' شیخ الحدیث صاحب نے فرمایا جی ہاں! اس وقت لُو معلوم ہو رہی ہے، کوئی تبلیغی سفر ہوتا تو یہ ہوا گرم معلوم نہ ہوتی، فرمایا بے شک! اسی عشق کا نتیجہ تھا کہ جب کسی میں کوئی خوبی، کمال، جودت طبع، ذہانت یا مہارت ملاحظہ فرماتے تو فوراً ذہن دین کی خدمت کی طرف منتقل ہوتا اور یہ تمنا ہوتی کہ یہ کمال یہ دولت، دین کے راستے میں صَرف ہوتی اور اپنا رنگ لاتی۔

حجاز سے شیخ الحدیث کے نام ایک خط میں فرماتے ہیں:۔

''حکیم رشید کا خط آیا، ان کے خط سے ان کی جودت طبع دیکھ کر بہت ہی جی للچایا کہ اللہ نے ہمارے خاندان کو کیسی مکارم اخلاق والی طبیعتیں نصیب فرمائی ہیں اور کیسا صالح معدن بنایا ہے کاش یہ طبائع استقلال کیساتھ جہاں کے لئے پیدا ہوئی ہیں اس میں لگ جائیں تو اللہ چاہے دین میں سبقت کرنے والے پر سابق ہوں، یہی مضموں میاں فراغت کی نظم پر سمجھو۔''

ڈاکٹر ذاکر حسین خاں فرماتے ہیں کہ علالت کے زمانہ میں ایک مرتبہ پشت پر کچھ نجاست لگ گئی، دھلانے میں خطرہ تھا کہ بدن بھیگ جائے اور سردی لگ جائے کسی کے سمجھ میں نہ آتا تھا کہ بغیر نہلائے کس طرح صفائی ہوسکتی ہے، مولوی یوسف صاحب نے لوٹے کی ٹونٹی سے اس طرح پانی بہایا کہ نجاست دور ہوگئی اور پیٹھ بھیگنے نہیں پائی نہایت خوش ہوئے

دعائیں دیں اور فرمایا ”یہ ذہانت اور سلیقہ دین کی خدمت میں صرف ہونا چاہیے۔“

حضرت مفتی اعظم پاکستان کی خدمت خلق اور بے نفسی کا ایک سبق آموز واقعہ

سردیوں کی ایک رات میں والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بذریعۂ ریل تھانہ بھون اسٹیشن پر اُترے، برانچ لائن پر یہ ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جس کا اسٹیشن بھی بہت چھوٹا اور آبادی سے کافی دور ہے۔ راستہ میں کھیت اور غیر آباد زمینیں ہیں، وہاں اس زمانے میں بجلی تو تھی ہی نہیں، رات کے وقت قُلی یا سواری ملنے کا بھی امکان نہ تھا، کیوں کہ اس وقت اِکّا دُکّا ہی کوئی مسافر آتا جاتا تھا۔ گاڑی دو تین منٹ رُک کر روانہ ہوگئی۔ اب اسٹیشن پر ہُو کا عالم تھا، ہر طرف جنگل، اندھیری رات اور سناٹا۔ اسٹیشن سے قیام گاہ تک آمد و رفت عموماً پیادہ پا ہوتی تھی، والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تنہا تھے، سامان بھی ساتھ نہ تھا اس لیے کوئی فکر نہ تھی، اچانک آواز آئی ”قُلی، قُلی“! یہ آواز بار بار آرہی تھی، اور اب اس میں گھبراہٹ بھی شامل ہوگئی تھی کوئی صاحب مع اہل وعیال اسی گاڑی سے اُترے تھے، قُلی نہیں مل رہا تھا جو آبادی تک سامان پہنچادے، یہ والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک واقف کار تھے اور عقیدت مندانہ ملتے تھے۔ والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے اپنا بوجھ اُٹھوانے پر ہرگز راضی نہ ہوتے یا عمر بھر ندامت کے بوجھ میں دبے رہتے۔

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے جلدی سے سر پر رومال لپیٹ کر اُوپر سے چادر ڈالی اور مزدورانہ ہیئت میں تیزی سے پہنچ کر کہا۔ ”سامان رکھو اور کہاں جانا ہے؟“ انہوں نے پتہ مختصراً بتاتے ہوئے میرے سر پر سامان لادنا شروع کردیا، پہلا بکس ہی اتنا بھاری تھا کہ میں نے کبھی نہ اُٹھایا تھا، اس پر دوسرا بکس رکھا، تیسرا عدد میرے ہاتھ اور بغل میں تھمانا چاہتے تھے، میں نے دونوں ہاتھوں سے بمشکل ان بکسوں کو سنبھالتے ہوئے کہا کہ ”حضور میں کمزور آدمی ہوں زیادہ نہیں اٹھا سکتا۔ یہ (تیسرا عدد) آپ سنبھال

لیں۔

یہ مختصر قافلہ روانہ ہوا، بوجھ سے پاؤں ڈگمگا رہے تھے مگر میری اس کمزوری کو میری ٹارچ نے چھپا لیا تھا جو انھیں راستہ دکھا رہی تھی اور میری طرف متوجہ ہونے کا موقع نہ دیتی تھی۔ ان کی قیام گاہ پر سامان اُتارا، وہ یہ کہہ کر ذرا اندر گئے کہ ''ابھی آکر پیسے دیتے ہیں'' میں موقع پا کر وہاں سے غائب ہو گیا۔ اگلے دن وہ صاحب خانقاہ میں حسب سابق بڑی تعظیم سے ملے، مگر انھیں کیا معلوم وہ ایک ''قُلی'' سے مل رہے ہیں۔

مفتی اعظم پاکستان اور اتباعِ سنت

مولانا کو اتباعِ سنت کا جیسا اہتمام تھا اس کی نظیر اس زمانہ میں ملنی مشکل ہے ان کے اس اہتمام اور التزام سے ائمہ سلف کی یاد تازہ ہوتی تھی، چھوٹی چھوٹی سنتوں کی تلاش اور تتبع، پھر ان کی پابندی اور اشاعت کا شوق چھوٹی اور جزئی سنت کو بھی عملاً بڑا اور اہم سمجھنا مولانا کا طبعی ذوق تھا، آخری دن جو زندگی کا مصروف ترین دن ہوتا ہے، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کو بلا کر بڑے اہتمام سے فرمایا کہ ''میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ احادیث سے حضور ﷺ کے واقعات و عادات و اخلاق کا تتبع کر کے ان کے پھیلانے کی جتنی سعی کر سکتے ہو کرتے رہیو۔''

بعض خدام جو حاضر نہیں تھے حاجی عبدالرحمن صاحب کے ذریعہ ان کو وصیت فرمائی اور ان کے نام پیغام چھوڑا جس میں سب سے زیادہ تاکید اتباع سنت کی تھی اور یہ کہ فقہاء کی اصطلاحیں اور تقسیم برحق اور بجائے خود صحیح ہے مگر آنحضرت ﷺ سے جس چیز کی نسبت ہو اس کو عملاً ضروری ہی سمجھنا چاہیے۔

محبت و اتباع کے غلبہ نے عبادات کے علاوہ عام عادات پر بھی اثر کیا تھا۔ عادات و طبعی امور میں بھی آنحضرت ﷺ سے مشابہت کو ان کا جی چاہتا تھا مرض وفات کے درمیانی زمانے میں دو آدمیوں کی مدد سے، مسجد میں نماز کے لئے آنا چاہتے تھے کہ اس میں بھی وہی

مسنون کیفیت ہو جو آنحضرت ﷺ کی مرض وفات میں مسجد میں آنے کی احادیث میں بیان کی گئی ہے فقام یھادی بین رجلین درجلاہ تخطان فی الارض دو آدمیوں کے سہارے تشریف لائے اور پاؤں پر زور انہیں دے سکتے تھے کبھی اگر اس کے خلاف کیفیت ہوتی تو گرانی ہوتی۔

اتباع سنت کا ایک دقیق، نہایت لطیف اور بلند درجہ یہ ہے کہ عام انسانی حالات وحوادث سے حدودِ شریعت کے اندر طبعی طور پر متاثر ہوا جائے، آنحضرت کو ان واقعات پر جو بشری طور پر رنج وحزن کا باعث ہیں طبعی طور پر حزن بھی ہوتا تھا اور سرور کے مواقع پر سرور شکر کی کیفیت بھی پیدا ہوتی تھی بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ سلوک وتصوف اور کمال وترقی یہ ہے کہ انسانی احساسات اور بشری تاثرات وکیفیات سے انسان بالکل آزاد ہو جائے، نہ اس پر کبھی حزن طاری ہو نہ کوئی چیز سرور پیدا کر سکے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک کامل بزرگ کے اس واقعہ پر تنقید کی ہے کہ جب ان کو فرزند کے انتقال کی خبر دی گئی تو انھوں نے بہت بے اعتنائی کے ساتھ اپنے عدم تاثر کا اظہار کیا اور ذرا بھی رنج کا اظہار نہیں کیا، مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تو آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سنے گئے:۔

تَدْمَعُ الْعَيْنُ وَيَحْزَنُ الْقَلْبُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا وَاِنَّا بِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ۔ ’’آنکھوں میں نم ہے دل میں غم ہے مگر زبان سے وہی نکلے گا جو ہمارے رب کو پسند ہے اور ہمیں اے ابراہیم! تمھارا بہت ہی رنج ہے۔‘‘

غالباً مولانا کی نظر سے مجدد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ تنقید کبھی نہیں گزری ہو گی لیکن ایک بچہ کے حادثہ پر اس کے والد کو بالکل یہی مضمون لکھا جو کمال اتباع، فہم شریعت اور تحقیق کا نتیجہ ہے۔

آپ نے یوسف کو تحریر لکھی، اس سے آپ کے رنج کا نہ ہونا ٹپکتا ہے، یہ شرعاً منکر ہے، رنج

کی باتوں سے واقعی رنجیدہ ہونا یہ انشاء اللہ تمھیں ضرور ہوگا لیکن رنج سے متاثرہ ہونے کا اظہار بھی ضروری ہے حق تعالیٰ جیسے حالات بھیجیں ان کے مناسب تاثر اور اس کا اظہار آپ بھی خوب سمجھتے ہیں ضروری ہے۔''

اسی طرح ایک بچہ کی ولادت کے موقع پر انھیں بزرگ عالم کو لکھوایا:۔

''یہ حق تعالیٰ شانہ کی ایک نعمت عظمیٰ ہے جس پر دل سے خوش ہونا چاہیے اور اگر حقیقی اور قلبی خوشی نہ ہو تو کم سے کم اظہار خوشی اگرچہ مصنوعی ہو، ہونی چاہیے اور شکرانہ میں بطور خوشی آنا چاہیے۔''

اکبر الٰہ آبادیؒ اور اقبالؒ مرحوم

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ اُردو زبان میں دو شاعر ایسے ہیں جنہوں نے اپنی شاعری سے دین کی خدمت کی ہے اور اس سے دینی فکر کی اشاعت کا کام لیا ہے، ایک اکبر الٰہ آبادی مرحوم ہیں اور دوسرے ڈاکٹر اقبال مرحوم، ان دونوں میں سے اکبر الٰہ آبادی مرحوم کے یہاں فکری سلامتی اقبال مرحوم کی بہ نسبت کہیں زیادہ ہے۔ اکبر مرحوم کی فکر ٹھیٹھ دینی فکر ہے اور ان کے یہاں حکمت کی بھی فراوانی ہے، اقبال مرحوم کی فکر بھی اگرچہ مجموعی اعتبار سے دینی فکر ہے مگر اس میں اس درجہ سلامتی نہیں، اس کے باوجود یہ بات واضح طور سے نظر آتی ہے کہ اقبال کی شاعری جتنی مؤثر ہوئی اور اس سے جتنا فائدہ پہنچا، اکبر مرحوم کی شاعری اس درجہ مؤثر نہیں ہوئی، میرے نزدیک اس کا سبب یہ ہے کہ اکبر مرحوم نے اپنے خیالات کے اظہار کے لیے طنز و تعریض کا طریقہ اختیار کیا اور طنز کی خاصیت یہ ہے کہ اس سے ہم خیال لوگ لطف تو محسوس کرتے ہیں لیکن اس سے کوئی مؤثر اصلاحی کام نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات مخالفین میں ضِد پیدا ہو جاتی ہے

غلطیوں پر ٹوکنے کا انداز

''امر بالمعروف'' کی طرح ''نہی عن المنکر'' بھی اہم شرعی فریضہ ہے، لیکن اس فریضے کی

Marfat.com

ادائیگی بڑی حکمت اور للّٰہیت چاہتی ہے، اور جب تک اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال نہ ہو، اس نازک فریضے کی ادائیگی میں اعتدال وتوازن کی حدود قائم رہنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا جو طرزِ عمل دیکھا اور رعایتِ حدود کی جو عجیب وغریب باتیں دیکھنے سننے میں آئیں ان میں سے چند ذیل میں پیش کرتا ہوں۔

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ نکیر (ملامت) ہمیشہ منکر (بری یا ناجائز بات) پر ہونی چاہیے اور غیر منکر پر نکیر کرنا خود منکر ہے۔ لہٰذا بعض لوگ جو مباحات پر یا محض آداب ومستحبات کے ترک پر نکیر کرنا شروع کر دیتے ہیں، ان کا طرزِ عمل درست نہیں ہے۔ آداب ومستحبات کی تعلیم وتبلیغ تو کرنی چاہیے ان کی ترغیب بھی دینی چاہیے، اگر کوئی شخص کسی مستحب کو چھوڑ دے تو اسے تنہائی میں نرمی سے متوجہ کرنے میں بھی مضائقہ نہیں، لیکن اس پر نکیر وملامت کرنا کسی طرح جائز نہیں۔

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ جو حضرات محض کسی ترک مستحب پر مجمع عام میں روک ٹوک یا ناراضگی کا اظہار شروع کر دیتے ہیں ان کے طرزِ عمل میں دو غلطیاں ہوتی ہیں، ایک تو غیر منکر پر نکیر کرنا، دوسرے جس شخص پر روک ٹوک کی جارہی ہے اسے مجمع عام میں رسوا کرنے کا انداز اختیار کرنا اور اللہ بچائے بعض اوقات اس تمام نکیر وملامت کے پس پشت عجب وپندار اور نفسانیت بھی کارفرما ہوتی ہے جو ایک مستقل گناہ ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو حضرات اس طرزِ عمل پر کاربند ہوتے ہیں۔ عام طور سے دیکھا یہ ہے کہ دین کے اہم معاملات سے ان کی نگاہیں اوجھل رہتی ہیں۔ آداب ومستحبات بڑے محبوب اعمال ہیں، ان پر جتنا وسعت میں ہو، عمل کرنا چاہیے، اور دوسروں کو پیار محبت سے ان کی ترغیب بھی دینی چاہیے، لیکن ان کے ترک پر نکیر وملامت کا انداز اختیار کرنا درست نہیں۔

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک معمول یہ بھی تھا کہ اگر کسی عالم یا دینی مقتدا کے

Marfat.com

حلقہ اثر میں آپ کا جانا ہوتا، اور وہاں کے عوام میں آپ کوئی ایسی عام غلطی دیکھتے جو اس عالم یا مقتدا کے علم میں رہی ہو تو اس غلطی پر خود عوام کو نہیں ٹوکتے تھے، بلکہ اس عالم یا مقتدا کو تنہائی میں متوجہ فرما دیتے تھے کہ اگر میں براہِ راست لوگوں کو مسئلہ بتا دوں تو لوگ شاید میرے علم و فضل کے تو قائل ہو جائیں، لیکن جس عالم یا دینی رہنما سے ان کا دن رات کا سابقہ ہے اس کی طرف سے دل میں یہ بدگمانی پیدا ہو گی کہ ہم اتنے دن سے ان صاحب کے ساتھ رہتے ہیں، مگر انہوں نے ہمیں کبھی اس غلطی پر متوجہ نہیں کیا، نتیجہ یہ ہو گا کہ جس شخص سے انہیں دینی فائدہ پہنچ رہا تھا اس پر اعتماد میں کمی آجائے گی جو ان کے دین کے لیے نقصان دہ ہو گی۔

ایک مرتبہ ایک ایسے ہی موقع پر حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تو اس معاملے میں اس حد تک احتیاط فرماتے تھے کہ جب کبھی کسی دوسرے شہر میں جانا ہوتا، اور کوئی شخص مسئلہ پوچھنے کے لیے آتا تو عام طور سے فرماتے کہ اگر میں اس شخص کو مسئلہ بتا دوں، اور مقامی علماء یا مفتی حضرات کے بتائے ہوئے مسئلے سے کچھ فرق ہو جائے تو میں تو کل یہاں سے چلا جاؤں گا، اور یہ لوگ مقامی علماء سے بدگمان ہو کر آئندہ مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے وقت جھجک محسوس کریں گے۔

اللہ اکبر! اندازہ لگایئے ان حضرات کی حکیمانہ اور دور رس نگاہ کا کہ دینی ضرورتوں کے معاملے میں کہاں تک نظر پہنچتی ہے، اور یہ سب کچھ درحقیقت ثمرہ ہے اس اخلاص اور للّٰہیت کا جس کے پیش نظر اپنی بات اونچی کرنا یا اپنی علمیت جتانا نہیں، بلکہ صحیح معنیٰ میں دین کی خدمت اور عوام کو فائدہ پہنچانا ہوتا ہے۔

مجمع عام میں کسی شخص کو رسوا کن انداز میں ٹوکنے کا تو آپ کے یہاں سوال ہی نہ تھا، عام طور سے تنہائی میں فہمائش فرمایا کرتے تھے، لیکن اس میں بھی طریقہ یہ تھا کہ بات بات پر تنبیہ

فرمانے کے بجائے ایک مرتبہ اطمینان سے بٹھا کر تمام ضروری باتوں پر متنبہ فرما دیتے تھے، جس وقت کوئی شخص جذبات سے مغلوب ہو اس وقت کبھی اسے نہیں سمجھاتے تھے، بلکہ ایسے طریقے اختیار فرماتے تھے جس سے اس کے جذبات پہلے ٹھنڈے ہو جائیں، اور جذبات کے معتدل ہو جانے پر فہمائش کرتے تھے۔

اسی طرح جب آپ اپنی اولاد، شاگردوں، ماتحتوں یا مسترشدین میں سے کسی کو سختی کے ساتھ تنبیہ کی ضرورت فرماتے تو عام طور سے ایسی حالت میں اسے نہیں ڈانٹتے تھے جب خود طبعی طور پر غصہ آ رہا ہو، اس کے بجائے ایسے وقت کا انتظار فرماتے تھے جب اپنے جذبات معتدل ہو جائیں، چنانچہ جب طبعی غصہ ٹھنڈا ہوتا اور طبیعت پر نشاط ہوتا تو اس وقت اسے بلوا کر تنبیہ کرتے، اور ضرورت ہوتی تو غصے کا اظہار بھی فرماتے، سخت سے سخت بات بھی کہہ دیتے، لیکن یہ سب کچھ خالص تادیب کے لیے ہوتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ طبعی غصے کی حالت میں تنبیہ کرتے ہوئے اعتدال پر قائم رہنا بہت مشکل ہوتا ہے، اور اس میں اس بات کا فوری خطرہ ہوتا ہے کہ تادیب کے بجائے طبعی جذبات گفتگو میں شامل ہو جائیں اور جتنی سختی کی فی الواقعہ ضرورت ہے، اس سے زیادہ سختی ہو جائے جو انصاف کے بھی خلاف ہو اور مقصد کے لئے بھی مضر ہو۔

فرمایا کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی نصیحت یہی تھی کہ جب کبھی بچوں کو ڈانٹنے یا سزا دینے کی ضرورت ہو تو غصے کی حالت میں کبھی نہ دو، معتدل حالت میں جتنی سختی ضروری ہو اتنی کرو، خواہ اس کے لیے مصنوعی غصہ پیدا کرنا پڑے، ورنہ طبعی غصے میں جو تنبیہ ہوتی ہے اس میں تادیب کا پہلو پیچھے چلا جاتا ہے، اور محض غصہ نکالنا رہ جاتا ہے۔

پھر حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا معمول یہ بھی تھا کہ جب کبھی اپنے کسی چھوٹے یا ماتحت پر غصہ کا اظہار فرماتے یا ضرورۃً اس پر سختی فرماتے تو کسی دوسرے وقت اس کی اس

Marfat.com

طرح دلداری بھی ضرور فرمادیتے تھے جس سے دل شکنی کا اثر تو زائل ہو جائے، لیکن تادیب کا اثر زائل نہ ہو، کبھی اس کی کوئی مالی مدد فرمادی، کبھی اس کے کسی اچھے کام پر انعام دے دیا، کبھی مجمع عام میں اس کی کسی خوبی کی مالی مدد فرمادی، کبھی اس کے کسی اچھے کام پر انعام دے دیا، کبھی مجمع عام میں اس کی کسی خوبی کی تعریف فرمادی، غرض کسی مناسب طریقے سے اس کی ہمت افزائی کا سامان بھی فرمادیتے تھے

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے عمل میں بارہا اس بات کا مشاہدہ ہوا کہ عین غصے کی حالت میں جب آپ کسی کو ڈانٹ رہے ہوں، اگر خود یا کسی کے متوجہ کرنے سے اپنی کسی غلطی کا احساس ہو جاتا تو عین غصے میں بھی اس کا اعتراف فرمالیتے، اور اس پر استغفار بھی فرماتے۔

یہ بات کہنے میں جتنی آسان ہے، عمل میں اتنی ہی مشکل ہے، اور جب تک کسی شخص نے اپنے نفس کو قابو میں رکھنے کے لئے برسوں کسی شیخ کامل رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیرِ نگرانی ریاضت نہ کی ہو، اس پر عمل بے حد دشوار ہوتا ہے۔ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ طرزِ عمل درحقیقت اپنے شیخ کے عمل سے مستنیر تھا۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ واقعہ احقر نے حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے بار بار سنا، اور پھر احقر کے شیخ و مربی سیدی وسندی حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ عارفی مدظلہم العالی نے بھی سنایا کہ حضرت رحمہ اللہ تعالی کے ایک خادم نیاز صاحب تھے، ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ان کی شکایت کی کہ انہوں نے بلاوجہ کچھ لوگوں سے تلخ کلامی کی ہے، تھوڑی ہی دیر میں نیاز صاحب آگئے تو حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے قدرے تلخ لہجے میں کہا: ”کیوں نیاز میاں! تم ہر وقت لوگوں سے کیوں لڑتے پھرتے ہو“؟

اس کے جواب میں نیاز صاحب کے منہ سے نکل گیا: ”حضرت! اللہ سے ڈرو، جھوٹ نہ بولو“۔

Marfat.com

اندازہ لگایئے کہ اگر آج کسی بڑے سے بڑے با اخلاق شخص یا عالم کے سامنے اس کا کوئی ملازم یہ جملہ کہے تو اس کا غصہ کس انتہا پر پہنچے گا، لیکن یہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ تھے کہ اپنے ملازم کی زبان سے ”اللہ سے ڈرو“ کا جملہ سنتے ہی سارا غصہ کافور ہو گیا۔ اور فوراً گردن جھکا کر ”استغفر اللہ، استغفر اللہ“ کہتے ہوئے دوسری طرف تشریف لے گئے۔ درحقیقت عین غصے کی حالت میں ملازم سے یہ جملہ سن کر حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کو تنبہ ہوا کہ میں نے صرف ایک طرف کی بات سن کر ملازم کو ڈانٹنا شروع کر دیا ہے، حالانکہ پہلے اس کی بات بھی سننی چاہیئے تھی، اس تنبہ کے ساتھ ہی آپ کا طرزِ عمل بدل گیا۔ کسی صاحب نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کہا ہے کہ: کان وقافا عند حدود اللہ ”وہ اللہ کی حدود کے آگے رک جانے والے تھے“ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ یہ مقولہ سنا کر فرمایا کرتے تھے کہ حضرت فاروق اعظمؓ کی اس صفت کا جتنا مظاہرہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کے معاملاتِ زندگی میں دیکھا، اتنا کہیں دیکھنے میں نہیں آیا، اور کیوں نہ ہوتا؟ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت فاروق اعظمؓ کے نسبی اور معنوی دونوں اعتبار سے وارث تھے۔

دین کی طلب کا حیرت انگیز مقام

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے طلبِ دین کا یہ عالم تھا کہ علم و فضل میں مرجع خلائق ہونے کے باوجود دین کی کوئی بات جہاں سے ملتی، اسے ذوق و شوق کے ساتھ حاصل کرنے کی فکر میں رہتے، آپ کو اپنے معاصرین، بلکہ چھوٹوں سے بھی استفادے میں نہ صرف یہ کہ کبھی عار محسوس نہیں ہوئی، بلکہ بعض اوقات دوسروں پر اس کا اظہار بھی فرمادیتے تھے کہ یہ بات مجھے فلاں شخص سے معلوم ہوئی۔

اللہ تعالیٰ جنہیں دین کی تڑپ اور طلب علم کا ذوق عطا فرماتا ہے، وہ ہر اس ذریعے کی تلاش میں رہتے ہیں جس سے دین کی کوئی بات معلوم ہو جائے۔ لیکن اس معاملے میں حضرت

Marfat.com

والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقامِ بلند کا اندازہ آپ کے ایک عظیم ارشاد سے ہوگا۔ ایک روز آپ نے بر سبیلِ تذکرہ ارشاد فرمایا کہ جب بھی کوئی واعظ کسی جگہ وعظ کہتا ہوا نظر آتا ہے، اور میرے پاس وقت ہوتا ہے تو میں وقت اور موقع کے لحاظ سے کچھ نہ کچھ دیر کے لئے وعظ ضرور سنتا ہوں، خواہ واعظ میرا چھوٹا ہی کیوں نہ ہو، اور خواہ میں اسے پہچانتا ہوں یا نہ پہچانتا ہوں، چنانچہ اگر راستے پر جاتے ہوئے مجھے کوئی مجلس وعظ نظر آتی ہے تو کچھ دیر رک کر اس کی بات ضرور سن لیتا ہوں۔ اس لئے کہ بعض اوقات تو کوئی نئی بات معلوم ہو جاتی ہے، اور اگر پرانی ہی بات ہو تو بعض اوقات کہنے ولاے کا انداز ایسا ہوتا ہے کہ وہ دل پر اثر کر جاتا ہے، اور اس سے بعض ایسی باتوں کی طرف عملاً توجہ ہو جاتی ہے جو پہلے معلوم تو تھیں، مگر عمل میں نہ آئی تھیں، اور اس سے ہمہ دانی کا پندار بھی ٹوٹتا ہے۔

اللہ اکبر! اندازہ لگایئے اس پیکر علم و فضل کی، بے نفسی اور للّٰہیت کا، کہ جس کی زبان سے چند جملے سننے کے لئے لوگ دور دور سے سفر کر کے آتے، وہ خود چھوٹے چھوٹے واعظوں سے دین کی باتیں سننے کے لئے کتنے اشتیاق کا مظاہرہ کرتا تھا، آج کوئی طلب علم و دین اور تواضع وللّٰہیت کے اس مقام کی نظیر تو پیش کر کے دکھائے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ اگر کسی جلسے میں تقریر کرنے کے لئے مدعو ہوں تو چند منٹ کسی دوسرے کی تقریر سننا بھاری معلوم ہوتا ہے، اور اگر سنتے بھی ہیں تو استفادے کی غرض سے سننا کسرِ شان سمجھتے ہیں، اور استفادے کی بجائے تنقید کی نیت سے سنتے ہیں، اور اگر استفادہ کرنا ہی ہو تو ہمارا استفادہ مقرر کے اسلوبِ بیان یا زیادہ کسی نئی بات کے معلوم ہونے تک محدود رہتا ہے، لیکن یہ نیت کہ شاید اس کی کسی بات سے اپنے عمل کی اصلاح ہو جائے؟ ہم اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیں کہ اس نیت کا دور دور کوئی شائبہ بھی کبھی ہوتا ہے؟

حضرت مفتی اعظم پاکستان اور وقت کی قدر شناسی

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو وقت کی قدر و قیمت کا بڑا احساس تھا، اور آپ ہر وقت

Marfat.com

اپنے آپ کو کسی نہ کسی کام میں مشغول رکھتے، اور حتی الامکان کوئی لحہ فضول جانے نہیں دیتے تھے، آپ کے لئے سب سے زیادہ تکلیف کی بات یہ تھی کہ آپ کے وقت کا کوئی حصہ ضائع چلا جائے، آپ سنت کے مطابق گھر والوں کے ساتھ ضروری، اور بسا اوقات تفریحی گفتگو کے لئے بھی وقت نکالتے تھے، لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آپ کے دل میں کوئی الارم لگا ہوا ہے جو ایک مخصوص حد تک پہنچنے کے بعد آپ کو کسی اور کام کی طرف متوجہ کر دیتا ہے، چنانچہ گھر والوں کے حقوق ادا کرنے کے بعد آپ کام میں مشغول ہو جاتے، سفر ہو یا حضر، آپ کا قلم چلتا ہی رہتا، ریل گاڑی میں تو آپ ایسی روانی سے لکھتے تھے جیسے ہموار زمین پر بیٹھے ہوں، اور تحریر میں کوئی خاص بگاڑ بھی عموماً پیدا نہیں ہوتا تھا، حد یہ ہے کہ احقر نے آپ کو موٹر کار، بلکہ موٹر رکشا تک میں بیٹھ کر لکھتے ہوئے دیکھا ہے، حالانکہ کار اور رکشہ کے جھٹکوں میں کچھ لکھنا انتہائی دشوار ہوتا ہے، مگر آپ ہلکے پھلکے خطوط اس میں بھی لکھ لیتے تھے، یہاں تحریر کے طرز میں کچھ تبدیلی پیدا ہوتی، لیکن خط پھر بھی آرام سے پڑھ لیا جاتا تھا۔

آپ اوقات کی وسعت کے لحاظ سے مختلف کاموں کی ایک ترتیب ہمیشہ ذہن میں رکھتے، اور جتنا وقت ملتا اس کے لحاظ سے وہ کام کر لیتے جو اتنے وقت میں ممکن ہو، مثلاً اگر گھر میں آنے کے بعد کھانے کے انتظار میں چند منٹ مل گئے ہیں تو ان میں ایک خط لکھ لیا، یا کسی سے فون پر کوئی مختصر بات کرنی ہو تو وہ کر لی، گھر کی کوئی چیز بے ترتیب یا بے جگہ ہے تو اسے صحیح جگہ رکھ دیا، کوئی مختصر سی چیز مرمت طلب پڑی ہے، تو اپنے ہاتھ سے اس کی مرمت کر لی، غرض جہاں آپ کو طویل کاموں کے درمیان کوئی مختصر وقفہ ملا، آپ نے پہلے سے سوچے ہوئے مختصر کاموں میں سے کوئی کام انجام دے لیا۔

ایک روز ہم لوگوں کو وقت کی قدر پہچاننے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ ہے تو بظاہر نا قابل ذکر سی بات، لیکن تمہیں نصیحت دلانے کے لئے کہتا ہوں کہ مجھے بے کار وقت

گزارنا انتہائی شاق معلوم ہوتا ہے، انتہا یہ ہے کہ جب میں قضاء حاجت کے لئے بیت الخلاء جاتا ہوں تو وہاں بھی خالی وقت گذارنا مشکل ہوتا ہے، چنانچہ جتنی دیر بیٹھنا ہوتا ہے اتنے اور کوئی کام تو ہو نہیں سکتا، اگر لوٹا میلا کچیلا ہو تو اسے دھو لیتا ہوں۔

مجھے یاد ہے کہ جب حضرت والدہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پہلے پہل ہاتھ کی گھڑی حجاز سے لا کر دی تو ساتھ ہی فرمایا کہ: ''یہ گھڑی اس نیت سے اپنے پاس رکھو کہ اس کے ذریعے اوقاتِ نماز کی پابندی کر سکو گے، اور وقت کی قدر و قیمت پہچان سکو گے، میں بھی گھڑی اس لئے اپنے پاس رکھتا ہوں کہ وقت کو تول تول کر خرچ کر سکوں''۔ اللہ تعالیٰ انہیں قرب خاص کے مقامات میں ابدی راحتیں عطا فرمائے، وہ اسی طرح زندگی کے چھوٹے چھوٹے معاملات میں زاویہ نظر درست فرما کر انہیں عبادت بنا دینے کی فکر میں رہتے تھے۔

نظم و ضبط کی پابندی

جس دن والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کا حادثہ جانکاہ پیش آیا یعنی ۱۱ شوال المکرم ۱۳۹۶ھ اسی دن اتفاق سے احقر نے اپنی زندگی کے ۴۳ سال مکمل کئے تھے، گویا تقریباً ۳۶ سال حضرت والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ کے زیرِ سایہ شفقت شعور کے ساتھ گذارنے کی سعادت نصیب ہوئی، الحمد للہ۔ اس پوری شعوری زندگی میں حضرت والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ کی زندگی کے تقریباً ہر لمحے کو ایک مضبوط نظم و ضبط کے تحت کسی نہ کسی کام میں مصروف ہی پایا، اپنی تمام علمی اور دینی مصروفیات سے ہٹ کر روزانہ بہت سا وقت گھر والوں کے لیے اہتماماً نکالتے اس میں تمام گھر کے ضروری مسائل بھی حل ہوتے۔ دوسروں کی دلداری بھی فرماتے گھر کے کاموں میں گھر والوں کا ہاتھ بٹاتے، خوش طبعی اور ظرافت سے گفتگو بھی کرتے، عزیزوں اور رشتہ داروں سے ملاقاتیں بھی ہوتیں، ان کے مسائل میں نہایت خفیہ انداز میں ان کی مالی اور غیر مالی مدد بھی فرماتے، کبھی کبھی سیر و تفریح کے عنوان سے گھر والوں کو کہیں لے بھی جاتے، ان کی کوتاہیوں اور غیر شرعی عادات

Marfat.com

واطوار پر ذہانت حکمت اور حلم و بردباری کے ساتھ دلسوزی اور ہمدردی کے لہجے میں انہیں متنبہ فرماتے۔۔۔ ان کی دعوتیں بھی کرتے، ان کی مہمان نوازی پوری تندہی کے ساتھ فرماتے، ان کی بے شمار غلطیوں پر چشم پوشی فرماتے۔ غرض گھر میں ہوتے تو یوں معلوم ہوتا جیسے یہ خالص گھریلو ایک مشفق باپ ہیں اور بس، ہر کام کے لئے ایک وقت معین تھا، فتویٰ کے کام کا وقت الگ تھا، تصانیف کے لئے الگ وقت، لوگوں سے ملاقات کا الگ وقت، وقت کو خود کبھی ضائع نہ فرماتے اور ہم لوگوں کو اکثر یہ کہہ فرماتے کہ "وقت کو کسی نہ کسی کام میں لگاؤ" خواہ وہ کام دنیا کا ہو یا دین کا۔ چنانچہ اکثر ایسا ہوتا کہ ہم سب بھائی جب جمع ہو جاتے تو رات کو عشاء کے بعد ایک مجلس سی منعقد ہوتی اس میں مختلف موضوعات پر گفتگو کا سلسلہ چل نکلتا، احقر نے ہمیشہ یہ محسوس کیا کہ والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ہماری ان مجلسوں کو ناپسند فرماتے تھے، اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں کو معاف فرمائے ہم بہن بھائی کبھی نہ کبھی جمع ہو جاتے تو اکثر رات کو دیر تک یہ مجلس گرم رہتی، ہم کوشش یہ کرتے کہ کسی ایسی جگہ بیٹھیں جہاں سے ہماری باتوں اور قہقہوں وغیرہ کی آواز ان کے کانوں تک نہ پہونچے، لیکن انہیں سب معلوم ہوتا، اگلی صبح کو نہایت شفقت اور دلسوزی کے ساتھ نرم لہجے میں فرما دیتے کہ "بیکار باتوں میں رات کیوں کالی کرتے ہو" اب سوچتا ہوں تو اس خیال سے کانپ اٹھتا ہوں کہ انہیں ہمیں وقت کو ضائع کرتا دیکھ کر کس قدر اذیت ہوتی ہوگی۔

Marfat.com

ایک منٹ بھی ضائع نہ کریں نہ ہی ٹال مٹول سے کام لیں

کیا آپ تاخیری حربوں سے کام لیتے ہیں؟ اگر آپ عام لوگوں سے مختلف نہیں تو جواب ہاں میں ہونا چاہیئے۔ ہمارے معاشرے میں روز کا کام روز کرنے کی عادت غیر مقبول ہوتی جارہی ہے عام طور پر معاملات کو فوری طور پر نمٹانے کے بجائے انہیں لٹکایا جاتا ہے ابتدا میں مسائل نظرانداز کیے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ شدت اختیار کر لیتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے مسائل بھی بڑی بڑی الجھنیں بن جاتے ہیں ہر شب ہم منصوبہ بندی کرتے ہیں کہ عرصے سے رکے ہوئے فلاں فلاں کام ہم کل ضرور کریں گے لیکن ہر دن پہلے دنوں کی طرح گزر جاتا ہے۔ مسائل کا انبار لگتا ہے ہم سوائے پریشانی اور ندامت کے کچھ کر نہیں پاتے ۔ بہت ہوا تو ذرا دیر کے لیے اپنے آپ کو کوس لیا۔ معاملات زندگی کو یوں ملتوی کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا البتہ تشویش اور پریشانی ضرور بڑھتی رہتی ہے۔ یہ التواپسندی اصل میں ایک دکھتی رگ ہے یہ ہماری شخصیت کا ہی ایک روگ ہے خارجی دنیا میں اس کے اسباب کی تلاش بے سود ہوگی اس کے جراثیم ہمارے اندر موجود ہیں لہذا اس سے نجات پانے کے لیے ہمیں اپنی شخصیت کا تجزیہ کرنا ہوگا۔ التواپسندی کا روگ اس قدر عام ہو چکا ہے کہ شاید کوئی شخص اس سے محفوظ ہو۔ اس کے باوجود کم لوگ ہی سے جائز قرار دیں گے اس کے نقصانات سب پر واضح ہیں۔ دیگر دکھتی رگوں کی طرح یہاں بھی کردار میں بذات خود کوئی خرابی نہیں اصل یہ ہے کہ التواپسندی تو بے معنی اصطلاح ہے۔۔۔۔۔ آپ کوئی کام کرتے ہیں یا آپ کوئی کام نہیں کرتے لہٰذا وہ بن کیے رہ جاتے ہیں۔ التوا میں نہیں پڑتے لیکن اس سے متعلقہ جذباتی ردعمل اور جمود یقینی طور پر بیمار کردار کی نشان دہی کرتا ہے اگر آپ سمجھتے ہیں کہ مسائل اور معاملات کو ملتوی کر کے آپ دلی خوشی محسوس کرتے ہیں آپ کو کوئی کوفت یا پریشانی نہیں ہوتی پھر آپ اپنی راہ پر گامزن رہیئے۔ اس باب کا مطالعہ نہ کیجئے اس سے آپ کو کوئی فائدہ نہ ہوگا لیکن یاد رکھیئے کہ اکثر لوگوں کے لیے التواپسندی موجودہ لمحات کو

Marfat.com

بھرپور انداز میں گزارنے سے فرار کی ایک صورت ہے۔

امید‘ خواہش اور امکان

التواپسند تین قسم کے جملوں پر کاربند رہتا ہے:

(1)۔امید ہے کہ حالات خودبخود درست ہو جائیں گے۔

(2)۔کاش حالات بہتر ہوتے۔

(3)۔غالباً حالات سدھر جائیں گے۔

کہہ لیجئے کہ امید خواہش اور امکان التواپسندی کی بنیاد ہیں۔لیکن خواہشیں اور امیدیں محض وقت کا ضیاع ہیں۔احمقو کی دنیا میں رہنے والے ہی انہیں معقول قرار دے سکتے ہیں آج تک ان سے دنیا کا کوئی مسئلہ حل نہیں ہوا۔یہ اصل میں حال سے فرار حاصل کرنے کے حیلے ہیں ان سے بہتری کی توقع عبث ہے۔ہمت،حوصلہ،جرأت اور استقلال سے کام لیا جائے تو انسان۔کے لیے سب کچھ ممکن ہے لیکن حال کے معاملات کو مستقبل کے حوالے کرنے سے مسائل کی پیچیدگی میں اضافہ ہوتا ہے۔وہ خودبخود حل نہیں ہوتے۔التواپسندی خودفریبی ہے کیونکہ جن مسائل کو ملتوی کر کے آپ نجات حاصل نہیں کر سکتے تو آئندہ انہیں حل کرنا اور بھی دشوار ہوگا۔

زندگی اور کاہلی

بے شمار لوگوں نے کاہلی و سستی کو بطور انداز حیات اختیار کر رکھا ہے،وہ ہمیشہ اس خیال میں مگن رہتے ہیں کہ آنے والا دن آج سے بہتر ہوگا۔ان کے مسائل خودبخود حل ہو جائیں گے ان کے خواب حقیقت کا روپ دھار لیں گے کوئی غیبی ہاتھ ان کی مدد کے لیے آئے گا۔کوئی معجزہ رونما ہوگا۔سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہو جائے گا لہٰذا جدوجہد کرنے کی کیا ضرورت ہے گزشتہ دنوں ہماری ملاقات ایک ادھیڑ عمر شخص نور خان سے ہوئی۔وہ اپنی ازدواجی زندگی کی بپتا بیان کر رہا تھا۔شادی کے تیس سال بعد یہ گفتگو ہمیں تعجب انگیز معلوم ہوئی آخر نہ

Marfat.com

رہا گیا تو اس سے پوچھ لیا کہ میاں تم پر اتنی مصیبتیں ٹوٹی ہیں تو آخر تیس سال تک اس بھلی سانس کے پلے کیوں بندھے رہے؟ اس کا جواب التواپسندی کی واضح لیکن عبرت ناک مثال ہے کہنے لگا کہ مجھے ہمیشہ امید رہی کہ حالات بہتر ہو جائیں گے اندازہ کیجئے کہ کم و پیش ساری زندگی امید کے سہارے بسر کرنے کے بعد اسے کیا ملا۔ وہ اب بھی پہلے کی طرح ازدواجی الجھنوں کا شکار ہے۔ نور خان کی بپتا التواپسندی کی واضح مثال ہے۔ عرصہ دراز تک وہ بہتری کی امید کے سہارے مسائل ملتوی کرتا رہا۔ آخرکار وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ حالات خود بخود نہیں سدھرا کرتے۔ لیکن اب وہ ساری زندگی ضائع کر چکا ہے دیر آید درست آید والا محاورہ ممکن ہے بعض اوقات درست ثابت ہوتا ہو لیکن اس کے احمقانہ ہونے کے امکانات بلاشبہ بہت زیادہ ہیں۔

تاخیر حربوں کی تکنیک

ڈونیلڈ مارکوئیس کہتا ہے کہ التواپسندی کا مطلب کل میں زندہ رہنا ہے۔ بہت خوب تاہم اس بات کا اضافہ کر لیجئے کہ کل میں زندہ رہنے کا مطلب آج کو برباد کرنا ہے تاخیری حربوں کی تکنیک یہی ہے آپ نے کئی کام خود اپنے ذمے لے رکھے ہیں۔ آپ انہیں مکمل کرنا چاہتے ہیں خواہش کے باوجود ان میں سے کئی کام ہمیشہ التوا میں پڑے رہتے ہیں۔ آج کا کام کل پر ڈالنے کا مطلب اصل میں اس کام ہمیشہ کے لیے نظر انداز کرنا ہے۔ یہ خود فریبی پر مبنی ہے آپ کام کرنے سے انکار نہیں کرتے لیکن اسے کرنے سے گریزاں بھی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کام نظر انداز ہو جاتا ہے آپ ان طفل تسلیوں میں گم رہتے ہیں کہ مناسب وقت آنے یا پہلی فرصت ملنے پر یہ کام مکمل کر دیں گے تاخیر حربے کی تکنیک یہ ہے کہ آپ خود سے یہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ کام لازماً کرنا چاہئے۔ تاہم خدشہ ہے کہ میں یہ کام بخوبی سرانجام نہیں دے سکتا۔ لہٰذا اسے کسی مناسب وقت تک ملتوی کر دیا جائے تاہم یہ تسلیم کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ میں اس کام کو ملتوی کر رہا ہوں۔ یہ مغالطہ آمیز سوچ ہمیں التواپسندی

Marfat.com

کے جال میں پھنسا دیتی ہے۔ بلاشبہ التوا پسندی کے کیہ درجے ہیں ممکن ہے کہ آپ کوئی کام ایک خاص مدت کے لیے ملتوی کریں۔ اس مدت کے کاتمے وہ کام مکمل کرلیں بظاہر یہ بات بے ضرر نظر آتی ہے کہ لیکن اس میں بھی کئی خدشات پوشیدہ ہیں۔ اپنے رویے کا دفاع کرتے ہوئے آپ وقت کی کمی کا رونا روئیں گے۔ فرصت ہوتی تو میں یہ کام پہلے ہی کرلیتا۔ لیکن یہ محض حیلہ سازی ہے کوئی کام اس قدر غیر اہم نہیں ہوتا کہ محض فرصت کے دوران کیا جاسکے ۔کام ہو تو اس کے لیے وقت بھی نکل آتا ہے معروف لوگ بھی تو اپنے کام نمٹاتے ہیں ۔اگر آپ عدیم الفرصتی کا رونا روتے رہے تو پھر یقیناً آپ کے پاس کام کرنے کی فرصت رہے گی۔ بزرگوں نے درست کہا ہے کہ کہنے اور کرنے میں بڑا فرق ہے۔ آپ جو چاہیں اپنے بارے میں کہہ سکتے ہیں لیکن یاد رکھئے کہ شخصیت و کردار کا تعین الفاظ سے نہیں اعمال سے ہوتا ہے اعمال سے ہوتا ہے اعمال کے شور کے آگے الفاظ دب جاتے ہیں آپ آج جو کچھ کرتے ہیں وہی آپ کی شخصیت کا آئینہ ہے لہٰذا آیندہ آپ التوا پسندی کے فریب کا شکا ہونے لگیں۔ تو اس حقیقت کو پیش نظر رکھیں ممکن ہے کہ اس طرح آپ حیلوں بہانوں کے چکر سے نجات پاسکیں۔

نکتہ چیں اور کردار کے غازی

التوا پسندی اصل میں کام سے بچنے کا حیلہ ہے۔ عام مشاہدے کی بات ہے کہ کام چور نکتہ چینی کے معاملے میں بہت تیز ہوتے ہیں۔ ان کا طریقہ واردات یہ ہے کہ ہاتھ پاؤں نہیں ہلاتے۔ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے ہیں۔ مگر زبان بند نہیں رکھتے۔ وہ قینچی کی طرح چلتی رہتی ہے۔ دوسروں میں کیڑے نکالنا ان کا دل پسند مشغلہ ہوتا ہے۔ واقعی نکتہ چینی کرنا کام کرنے سے بہت سہل ہے۔

ہمارے معاشرے میں اس قسم کے نکتہ چینوں اور نقادون کی بہتات ہے۔ یہاں تک کہ اب ہم انہیں ضروری اور مفید تصور کرنے لگے ہیں۔ گویا وہ اپنی چالا ہمیں کامیاب رہے ہیں

Marfat.com

۔انہوں نے ہمیں اپنی افادیت کا یقین دلا دیا ہے۔

نکتہ چین حضرات ہر جگہ موجود ہیں ان کی دیکھا دیکھی عام لوگ بھی نکتہ چینی میں دلچسپی لینے لے ہیں۔۔بعض اوقات تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ پوری قوم ہی تھاد بن گئی۔جہاں جائیے'لوگ نکتہ چینی میں مصروف ہوں گے۔عیب جوئی کر رہے ہوں گے۔دوسروں کے نقائص کی فہرست تیار ہو رہی ہوگی۔

اس کی وجہ بالکل سیدھی سادھی ہے۔کام نہ کیجئے ۔باتیں کیجئے۔دوسروں پر تبصرے کیجئے۔ان میں خامیان اور برائیاں تلاش کیجئے ۔کردار کے غازی ان فضول باتوں میں وقت ضائع نہیں کرتے۔ان کی زندگی محنت ومشقت سے عبارت ہوتی ہے۔اپنے کام سے انہیں اس قدر فرصت ہی نہیں ہوتی کہ دوسروں کے معملات کا جائزہ لیں۔ان کا تجزیہ کریں اور برائیوں کے اشتہار بانٹیں۔کردار کے غازی خود کام کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی محنت ومشقت کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔نکتہ چینی کے ذریعے ان کے حوصلے پست نہیں کرتے۔

بے شک مجبت تنقید مفید ہوسکتی ہے۔لیکن اگر آپ نے کام کرنے کے بجائے نکتہ چینی کو ہی پیشہ بنالیا ہے' تو پھر آپ کے آگے بڑھنے کے تمام امکانات ختم ہو گئے ہیں۔اب آپ گفتار کے غازی ہیں۔ٹی ہاؤس میں بیٹھے' سارے جہاں کی برائیان دوسروں میں تلاش کیجئے۔زندگی سے رشتہ ٹوٹتا ہے تو کیا ہوا؟

بوریت

زندگی پر کشش اور دل فریب ہے۔پھر بھی بعض لوگوں کا مقدر ہی بوریت ہے۔بوریت ہیکیا؟ یہ موجودہ لمحات کی ذامہ دارمی سے گریز ہے۔یہ باہر سے نازل نہیں ہوتی۔آپ خود ہی اسے سر پر سوار کرتے ہیں،۔جب آپ ٹال مٹول سے کام لیتے ہیں' آج کا کام کل پر ڈالتے ہیں' تو آپ کے موجودہ لمحات میں کلا پیدا ہو جاتا ہے۔اسی کلا میں بوریت کے جر

Marfat.com

اسکیم پرورش پاتے ہیں۔ ہم اس حقیقت کو قبول نہیں کرتے بوریت کا منبع کارجیحالات مین تلاش کرتے ہیں۔ اس لیے ہم شکایت کرتے ہیں کہ یہ شہر سخت بور ہے' یا فلاں مقرر نے کوب بور کیا' ۔۔۔۔۔۔ تاہم کوئی شہر یا مقرر بور نہیں ہوتا۔ آپ خود بوریت کا شکار ہوتے ہیں۔ آپ چاہیں تو اس سے بچ بھی سکتے ہیں۔ اکا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ موجودہ لمحات کو کسی مناسب کام میں صرف کریں۔ بوریت کا نام نشان نہیں رہے گا۔ دیگر امور کی طرح یہ معاملہ بھی آپ کے اختیار میں ہے۔

ٹال مٹول کے چند عمومی حربے

یہاں ہم چند حالات درج کرر ہے ہیں جن میں ٹال مٹول کو ہی بہترین طرز عمل خیال کیا جاتا ہے:

(1)۔ کسی ملازمت سے چمٹے رہنا۔ چاہے آپ کی صلاحیتوں کو زنگ لگ رہا ہو اور ترقی کے موقع بھی معدوم ہوں۔

(2)۔ رشتے ناطے روگ بن جائیں تب بھی ان سے علیحدہ نہ ہونا۔ اس امید پر جئے جانا کہ حالات کبھی نہ کبھی بہتر ہو جائیں گے۔

(3)۔ جنس شرم وحیا اور جیسی رشتوں ناطوں میں زہر گھولنے والی خامیوں کو دور کرنے کے بجائے اچھے دنوں کے منتظر رہنا۔

(4)۔ سگریٹ نوشی اور شراب نوشی جیسی باتوں کو ترک نہ کرنا۔ اس توقع میں زندگی بسر کرنا کہ کبھی نہ کبھی یہ عادتیں خود بخود چھوٹ جائیں گی۔

(5)۔ مشکل کاموں سے گریز کرنا۔ توقع رکھنا کہ کوئی دوسرا شخص آپ کا یہ کام کر دیگا۔ یہ نہ ہوا تو کوئی غیبی ہاتھ مدد کے لیے ظاہر ہو جائے گا۔

(6)۔ کوئی مسئلہ پیدا ہو تو افسر شریک حیات یا دوسرے لوگوں کا سامان کرنے سے گریز کرنا یہ توقع رکھنا کہ مسئلہ آخر کار خود بخود حل ہو جائیں گا یا فراموش کر دیا جائے گا۔ حالانکہ

Marfat.com

اکثر اوقات یہ دونوں باتیں محال ہوتی ہیں۔دوسری طرف اگر جرأت سے کام لیا جائے تو صورت حال بہتر بنانا ممکن ہوتا ہے۔

(7)۔نئی جگہوں میں رہنے سے خوف کھانا پرانی جگہوں میں رہنے کو ترجیح دینا، چاہے اس سے کئی مسائل پیدا ہوتے ہوں۔

(8)۔اپنے بال بچوں کے ساتھ تھوڑا بہت وقت گزارنے سے گریز کرنا یہی رٹ لگائے جانا کہ کبھی وقت ہی نہیں ملتا اسی طرح سیر وتفریح یا دوستوں سے میل ملاپ کو ٹالتے رہنا۔

(9)۔ورزش کرنے کو ٹالتے رہنا۔آج نہیں کل سہی یہ معاملے کو ٹالنے کا مقبول ترین حربہ ہے۔

(10)۔کام کی زیادتی یا تھکاوٹ کا ذکر کرتے رہنا۔حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ محنت کرنے سے انسان اس قدر نہیں تھکتا، جس قدر محنت کا تصور اسے پریشان کرتا ہے۔

(11)۔مشکلات سے فرار حاصل کرنے کے لیے بیماری کا بہانہ کبھی کبھار یوں بھی ہوتا ہے کہ کام ٹالنے کے لیے آپ واقعی بیمار ہو جاتا ہیں۔

(12)۔فرصت نہ ہونے کا بہانہ کرنا۔حالانکہ جو کچھ آپ واقعی کرنا چاہتے ہیں اس کے لیے وقت نکل آتا ہے۔

(13)۔ہوائی قلعے تعمیر کرتے رہنا۔حال میں جو کچھ نہ کرنا اور اور ہر وقت مستقبل کے منصوبے بناتے رہنا۔

(14)۔دوسروں کے عیب تلاش کرتے رہنا۔دوسروں کی نکتہ چینی کے پردے میں اپنی کاہلی کو چھپانا۔

(15)۔کسی بیماری کے خدشے کی صورت میں ڈاکٹری معائینے سے گریز کرنا حالانکہ اس سے بیماری کے شدید تر ہونے کا خطرہ لاحق رہتا ہے۔

(16)۔ان لوگوں سے ملنے سے گریز کرنا جنہیں آپ پسند کرتے ہیں یہ توقع رکھنا کہ وہ

Marfat.com

خود ہی آپ کی طرف مائل ہو جائیں گے۔

(17)۔ بوریت کا شکار ہونا۔ یہ بھی اصل میں ٹال مٹول کا ہی ذریعہ ہے۔------ میں بہت بور ہوں۔ کچھ کرنے کو جی نہیں چاہتا۔

(18) ساری زندگی بال بچوں کے لیے وقف کر دینا اپنی خوشیوں اور مسرتوں کو بھی ان پر قربان کر دینا------ میں سیر و سیاحت میں پیسے کیسے ضائع کر سکتا ہوں۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے مجھے پیسوں کی اشد ضرورت ہے۔

ٹال مٹول کے اسباب

ٹال مٹول جاری رکھنے کی ذہنیت ایک حصہ خود فریبی اور دو حصے فرار پر مشتمل ہے۔ اس ذہنیت کے مبینہ فوائد کچھ اس طرح ہیں۔

(1)۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ ٹال مٹول کے ذریعے مشکل کاموں سے وقتی طور پر نجات مل جاتی ہے۔ آج کا کام کل پر ڈالنا بظاہر بہت آسان ہے لہٰذا ی طرز عمل مشکلات سے فوری نجات کا سہل ترین نسخہ تصور کیا جاتا ہے۔

(2)۔ خود فریبی میں بھی تسکین ہوتی ہے خود فریبی کے ذریعے آپ خود کو احساس دلا سکتے ہیں کہ آپ اپنے فرائض سے کوتاہی نہیں کر رہے۔ محض مناسب حالات کے منتظر ہیں تا کہ معاملات کو خوش اسلوبی سے نمٹایا جا سکے۔

(3)۔ ٹال مٹول سے کام لے کر آپ حالات کو جوں کا توں رکھ سکتے ہیں۔ یوں تغیر و تبدل اور اس سے متعلقہ خطرات سے بھی نجات حاصل ہو جاتی ہے۔۔

(4)۔ بوریت کا احساس ہو تو آپ حالات یا دوسرے لوگوں کو اس کا ذمہ دار ٹھہرا سکتے ہیں
۔

(5)۔ نکتہ چین بن کر آپ دوسروں کے بل بوتے پر خود کو اہم سمجھ سکتے ہیں۔ دوسرے لوگ محنت کرتے رہیں اور آپ ان کے عجیب نکالتے رہیں۔ گویا آپ ان سے اعلیٰ و برتر ہستی

Marfat.com

ہیں جس کا فرض دوسروں کی رہنمائی کرنا ہے۔

(6)۔حالات سدھرنے کا انتظار کرتے رہئے ظاہر ہے کہ حالات خود بخود ٹھیک نہیں ہوتے۔لہٰذا اپنی محرومیوں اور کوتاہیوں کا الزام حالات کو دیتے رہئے۔یہ محنت سے بچنے کا زبردست حربہ ہے۔

(7)۔اکھاڑے میں اترنے والے پہلوان ہی مات کھاتے ہیں آپ مزے سے رہئے۔نہ کام کیجئے، نہ ناکامی کا خدشہ ہوگا۔مزے سے ''کامیاب'' زندگی گزاریے۔

(8)۔خواہشوں کے دیس میں رہئے معجزوں کا انتظار کیجئے۔کام کرنے کی ''مصیبت'' سے نجات مل جائے گی۔آپ ہر طرح سے محفوظ رہیں گے۔

(9)۔ٹال مٹول سے کام لیتے رہیں گے تو محرومیاں خود بخود پیدا ہوگی ان محرومیوں کے چرچے کرکے آپ دوسروں کی توجہ اور ہمدردیاں حاصل کرسکتے ہیں۔

(10)۔کام کرنے کے بجائے فرصت نہ ہونے کا راگ الاپتے رہئے۔آپ کے پاس فرصت ہی فرصت رہے گی۔

(11)۔ہوسکتا ہے کہ ٹال مٹول کے نتیجے میں مسائل خود ہی ختم ہوجائیں یا اس قدر بگڑ جائیں کہ انہیں حل کرنا ممکن نہ رہے۔اس طرح التواپسندی کے ذریعے آپ مسائل سے نجات حاصل کرسکتے ہیں۔

(12)۔کسی کام کو ٹالتے ٹالتے یہ نوبت بھی آسکتی ہے کہ کوئی اور شخص وہ کام کردے۔اس طرح آپ دوسروں سے فائدہ اٹھاسکتے ہیں۔انہیں اپنے مقصد کے لئے استعمال کرسکتے ہیں۔

مندرجہ بالا فوائد کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ آپ ٹال مٹول سے کام لینے کے محرکات سمجھ سکیں۔اس کے بعد ضروری ہے کہ ہم التواپسندی کی بدعادت سے نجات حاصل کرنے کے اہم طریقوں کا ذکر کریں۔

ٹال مٹول سے نجات حاصل کرنے کے چند طریقے

(1) لمبے چوڑے منصوبے بنانے کے بجائے موجودہ لمحوں میں زندہ رہنے کا آغاز کیجئے ۔مثلاً موجوہ پانچ منٹ کا پروگرام بنایئے ۔اور پوری شدت کے ساتھ اس پر عمل کیجئے ۔یہ عمل روزانہ کئی بار دہرایا جانا چاہیے۔

(2) ۔جس کام کو آپ مدت سے ٹالتے رہے ہیں ابھی سے اسے کرنے کا آغاز کر دیجئے ۔آپ دیکھیں گے کہ ٹال مٹول بالکل فضول ہے تسکین کاموں کو ملتوی کرنے میں نہیں بلکہ انہیں دل لگا کر مکمل کرنے میں ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی کام شروع کرنے سے قبل آپ دل میں کئی خدشات پیدا ہوتے ہوں۔ لیکن آپ پوری توجہ سے وہ کام شروع کر دیں تو یہ خدشات قطعی طور پر بے بنیاد ثابت ہوں گے۔

(3) ۔اپنے آپ سے سوال کیجئے کہ اگر میں یہ کام ملتوی کرنے کے بجائے فوری طور پر شروع کر دوں تو زیادہ کیا قیامت ٹوٹ سکتی ہے؟ عام طور پر اس سوال کا جواب اس قدر مضحکہ خیز ہوگا کہ آپ فوری طور پر کام شروع کر دیں گے اپنے خدشات کا تجزیہ کیجئے ۔وہ بے بنیاد اور بلا جواز نظر آنے لگے گے۔

(4) ۔ہفتے کے کسی دن کے پندرہ منٹ عرصے سے ملتوی شدہ کام مکمل کرنے کے لیے وقف کر دیجئے مثلاً یہ فیصلہ کیجئے کہ آپ ہر اتوار کو صبح 9 بجے سے 15۔9 بجے تک صرف وہی کام کریں گے جنہیں آپ عرصے سے ملتوی کرتے آئے ہیں آپ دیکھیں گے کہ توجہ اور دل جمعی سے پندرہ منٹ بھی صرف کیے جائیں تو کئی ادھورے کام مکمل ہو جاتے ہیں۔

(5) ۔ٹال مٹول سے پیدا ہونے والی تشویش سے نجات پایئے ۔آپ اس سے کہیں بلند و اعلیٰ ہیں۔ یاد رکھئے کہ خود پسند لوگ اس قسم کی تشویش برداشت نہیں کرتے۔

(6) ۔موجودہ لمحات پر توجہ کیجئے ۔دیکھئے کہ کون سی بات آپ کو باوقار اور بھرپور انداز میں زندہ رہنے سے روک رہی ہے ۔التواپسندی کے ذریعے آپ موجود مسائل مستقبل کے

Marfat.com

حوالے کرتے ہیں۔ کیا یہ بہتر نہیں کہ موجود مسائل ابھی حل کیے جائیں۔ آج کا بوجھ کل پر نہ ڈالا جائے۔ کل کے اپنے مسائل ہوں گے۔ پھر ان میں اضافہ کیوں کیا جائے۔

(7)۔ سگریٹ نوشی ابھی ۔۔۔۔۔۔۔ اسی لحہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ترک کیجئے ۔ ورزش کا ابھی آغاز کیجئے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ملتوی شدہ کام اسی لمحے شروع کیجئے ۔ یہ کتاب ابھی بند کر دیجئے اور اپنا کام شروع کیجئے ۔۔۔۔۔۔۔۔ کام شروع کرنے کا اصل طریقہ یہی ہے۔ صرف آپ خود ہی اپنی راہ میں رکاوٹ ہیں اپنی راہ میں رکاوٹ نہ بنئے۔ حوصلہ اور جرأت سے کام لیجئے آگے بڑھئے یہ توسیع اور رنگ دنیا آپ کی منتظر ہے۔

(8)۔ افسردگی ، مایوسی اور بوریت ترک کر دیجئے ۔ جو کام غیر خوش گوار اور بور محسوس ہوں، انہیں تخلیقی اور اچھوتے انداز میں سرانجام دیجئے افسردگی ، مایوسی اور بوریت کا خاتمہ ہو جائے گا۔

(9)۔ جب کوئی شخص آپ کو ہدف تنقید بنائے تو اس سے پوچھئے کہ "آیا آپ کے نزدیک مجھے نقاد کی ضرورت ہے؟" اسی طرح جب آپ دوسروں پر نکتہ چینی کریں تو ان سے دریافت کر لیجئے۔ کہ آیا وہ تنقید پسند کرتے ہیں۔ یہ طریقہ کار آپ کو گفتار کا غازی بننے سے روکے گا۔

(10)۔ اپنے اعمال و کردار جائزہ لیتے رہیے۔ اس امر کا دھیان رکھئے کہ آیا آپ اپنے نصب العین پر پورے اترتے ہیں۔ بصورت دیگر اپنے آپ کو اپنی خواہشوں اور امنگوں کے مطابق ڈھالیے اس سلسلے میں کوتاہی نہ کیجئے۔ زندگی اس قدر مختصر ہے کہ ٹال مٹول سے کام لیا جا سکتا۔

(11)۔ ہمیشہ حوصلہ اور جرأت سے کام لیجئے۔ تمام خوف اور خدشات خو بخود ختم ہو جائیں گے ہمیشہ بہترین کارکردگی پیش نظر نہ رکھئے اس لیے کہ کچھ کرنا کچھ نہ کرنے سے ہمیشہ بہتر ہوتا ہے۔

Marfat.com

(12)۔تھکاوٹ کا بہانہ چھوڑ دیجئے دل لگا کر محنت کی جائے تو تھکاوٹ پیدا نہیں ہوتی یہ تو عدم دلچسپی کا نتیجہ ہوتی ہے۔محنت میں دلچسپی لینے سے ایسی کئی بیماریاں بھی ختم ہو جاتی ہیں جو اصل میں محنت سے جی چرانے کا نتیجہ ہوتی ہیں۔

(13)۔امید،اور غالباً'' کے الفاظ اپنی لغت سے خارج کر دیجئے یہ ٹال مٹول کرنے کے آلات ہیں جب کبھی یہ الفاظ آپ کی زبان پر آئیں تو انہیں یوں بدل دیجئے کہ:'' مجھے امید ہے کہ حالات بہتر ہو جائیں گے'' کے بجائے یہ کہئے کہ ''میں حالات بہتر بنالوں گا''۔''غالباً یہ کام مکمل ہو جائے گا'' کے بجائے یہ کہئے کہ ''میں کام مکمل کرلوں گا''

(14)۔اگر آپ کسی ایسے معاملے کو ملتوی کرتے رہے ہیں جس میں دوسرے لوگ بھی شریک ہیں تو ان سے ملئے ان کی رائے دریافت کیجئے۔اپنے خدشات بیان کیجئے۔اس طرح تبادلہ خیالات اور تجزیے نگار کے ذریعے حتمی فیصلہ کیجئے۔آپ دنیا کو تبدیل کرنے کے خواہش مند ہیں،تو شکوہ وشکایت کیسی؟ شکایتوں میں وقت ضائع نہ کیجئے۔ہمیشہ مصروف کار رہئے۔شدید محنت کے علاوہ خواہشات کی تکمیل کا کوئی اور راستہ موجود نہیں۔کردار کے غازی بنئے دنیا آپ کے آگے جھک جائے گی۔

Marfat.com

اکابر نے دنیا کو جھکایا تو سستی کاہلی سے نہیں بلکہ سر دھڑ کی بازی لگائی اور محنت شاقہ سے دنیا میں اپنا مقام بنایا ایک منٹ ضائع نہیں کیا

ایک حدیث کیلئے مہینے بھر کا سفر

بخاری شریف ''کتاب العلم'' میں ایک عنوان ہے: ''طلبِ علم گھر کیلئے نکلنا اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا صرف ایک حدیث کی خاطر، حضرت عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ سے ملنے کیلئے جانا اور مسلسل ایک مہینے تک سفر کرنے کے بعد اُن تک پہنچنا'' امام بخاریؒ یہ عنوان قائم فرما کر درحقیقت اس حدیث کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں جسے انہوں نے اپنی کتاب ''الادب المفرد'' باب المعانقہ میں حضرت عبداللہ بن محمد بن عقیل کی روایت سے بیان کیا ہے، اور اس میں یہ مذکور ہے کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ:

''مجھے کسی نے بتایا کہ فلاں مقام پر ایک صحابی رسول کو ایک حدیث معلوم ہے، جسے انہوں نے خود نبی کریم ﷺ سے سُنا ہے، وہ کہتے ہیں: یہ سُنکر میں نے ایک اونٹ خریدا، سامانِ سفر کی تیاری کی اور ایک مہینہ مسلسل سفر کرتا ہوا ملکِ شام پہنچا، وہاں معلوم ہوا کہ وہ صحابیِ رسول عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ ہیں، میں اُن کے مکان پر پہنچا، اور دربان سے یہ کہا: اندر جا کر کہو، دروازہ پر جابر کھڑا ہے۔ اُس نے کہا حضرت عبداللہ کے صاحبزادے؟ میں نے کہا: جی۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ، خبر ملتے ہی باہر تشریف لائے اور مجھے گلے سے لگالیا، میں نے کہا: سُنا ہے کہ آپ نے حضور اکرم ﷺ سے کوئی حدیث سُنی ہے، مجھے ڈر لگا کہ کہیں میں یا خدانخواستہ آپ اِس دنیا سے چلے گئے تو میں اُس حدیث کو سننے سے رہ جاؤں گا۔''

Marfat.com

حدیثِ رسول

انہوں نے کہا: میں نے سرکارِ دو عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں لوگوں کو ایسی حالت میں اٹھائے گا کہ سب ننگے، بلا ختنہ کئے ہوئے اور ''بُہم'' ہوں گے۔ ہم نے پوچھا: حضور یہ ''بُہم'' کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ اُن کے پاس کوئی رتّی برابر چیز بھی نہ ہوگی۔ پھر خدائے ذوالجلال ایک ایسی آواز میں خطاب فرمائے گا جسے ہر شخص خواہ نزدیک ہو دور، یکساں طور پر سُنے گا۔ ندا آئے گی'' میں شہنشاہ ہوں، اور خیر و شر کا بدلہ دینے والا ہوں، آج یہ ممکن نہیں کہ کسی دوزخی کا کسی جنتی پر کوئی مطالبہ ہو اور وہ اس کا حساب دیئے بغیر جنّت میں چلا جائے، یا کسی جنتی کا کسی دوزخی پر کوئی مطالبہ ہو اور وہ اُس کا حساب صرف اور بے باق ہونے کے بعد ہی جائیں گے۔

وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور سے پوچھا کہ یہ حساب کس طرح چکایا جائے گا، حالانکہ ہم خدا کے پاس ننگے اور خالی ہاتھ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا، نیکیوں اور برائیوں کے ذریعہ یعنی یہ بدلہ نیکیوں اور برائیوں کے ذریعہ ہوگا۔''

حافظ ابنِ حجرؒ ''فتح الباری'' میں اس حدیث کی تشریح کرنے کے بعد رقمطراز ہیں:

''اس روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سید الکونین ﷺ کی ایک ایک حدیث اور آپ کی ایک ایک سنت معلوم کرنے کا کس قدر جذبہ تھا۔''

طلبِ علم کیلئے سفر کو ترجیح

حافظ ابنِ حجرؒ فرماتے ہیں: امام احمد بن حنبلؒ سے کسی نے پوچھا ایک شخص علم حاصل کرنا چاہتا ہے، آیا وہ اُس کیلئے مختلف مقامات کا سفر کرے، یا کسی ایک ہی زبردست عالم سے وابستہ رہے؟

انہوں نے فرمایا کہ سفر کرے، اور مختلف شہروں کے علماء کے پاس جا کر اُن کے علوم قلمبند کرے اور لوگوں کو سونگھ کر اُن سے علم حاصل کرے۔

Marfat.com

حضرت سعید بن مسیب کا حال

مدینہ منورہ کے زبردست عالم سید التابعین حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ (سنِ پیدائش 13ھ، سنِ وفات 94ھ) کا یہ ارشادِ گرامی ملاحظہ ہو جسے حافظ ابنِ کثیرؒ نے ''البدایہ والنہایہ'' میں اس طرح درج کیا ہے۔

''میں بسا اوقات محض ایک حدیث کی تلاش میں کئی کئی دن اور کئی کئی رات سفر کیا کرتا تھا۔''

براہِ راست صحابہ سے سماعت کرنے کا شوق

خطیب بغدادی نے اپنی کتاب ''الکفایہ فی علم الروایہ'' میں جلیل القدر تابعی ابوالعالیہ رُفیع بن مہران رِیاحی بصری (متوفی 93ھ) کے بارے میں لکھا ہے:

''ابوالعالیہ فرماتے ہیں کہ ہم بصرہ میں رہتے ہوئے حضور اکرم ﷺ کی احادیث، صحابۂ کرام کے حوالہ سے سُنتے تھے، لیکن ہمارا دل اُس وقت تک مطمئن نہ ہوتا تھا، جب تک ہم مدینہ پہنچ کر خود صحابۂ کرام کی زبان سے وہ احادیث نہ سُن لیتے تھے۔''

ایک لفظ کیلئے

حافظ ابنِ عبدالبر نے اپنی کتاب ''جامع بیان العلم وفضلہ'' میں مشہور و معروف جلیل القدر تابعی حضرت مسروق بن اجدع ہمدانی (متوفی 63ھ) کے متعلق تحریر فرمایا ہے:

''مسروق نے ایک مرتبہ محض ایک حرف معلوم کرنے کی غرض سے مستقل سفر کیا ہے اور ابوسعید غالباً اُن کی مراد حضرت حسن بصریؒ ہیں، نے بھی ایک مرتبہ محض ایک حرف معلوم کرنے کیلئے سفر کیا ہے۔''

تین حدیثوں کی خاطر

حافظ رامہرمزی اپنی کتاب ''المحدث الفاصل بین الراوی والواعی'' میں مشہور و معروف جلیل القدر تابعی حضرت شعبی، عامر بن شراحیل (سن پیدائش 19ھ سن وفات 103ھ) کے

Marfat.com

بارے میں لکھتے ہیں:

''موصوف کے سامنے تین حدیثیں بیان ہوئیں، تو محض اُن کی تحقیق میں کوفہ سے مکّہ تک سفر کیا کہ شاید وہاں کوئی صحابیِ رسول مل جائیں'' (جن سے ان احادیث کی تحقیق ہو سکے)

حضرت مکحول کی طالب علمانہ دشت نوردی

حافظ ذہبیؒ ''تذکرۃ الحفاظ'' میں ملکِ شام کے امام وفقیہ اور مشہور و معروف جلیل القدر تابعی حضرت مکحول شامیؒ (متوفی 112ھ) کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں:

''ابنِ اسحٰق کی روایت ہے کہ انہوں نے حضرت مکحولؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے طلبِ علم کی راہ میں تمام دنیا کا چکر لگایا ہے۔

ابو وہب کی روایت ہے کہ مکحولؒ نے فرمایا: میں مصر میں غلامی سے آزاد ہوا تو وہاں کا تمام علم جہاں تک میرا اندازہ ہے۔ سب سمیٹ لیا، پھر میں عراق پہنچا، وہاں سے مدینہ آیا اور جہاں تک میرا اندازہ ہے ان دونوں شہروں کے علوم کو بھی سب سمیٹ لیا۔ اس کے بعد جب میں ملکِ شام پہنچا، تو پھر میں اُس کو خوب چھانا اور پھٹکا۔''

امام احمد بن حنبلؒ کا ملکوں اور شہروں میں مارے مارے پھرنا

اب سید المحدثین، امام اہلِ سنت، علمبردارِ شریعت، اور دنیائے طریقت کے پیشوا اور سرخیل، امام ابوعبداللہ احمد بن حنبلؒ کا تذکرہ ناظرین کی خدمت میں پیش ہے۔

ابو الیُمن عُلیمی حنبلی اپنی کتاب ''منہجِ احمد'' کا آغاز امامِ موصوف کے حالات سے کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ 16 سال کی عمر میں طلبِ حدیث کے اندر مشغول ہو گئے تھے، آپ کا اس سلسلہ میں پہلا سفر 183ھ میں کوفہ کا ہوا وہاں سے 186ھ میں بصرہ پہنچے اور پھر حضرت سفیان بن عیینہؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ سے 187ھ میں مکہ آئے، اسی سال پہلی مرتبہ حج کی سعادت حاصل ہوئی، وہاں سے 197ھ میں صنعاء یمن

Marfat.com

پہنچے اور حضرت عبدالرزاقؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس کے بعد پھر سفر کیا اور حضرت یحییٰ بن معینؒ کی صحبت میں رہنے لگے۔"

فقیہ احمد بن حمدان حنبلیؒ اپنی کتاب "صفۃ الفتویٰ والمفتی والمستفتی" میں رقمطراز ہیں:

"امام احمد بن حنبلؒ فرماتے تھے میں علم وسنت کی تلاش میں جگہ جگہ مارا مارا پھرا ہوں، سرحدوں پر، سواحل پر، ملکِ مغرب، جزائر، مکہ، مدینہ، حجاز، یمن، تمام عراق، فارس، خراسان، نیز پہاڑوں اور وادیوں سب میں گھوم پھر کر پھر بغداد لوٹا ہوں۔"

ابوحاتم رازی کا سات سالہ پیدل سفر

حافظِ حدیث امام ابنِ ابی حاتم رازیؒ اپنی تصنیف "تقدمۃ الجرح والتعدیل" میں اپنے والدِ ماجد ابو حاتم محمد بن ادریس رازیؒ (پیدائش 195ھ ۔۔۔۔ وفات 277ھ) کے سفر کی کیفیت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"میں نے ابا جان کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ میں طلبِ حدیث میں سب سے پہلے باہر نکلا تو سفر کرتے کرتے سات سال کا عرصہ ہو گیا تھا۔ میں نے اِن پیروں سے جو مسافت طے کی ہے وہ ہزار فرسخ (پانچ ہزار کلومیٹر) سے زیادہ ہے۔ میں ہزار فرسخ (پانچ ہزار کلومیٹر) تک تو گنتا رہا، لیکن جب مسافت اِس بھی بڑھ گئی تو پھر گننا چھوڑ دیا۔

میں کوفہ سے بغداد کتنی مرتبہ پیدل آیا ہوں، بتا نہیں سکتا، بارہا مکہ سے مدینہ جانا ہوا۔ میں پیدل مصر پہنچا ہوں، اور پیدل ہی مصر سے رملہ، اور رملہ سے بیت المقدس، اور پھر رملہ سے عسقلان اور رملہ ہی سے طبریہ، اور طبریہ سے دمشق اور دمشق سے حمص اور حمص سے انطاکیہ اور انطاکیہ سے طرطوس پہنچا ہوں۔ اس کے بعد میں طرطوس سے پھر دوبارہ حمص کیلئے لوٹا، اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ابوالیمان کی حدیث کا کچھ حصہ سننے سے رہ گیا تھا، وہاں آ کر اُسے سنا، پھر حمص سے بیسان اور بیسان سے رقہ اور رقہ سے فرات پار کرتا ہوا بغداد پہنچا۔ ملکِ شام جانے سے پہلے، واسط سے دریائے نیل، اور وہاں سے کوفہ پہنچا۔ اور بیٹے! یہ سب

پیدل سفر تھا پیدل۔

اس سے پہلے سفر میں میری عمر بیس سال کی تھی، سات سال سفر میں لگے، میں اپنے وطن "رَی" سے ماہِ رمضان 213ھ میں چلا تھا، اور واپس 221ھ میں پہنچا۔ دوسری مرتبہ 242ھ میں جانا ہوا، اور واپسی 245ھ میں ہوئی، گویا اس بار تین سال باہر رہنا ہوا۔ اس وقت میری عمر 47 سال کی تھی۔"

حیرت انگیز حافظہ

حافظ ذہبیؒ "تذکرۃ الحفاظ" میں امام شعبی بن عامر بن شراحیل کوفی ہمدانیؒ کے حالات درج کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ابنِ شبرمہ کا کہنا ہے کہ میں نے امامِ شعبیؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا: مجھے آج تک کسی مسودہ کو صاف کرنے کی ضرورت نہیں پڑی، اور نہ کبھی ایسا ہوا کہ کسی نے کوئی حدیث بیان کی ہو اور مجھے فوراً یاد نہ ہوگئی ہو، پھر یہ خواہش بھی کبھی نہیں ہوئی کہ وہ بیان کردہ حدیث کو دوبارہ سنائے اور اب بڑھاپے میں، علم کا جو تھوڑا سا حصّہ ذہن سے نکل گیا، اگر وہی کسی کو یاد ہوتا تو عالم کہلاتا۔"

وادع راسبی کہتے ہیں کہ امام شعبیؒ فرماتے تھے: میں اشعار سب سے کم سناتا ہوں لیکن اگر چاہوں تو ایک ماہ تک مسلسل اشعار سناتا رہوں، اور کبھی کسی شعر کو دوبارہ سنانے کی نوبت نہ آئے۔

امام شعبیؒ کے کثرتِ علم کا سبب

ابنِ مدینی کہتے ہیں: امام شعبی سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو اتنا بہت سا علم کہاں سے آگیا؟ انہوں نے کہا کہ چار باتوں کی وجہ سے (1) کسی (کاپی یا کتاب کے) بھروسہ پر نہ رہنا (2) (طلبِ علم کیلئے) شہروں میں گھومنا (3) جمادات کی طرح صبر سے کام لینا اور (4) کوے کی مانند صبح سویرے اُٹھنا۔

Marfat.com

عبداللہ بن فروخ قیروانی کا سفرِ مکہ

قاضی عیاضؒ نے ''ترتیب المدارک'' میں امام عبداللہ بن فروخ فارسی قیروانی (متوفی 175ھ بمقام مصر) کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: (واضح رہے کہ امام موصوف کو امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ اور امام سفیان ثوریؒ وغیرہ کی صحبت میں رہنے کا شرف حاصل ہے)

''عبداللہ بن فروخ کہتے ہیں کہ میں کوفہ پہنچا، اور میری سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ وہاں امام اعمشؒ سے احادیث سنوں، میں نے اُن کے بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ آج کل امام صاحب حدیث پڑھنے والوں سے کسی بناء پر سخت ناراض ہیں (درسِ حدیث بند ہے) اور انہوں نے قسم کھا رکھی ہے کہ میں اُن کو عرصہ تک حدیثیں نہیں سناؤں گا۔''

ایک عجیب اتفاق

وہ کہتے ہیں کہ میں امام صاحب کے دروازہ کے روزانہ کئی کئی چکر لگاتا، اس اُمید پر کہ شاید اُن سے ملاقات ہوجائے۔ اور مقصد میں کامیابی کی کوئی راہ نکل آئے۔ اتفاق سے ایک روز ایک باندی نے اُن کا دروازہ کھولا اور وہ نکل کر باہر آئی، مجھے وہاں دیکھا تو ٹھٹک کر بولی: یہاں تمہاری موجودگی کا مطلب؟ میں نے اُسے مدعا سنایا تو کہنے لگی آپ کا ملک کونسا ہے؟ میں نے کہا: افریقہ، اس نے افریقہ کا نام سنا تو میری طرف نہایت بشاشت کے ساتھ متوجہ ہوئی، اور پوچھنے لگی ''قیروان'' کو جانتے ہو؟ میں نے کہا: میں وہیں کا رہنے والا ہوں۔ بولی: ابنِ فروخ کی حویلی معلوم ہے؟ میں نے کہا: میں وہی کا تو ہوں۔ اب اس نے مجھے بہت غور سے دیکھا، اور تھوڑی دیر کے بعد بولی عبداللہ؟ میں نے کہا جی۔۔۔۔۔۔ درحقیقت وہ ہماری ایک باندی تھی، جسے ہم نے چھوٹی سی عمر میں بیچ دیا تھا۔

الغرض یہ سنتے ہی وہ امام اعمش کے پاس دوڑ کر گئی، اور اُن سے کہا: ''میں اپنے جس آقا کا تذکرہ آپ سے کرتی تھی، وہ دروازہ پر کھڑے ہیں۔'' انہوں نے مجھے اپنے سامنے والے

Marfat.com

مکان میں ٹھہرایا اور کرم گستری فرماتے ہوئے احادیث کی سماعت کرنے کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ اور اس طرح مجھے اُن سے حدیث سُننے کا شرف حاصل ہوا۔

فضل شعرانی کا روئے زمین پر گشت

حافظ ذہبی ''تذکرۃ الحفاظ'' میں امام فضل شعرانی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

''فضل بن محمد بن مسیب بیہقی شعرانی (متوفی 282ھ) فنِ حدیث میں حافظ و امام ہیں اور طلبِ علم میں دنیا گھومے ہوئے ہیں۔'' ابنِ مؤمل کہتے ہیں: ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ اُندلس کو چھوڑ کر دنیائے اسلام کا کوئی ایسا ملک نہیں جہاں فضل شعرانی طلبِ حدیث کی خاطر نہ پہنچے ہوں۔

حافظ ارغیانی کی اسلامی ممالک میں آمد و رفت

''تذکرۃ الحفاظ'' ہی میں حافظ ارگیانی کے حالات میں درج ہے کہ:

''محمد بن مسیب بن اسحٰق ارغیانی (متوفی 312ھ) فنِ حدیث میں حافظ و یکتائے زمانہ، نیز نہایت عابد و زاہد اور پیشوائے اُمت ہیں، آپ نے طلبِ علم کی خاطر دنیا کا چکر لگایا ہے''

امام حاکم ابو عبداللہ فرماتے ہیں: موصوف درویش کامل اور زاہدِ شب بیدار بزرگ ہیں، میں نے اپنے کئی اساتذہ اور مشائخ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ امام ارغیانی خود فرمایا کرتے تھے ''میرے علم میں دنیائے اسلام کی کوئی ایسی عظیم المرتبت شخصیت نہیں، جسکے پاس میں حدیث سننے کیلئے نہ گیا ہوں۔''

ابنِ مقری اصبہانی کا چار مرتبہ سفرِ مشرق و مغرب

''تذکرۃ الحفاظ'' ہی میں ابنِ مقری محمد بن ابراہیم اصبہانی (متوفی 381ھ) کے حالات میں مذکور ہے کہ:

Marfat.com

''موصوف فنِ حدیث میں حافظ وثقہ اور امام ہیں، نیز طلبِ علم کی خاطر دنیا گھومے ہوئے ہیں۔ ابو طاہر احمد بن محمود کہتے ہیں میں نے خود ابنِ مقری کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے حصولِ علم کیلئے مشرق و مغرب کا چار مرتبہ چکر لگایا ہے۔''

ایک کتاب کی خاطر 70 دن کا سفر

حافظ ذہبی نے یہ بھی لکھا ہے کہ دو (معتبر وثقہ) راویوں نے ابنِ مقری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ''مجھے مفضّل بن فضالہ مصری کی ایک کتاب نقل کرنے کیلئے ستر دن کا سفر کرنا پڑا، اور اگر وہ کتاب کسی نان بائی کو دیکر ایک روٹی لینا چاہے تو شاید وہ اس پر تیار نہ ہو۔'' وہ فرماتے ہیں ''میں بیت المقدس دس مرتبہ پیدل گیا ہوں۔'' (یہاں یہ بھی ذہن میں رہے کہ اُن کا ملک اصفہان ہے۔ اور وہاں سے بیت المقدس نہایت دور دراز اور طویل مسافت پر واقع ہے۔)

حافظ ابنِ مندہ کی 45 سالہ مسافرت

حافظ ذہبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں ابو عبداللہ بن مندہ، محمد بن اسحق کے حالات میں لکھا ہے:

''ابو عبداللہ 310ھ میں پیدا ہوئے، اور وفات 395ھ میں ہوئی، آپ کے وہ اساتذہ جن سے آپ نے احادیث سنیں اور حاصل کیں، ان کی تعداد ایک سو ستر (170) تک پہنچتی ہے۔ جب آپ اپنے طویل سفر سے واپس ہوئے تو آپ کی کتابیں اونٹوں پر لدی ہوئی تھیں۔ بعض حضرات نے تو یہاں تک کہا ہے کہ چالیس اونٹوں پر لدی ہوئی تھیں۔ ہمارے علم میں ابھی تک اس اُمت کا کوئی ایسا فرد نہ آسکا، جس نے امام موصوف کے بقدر احادیث سنی ہوں، یا اُن کی برابر روایات جمع کی ہوں۔ آپ طلبِ علم کی خاطر سفر کرنے والے گروہ کے خاتم، اور کثیر تعداد میں روایات بیان کرنے والی جماعت میں یکتا و منفرد ہیں۔ آپ کا بے مثل حافظہ حقیقت شناسی، صدق وسچائی اور کثرتِ تصانیف اِن خوبیوں کے

Marfat.com

علاوہ ہیں۔ جعفر مستغفری کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے ایک مرتبہ پوچھا کہ اساتذہ سے جو کچھ آپ نے سنا ہے وہ کتنا ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ پانچ ہزار مَن (وزن کے برابر) آپ کا سب سے پہلا سفر 330ھ سے کچھ پہلے ''نیشاپور'' کی طرف ہوا۔ حاکم کہتے ہیں کہ شیخ سے ہماری ملاقات 361ھ میں شہرِ بخاری میں ہوئی، اور آپ نے علم میں زبردست اضافہ فرمایا، پھر ہماری ملاقات نیشاپور میں اُس وقت ہوئی جبکہ موصوف اپنے وطن واپس جارہے تھے۔ آپ بیس (20) سال کے تھے جب سفر شروع کیا تھا، اور واپس ہوتے وقت 65 سال کی عمر ہو چکی تھی، اس طرح آپ نے سفر میں 45 سال کا عرصہ گذارا''

دو بار مشرق سے مغرب تک

خود ابنِ مندہ فرماتے تھے: ''میں مشرق و مغرب میں دو بار گھوما ہوں۔'' ان ہی ابوزکریا ابنِ مندہ کا کہنا ہے کہ: ''میں اپنے چچا عبید اللہ کے ساتھ نیشاپور جارہا تھا، جب ہم ''بئرِ مجہ'' پر پہونچے، تو مجھ سے میرے چچا نے یہ بیان کیا کہ میں ایک دفعہ اپنے والد کے ساتھ خراسان سے واپس ہو رہا تھا، جب ہم اس جگہ پہنچے تو دیکھا کہ چالیس بڑے بڑے گٹھر رکھے ہوئے ہیں، ہم سمجھے کہ کپڑے ہوں گے، وہاں ایک چھوٹا سا خیمہ بھی تھا، اور اس میں ایک صاحب تشریف فرما تھے۔ قریب جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ تمہارے والد ہیں۔ ہم میں سے کسی نے پوچھا ان بھاری گٹھروں میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا ان میں ایسا سامان ہے جس کے شائقین اس زمانہ میں کمیاب ہیں، ان میں سید البشر ﷺ کی احادیث ہیں۔ پھر مجھ سے میرے چچا کہنے لگے: میں وہاں سے واپس ہوا، تو بیس گٹھر اپنے ساتھ لے آیا۔ ابنِ مندہ کہتے ہیں: میں یہ سنکر والد صاحب کے اقتدا میں اس مقام پر اتر گیا۔''

ابونصر سجزی کے اُفقِ عالم تک دوڑ

حافظ ذہبی ''تذکرۃ الحفاظ'' میں ابونصر سجزی کے بارے میں فرماتے ہیں ''عبید اللہ بن سعید بن حاتم، ابونصر سجزی (متوفی 444ھ) فنِ حدیث میں ''حافظ'' کے مرتبہ پر پہنچے ہوئے

Marfat.com

ہیں، (یہی نہیں بلکہ) آپ اپنے دور میں حدیثِ پاک کے سب سے بڑے حافظ، امامِ وقت اور منارۂ سنّت کی حیثیت رکھتے ہیں، موصوف حدیث کی طلب میں زمین کے اس کنارہ سے اس کنارہ تک چکر لگا کر آئے ہیں۔"

ایک عورت کی پیشکش

ابواسحاق جنال کہتے ہیں: "میں ایک روز ابونصر سجزی کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے اُٹھ کر اسے کھول دیا، اب میں نے دیکھا کہ ایک عورت مکان میں داخل ہوئی اور اس نے آ کر ایک تھیلی نکالی جس میں ایک ہزار دینار تھے، اور اسے شیخ کے سامنے رکھکر بولی: انہیں جس طرح آپ کا دل چاہے خرچ فرمائیں۔ شیخ نے پوچھا آخر مقصد کیا ہے؟ اس نے کہا میں یہ چاہتی ہوں کہ آپ مجھ سے نکاح کر لیں، اگرچہ مجھے شادی بیاہ کی کوئی خواہش نہیں، لیکن اس طرح میں آپ کی خدمت کرنا چاہتی ہوں۔ آپ نے کہا تھیلی اٹھا کر یہاں سے چلی جاؤ۔ جب وہ چلی گئی تو انہوں نے مجھ سے کہا میں اپنے ملک سجستان سے صرف حصولِ علم کی نیت سے نکلا ہوں، اب اگر میں اس سفر میں شادی بیاہ کے جھمیلے میں پڑوں تو پھر میں "طالبِ علم" کہاں رہوں گا؟ اللہ نے طلبِ علم پر جو اجر وثواب رکھا ہے اس پر میں کسی بھی چیز کو ترجیح نہیں دینا چاہتا۔"

قاضی ومؤرخ ابنِ خلکان اپنی تصنیف "وفیات الاعیان" میں ابوزکریا یحییٰ بن علی تبریزی خطیبِ تبریزی (متوفی 502ھ، بمقام بغداد) کے حالات میں لکھتے ہیں:

"موصوف کو عربی زبان وقواعد وغیرہ پر مکمل بصیرت حاصل تھی، انہوں نے ابوالعلاء معری جیسے اہلِ فن اور منارہ علم وادب کے پاس زانوئے تلمذ طے کیا تھا۔"

خطیب تبریزی کا معرّہ تک پیدل سفر

ابوالعلاء معری کے پاس جانے کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک دفعہ انہیں ابومنصور ازہری کی کتاب "التہذیب" جو علمِ "قواعد وزبان" پر چند پتلی پتلی (غیر ضخیم) جلدوں میں ہے، کہیں سے مل

Marfat.com

گئی، اُن کا ارادہ ہوا کہ اس کتاب کے مندرجات کو کسی ماہرِ زبان سے تحقیقی طور پر سمجھیں، لوگوں نے اس سلسلہ میں ''معری'' کا نام پیش کیا، اور یہ شیدائے علم، کتاب کو تھیلے میں رکھ کر، اور اُسے بغل میں لٹکا کر، تبریز سے ''معرہ'' کی سمت چل پڑا۔

کتاب میں پسینے کا اثر

پاس میں اتنے پیسے نہیں تھے کہ سواری کا انتظام ہوتا، اِس لئے دھوپ میں پیدل چلنے سے پسینہ سے تر ہو گئی۔ اب اگر کوئی اسے دیکھے اور اسے یہ صورت حال معلوم نہ ہو، تو وہ یہی خیال کرے گا کہ شاید یہ کبھی پانی میں بھیگ گئی ہے۔ حالانکہ اُس پر صرف خطیبِ تبریزی کا پسینہ ہے۔

خون کا پیشاب

لاریب۔۔۔۔ اِن حضرات نے حصولِ علم کی راہ میں جن شدید مصائب و آلام کو جھیلا اور برداشت کیا، خدا نے اس کا نہایت بہتر بدلہ عطا فرمایا۔ اور اُن کے ذکرِ جمیل کو رہتی دُنیا تک چار دانگ عالم میں روشن کر دیا۔

خلیفہ منصور کی آرزو

یہاں جن حضرات کے حالات بیان کئے گئے ہیں، اُن کی عظمتِ شان اور علوِ مرتبت کا اندازہ کرنے کیلئے بس یہ واقعہ کافی ہے کہ عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور جو اُس وقت عظیم اسلامی مملکت کا فرماں روا تھا، اور اُس کے حدودِ مملکت اسپین سے سندھ تک پھیلے ہوئے تھے، اور وہ بذاتِ خود نہایت ذی علم، فقیہ اور گراں پایہ فاضل تھا، لیکن اُس کی دلی خواہش تھی کہ کاش! وہ اُس جماعتِ علماء کا ایک فرد ہوتا، جن کے قدم طلبِ علم میں چلتے چلتے گھس گئے ہیں، اور ان کے جسم اسفار کی تکلیفوں اور صعوبتوں کو جھیلتے جھیلتے لاغر و پژمردہ ہو گئے ہیں۔

حافظ سیوطیؒ نے ''تاریخ الخلفائ'' میں ابنِ عساکر کے حوالہ سے محمد سلاّم جمحی کی یہ روایت نقل

کی ہے کہ:

''ابو جعفر منصور سے کسی نے پوچھا: امیر المؤمنین! دین و دنیا کی تمام نعمتیں آپ کو حاصل ہیں، لیکن کیا کوئی ایسی آرزو بھی ہے جو ابھی تک پوری نہ ہوئی ہو؟ منصور نے کہا ہاں صرف ایک تمنا ہے، جو ابھی تک پوری نہیں ہوئی، اور وہ یہ کہ میں ایک چبوترے پر بیٹھا ہوا ہوں، میرے چاروں طرف اصحابِ حدیث ہوں، اور میں اُن کے سامنے سَند کے ساتھ سید الکونین ﷺ کی احادیث سنا رہا ہوں۔''

تم وہ اصحاب حدیث کہاں؟

راوی کا کہنا ہے کہ اگلے دن صبح ہوتے ہی مصاحبین اور وزراء کے لڑکے دوات اور کاپی لے لے کر منصور کے پاس آگئے (اور گویا زبانِ حال سے یوں کہا کہ لیجئے آپ کی وہ دیرینہ آرزو بھی آج پوری ہوئی جاتی ہے) انہیں دیکھکر منصور نے کہا: ''تم وہ اصحابِ حدیث کہاں؟ وہ تو وہ لوگ ہیں، جن کے کپڑے میلے۔ پیر پھٹے ہوئے لیکن اندر سے نہایت باشعور و دانا، اور طلبِ علم کی خاطر دنیا جہان میں گھومے ہوئے ہوں۔ درحقیقت ایسے ہی لوگ اصحابِ حدیث ہیں۔ اور انہیں کو حق ہے کہ وہ احادیث نقل کریں۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دور اندیشی

حافظ ابنِ کثیرؒ نے اپنی تصنیف ''البدایہ والنہایہ'' میں امامِ موصوف کا تذکرہ کرتے ہوئے بیہقی کے حوالہ سے حضرت عکرمہ کی یہ روایت پیش کی ہے:

''عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب سرکار دو عالم ﷺ کی وفات ہوگئی، تو میں نے کچھ دنوں کے بعد اپنے ایک انصاری دوست سے کہا: اس وقت حضور اکرم ﷺ کے صحابہ بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ اور ان سے حدیثیں معلوم کرلیں۔ اُس نے کہا ابنِ عباس! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ لوگ اکابرِ صحابہ کی موجودگی میں تمہارے پاس پوچھنے آئیں گے؟''

Marfat.com

صحابہ کے دروازوں پر پڑ جانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس نے تو یہ کام چھوڑ دیا، لیکن میں صحابہ کرام سے پوچھنے اور احادیث معلوم کرنے میں لگ گیا، مجھے (کبھی) پتہ لگتا کہ فلاں صحابی کے پاس کوئی حدیث موجود ہے۔ تو میں ان کے مکان پر پہنچتا، وہاں آکر معلوم ہوتا کہ وہ آرام کررہے ہیں، تو میں اپنی چادر اُن کے دروازے کے سامنے بچھا کر لیٹ جاتا، دوپہر کی گرمی میں ہوا چلتی تو تمام گردوغبار میرے اوپر آتا۔

جب صاحبِ خانہ باہر آکر مجھے دیکھتے تو حیرت زدہ ہوکر استفسار کرتے عم زادۂ رسول! (حضور اکرم ﷺ کے چچیرے بھائی) کیسے آنا ہوا؟ اور آپ نے یہ زحمت کیوں فرمائی، کسی کو بھیج کر مجھے کیوں نہ بلوالیا؟ میں کہتا: نہیں جناب! مجھے ہی آنا چاہیئے تھا۔ پھر میں اُن سے حدیث معلوم کرتا۔

نوجوان عقلمند نکلا

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: وہ انصاری دوست بھی کافی دنوں تک زندہ رہا، ایک دفعہ اُس نے مجھے دیکھا کہ لوگوں کی کافی بڑی تعداد میرے اردگرد موجود ہے، اور وہ مجھ سے (احادیث ومسائل) پوچھنے میں لگے ہوئے ہیں، تو مجھے دیکھ کر کہنے لگا: یہ نوجوان مجھ سے زیادہ عقلمند نکلا۔

ابوسلمہ کی روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

"مجھے نبی کریم ﷺ کی اکثر احادیث حضراتِ انصار سے معلوم ہوئی ہیں، میں دوپہر میں ان سے کسی ایک کے دروازہ پر پڑ رہتا، اور مجھے یہ یقین ہے کہ اگر میں انہیں اپنے آنے کی اطلاع کرتا تو وہ مجھے فوراً بلا لیتے، لیکن میں یہ چاہتا تھا کہ وہ (حدیث پاک) نہایت اطمینان اور خوشدلی کے ساتھ سنائیں، اور اس وقت ان کی طبیعت پر کسی طرح کی کوئی گرانی نہ ہو۔"

عبدالرحمن بن قاسم کی روزانہ سحر کے وقت حاضری

قاضی عیاض نے ''ترتیب المدارک'' میں عبدالرحمن بن قاسم عتقی مصری (متوفی 191ھ) کے حالات میں لکھا ہے (یاد رہے موصوف کا شمار امام مالکؒ اور لیثؒ وغیرہ کے مایہ ناز شاگردوں میں ہوتا ہے۔)

''ابنِ قاسم کہتے تھے: میں امام مالکؒ کے پاس، آخر شب کی تاریکی میں پہنچتا، اور کبھی دو، کبھی تین یا چار مسئلے دریافت کرتا اُس وقت امامِ محترم کی طبیعت میں کافی انشراح محسوس ہوتا۔ ایک دفعہ اُن کی چوکھٹ پر سر رکھے سو گیا، امام مالکؒ نماز کیلئے مسجد تشریف لے گئے، لیکن مجھے نیند کے غلبہ میں کچھ بھی پتہ نہ چل سکا، آنکھ اُس وقت کھلی جب اُن کی ایک کالی کلوٹی باندی نے میرے ٹھوکر مار کر یہ کہا: تیرے آقا چلے گئے، وہ تیری طرح غافل نہیں رہتے، آج 49 سال ہونے کو آئے، انہوں نے فجر کی نماز کبھی کبھار کے علاوہ ہمیشہ عشاء ہی کے وضو سے پڑھی ہے۔'' (اُس کلوٹی نے آپ کو امام صاحب کے پاس اکثر آتے جاتے دیکھ کر اُن کا غلام سمجھا۔)

امام مالکؒ کے پاس 17 سالہ قیام

ابنِ قاسم کہتے ہیں کہ میں امام مالکؒ کے پاس مسلسل سترہ سال رہا، لیکن اس مدت میں نہ کچھ بیچا اور نہ کچھ خریدا۔

باپ اور بیٹے کی ملاقات:

وہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں آپ کے پاس بیٹھا تھا، اچانک ایک نقاب پوش نوجوان جو مصر سے حج کرنے کیلئے آیا تھا، مجلس میں پہنچا، اور امام مالکؒ کو سلام کر کے پوچھا۔ کیا آپ کے یہاں ابنِ قاسم موجود ہیں؟ لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا، وہ آیا اور اُس نے میری پیشانی کا بوسہ لیا، میں نے اُس میں ایک نہایت عمدہ خوشبو محسوس کی، (جس کا بیان لفظوں

Marfat.com

میں کرنا مشکل ہے) درحقیقت وہ میرا بیٹا تھا، اور یہ خوشبو اسی وجہ سے آرہی تھی، میں جس وقت گھر سے چلا تو یہ رحمِ مادر میں تھا، یہ کہکر آیا تھا کہ لمبی مدت کیلئے جارہا ہوں واپسی کا کچھ پتہ نہیں کہ کب ہو، اس لئے تمہیں اختیار ہے چاہے میرے ہی نکاح میں رہنا چاہے آزاد ہوکر دوسری جگہ چلی جانا۔ لیکن اُس اللہ کی بندی نے آزاد ہونے کے بجائے میرے ہی نکاح میں رہنے کو اختیار کیا۔

امام بخاریؒ کا حال

حافظ ابن کثیرؒ اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں فنِ حدیث میں امیر المؤمنین کی شان رکھنے والے، یگانۂ روزگار اور شہرۂ آفاق امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات درج کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"امام موصوف نے طلبِ حدیث کی خاطر دنیا کے اُن تمام ملکوں کا سفر کیا ہے، جہاں انہیں پہنچنا ممکن تھا، اور اس دور کے تقریباً تمام ہی مشائخ اور اساتذۂ حدیث کی خدمت میں حاضری دی ہے، آپ نے جن اساتذہ کے پاس رہ کر احادیث قلمبند کی ہیں اُن کی تعداد ہزار سے اوپر ہے۔ فربری کہتے ہیں میں نے "بخاری شریف" خود امام موصوف سے سنی ہے اس وقت میرے ساتھ ستر ہزار طلبۂ حدیث سننے میں شریک تھے، میرا خیال ہے کہ وہ سب اس دنیا سے جا چکے اور اب ان میں سے تنہا میں ہی زندہ رہ گیا ہوں۔"

رات میں بیس بیس مرتبہ اٹھ کر علمی فوائد قلمبند کرنا

حافظ ابنِ کثیر فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی عادت تھی کہ رات کو سوتے سے اٹھتے چراغ جلاتے اور جو فوائد (نوٹس) ذہن میں آتے، انہیں قیدِ تحریر میں لاتے اور پھر چراغ بجھا کر سو جاتے، پھر کوئی بات ذہن میں آتی تو پھر لکھنے کیلئے اُٹھتے، اس طرح کبھی کبھی اٹھنے کی تعداد بیس کے قریب تک پہنچ جاتی۔

خاکسار کے استاد شیخ امام کوثری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف "بلوغ الامانی فی سیرۃ الامام محمد

Marfat.com

بن الحسن الشیبانی'' میں تحریر فرمایا ہے کہ:

''امام مالکؒ کے شاگردِ رشید اور ان کے مسلک کے سب سے بڑے مدوّن ومرتب ''اسد بن فرات'' جو شہرِ قیروان کے قاضی اور ایک فاتح کمانڈر بھی تھے، 172ھ میں حصولِ علم کی خاطر اپنے وطن ''قیروان'' سے چل پڑے، بالآخر مدینہ منورہ پہنچے اور وہاں امام مالکؒ سے ''موطا'' سُنی۔''

اسد بن فرات امام محمد کی شاگردی میں

آپ وہاں سے چل کر عراق آئے اور امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں سے حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کی، آپ کی زیادہ تر آمدورفت امام محمد بن حسن شیبانیؒ کے یہاں تھی، جب وہ پہلے پہل آپ کے پاس پہنچے تو یوں کہا: جناب میں ایک پردیسی اور غریب آدمی ہوں، آپ سے حدیث سننے کے شوق میں حاضر ہوا ہوں، لیکن آپ کے یہاں طلبہ کی بہت بڑی تعداد ہے۔ جس کی وجہ سے میرا علمی فائدہ بہت کم ہو سکے گا۔ اسلئے سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں؟

علم کے شیدائی کی یہ طلبِ صادق دیکھی تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ تم دن میں تو سب کے ساتھ (سبق) سن لیا کرو، البتہ رات کا وقت صرف تمہارے لئے مخصوص رہے گا، تم رات کا قیام میرے یہاں کیا کرنا، میں وہیں تمہیں احادیث سنایا کروں گا۔

پانی کے چھینٹے

اسد بن فرات کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں آپ کے قریب رہنے لگا، آپ رات کو میرے پاس تشریف لاتے، اور اپنے سامنے ایک برتن میں پانی بھر کر رکھ لیتے، پھر وہ حدیث پڑھتے اور بندہ سننے میں مشغول رہتا۔ جب رات زیادہ ہو جاتی اور مجھے اونگھ آنے لگتی تو وہ اپنے ہاتھ میں پانی لیکر میرے منہ پر چھڑکتے، اور میں چونک کر پھر بیدار ہو جاتا۔ میرا اور ان کا روز یہی معمول تھا۔ آخر کار وہ نیک ساعت بھی آئی کہ جتنا میں آپ کے پاس سننا چاہتا

تھا وہ سب خدا کے فضل و کرم سے پورا ہوا۔

مالی امداد

امام محمدؒ نے آپ کے کھانے پینے اور خرچ کی ذمہ داری بھی لے رکھی تھی، درحقیقت یہ اُس وقت ہوا جب کسی طرح امامِ موصوف کے علم میں آیا کہ آپ کے خرچے کے پیسے ختم ہو گئے ہیں اور آپ کی زندگی نہایت عُسرت کے ساتھ گذر رہی ہے۔ایک مرتبہ امام محمدؒ نے آپ کو ''سبیل'' پر پانی پیتے دیکھا تو آپ کی غربت و ناداری کا اندازہ ہوا۔اور 80 دینار نکال کر دیئے، جب یہ رخصت ہو کر عراق سے واپس آئے تو اُس وقت بھی امام محمدؒ نے آپ کی مالی مدد کی۔

حافظ ذہبی ''تذکرۃ الحفاظ'' میں امام طبرانی کے حالات میں لکھتے ہیں:

''ابوالقاسم سلیمان بن احمد لخمی شامی طبرانی اپنے زمانہ کے امامِ علاّم اور فنِ حدیث میں حافظ و حجت کی حیثیت رکھتے ہیں۔آپ حفاظِ حدیث کے بقایہ افراد میں سے ہیں۔اور دنیائے علم و فضل کا سہارا ہیں، آپ کا سنِ پیدائش 260ھ اور سنِ وفات 360ھ ہے۔عمر پورے سو سال اور دس ماہ کی ہوئی، آپ کی روایت کردہ احادیث سے دنیا کا چپّہ چپّہ معمور ہے، آپ کی تالیفات 75 سے زائد ہیں۔''

30 سال چٹائیوں پر سویا ہوں

ذکوانی کہتے ہیں: کسی نے امام طبرانیؒ سے پوچھا کہ آپ کو اتنی کثیر تعداد میں احادیث کس طرح یاد ہوئیں؟ انہوں نے کہا میں تیس سال تک چٹائیوں پر سویا ہوں۔

حافظ ذہبی ''تذکرۃ الحفاظ'' میں کتاب الجرح والتعدیل اور ''تفسیر بن ابی حاتم'' جیسی عظیم اور مایہ ناز کتابوں کے مؤلف عبدالرحمن بن ابی حاتم رازی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

''عبدالرحمن بن ابی حاتم کہتے: 255ھ میں میرے والد مجھے اپنے ساتھ وطنِ عزیز ''رَی''

Marfat.com

(خراسان) سے لیکر چلے۔ میں اس وقت تک بالغ نہیں ہوا تھا۔ جب ہم ذوالحلیفہ پہنچے جو اہلیانِ مدینہ کا میقات ہے، تو میں بالغ ہو گیا۔ والد صاحب کو (کسی طرح) اس کی خبر ہوئی تو انہیں نہایت خوشی اور مسرت ہوئی کہ اس طرح میں حج کی سعادت سے بہرور ہو جاؤں گا۔"

ابنِ ابی حاتم رازی کے شب و روز

ذہبی لکھتے ہیں: علی بن احمد خوارزمی کی روایت ہے کہ ابن ابی حاتم فرماتے تھے ہم مصر میں حصول علم کی خاطر سات ماہ تک رہے لیکن اس درمیان کبھی شور تک چکھنے کی نوبت نہیں آئی دن بھر ہم اساتذہ کی خدمت میں رہتے اور رات کو سنی ہوئی احادیث لکھتے اور اپنے ساتھیوں کی کاپیوں سے مقابلہ کرتے۔

مچھلی بھوننے کا وقت نہ ملا

ایک روز میں اور میرا ایک ساتھی اپنے ایک استاد کے پاس پہنچے معلوم ہوا کہ آج ان کی طبیعت ناساز ہے، یہ سنکر واپس ہوئے راستہ میں ایک بڑی خوبصورت مچھلی نظر آئی۔ آج ہم نے (وقت میں کچھ گنجائش دیکھ کر) اسے خرید لیا۔ لیکن جب قیام گاہ پہنچے تو دوسرے استاد کی مجلس کا وقت ہو چکا تھا۔ ہم مچھلی کو یونہی چھوڑ کر چلے گئے، جب تین دن اسی آس میں گذر گئے اور مچھلی میں تعفن پیدا ہونے کا خطرہ ہو گیا تو پھر ہم اسے کچا ہی کھا گئے، اور ہمیں اس کو بھوننے اور سینکنے کا وقت نہ مل سکا۔ اس کے بعد فرمایا (جسمانی راحت و آسائش کے ساتھ علم حاصل کرنا بہت دشوار ہے۔)

طالب علم کی کہانی، زمخشری کی زبانی

آخر میں اس موقع پر ماہرِ عربی لغت اور اِس فن میں خود اہلِ زبان کے مقتدا و امام ابوالقاسم زمخشری کے وہ اشعار نہایت مناسب حال ہیں جن میں علماء کا رات رات بھر جاگنا اور پھر ان کا مزے لے لے کر بیان کرنا مذکور ہے۔

Marfat.com

اشعار کا اردو ترجمہ یہ ہے:

(1) مجھے تحقیقِ علم میں رات رات بھر جاگنا کسی محبوبہ کے وصل اور اسے گلے لگانے سے زیادہ لذیذ معلوم ہوتا ہے۔

(2) کاغذات پر قلم چلانے کی آواز، مجھے نغمۂ ہائے دوگاہ وعشاق سے کہیں زیادہ شیریں معلوم ہوتی ہے۔

(3) روشنائی جذب ہو جانے کے بعد ریت صاف کرنے کیلئے کاغذات پر چٹکی مارنا مجھے حسینہ کے دَف پر چٹکی مارنے سے زیادہ لذیذ معلوم ہوتا ہے۔

(4) میں رات بھر جاگوں اور تو مزے کی نیند لے، اور پھر بھی یہ چاہے کہ میرے ساتھ آملے گا۔

Marfat.com

اپنا راستہ خود بنائیں، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے توقع مت رکھیں۔

نہ ہی شیخ چلی کی طرح سوچیں

محنت یا قسمت

کہا جاتا ہے کہ ایک زمیندار خاصی زرعی جائداد اور دولڑکے چھوڑ کر مرا۔ بڑے لڑکے کا نام اکبر سمجھئے اور چھوٹے کا اصغر، اکبر پرلے درجے کا عیار اور خود غرض تھا اس نے اپنے چھوٹے بھائی کو دانستہ تعلیم اور تربیت سے محروم رکھا تاکہ جب اصغر جوان ہو تو اسے جائداد تقسیم کرانے کا احساس نہ ہونے پائے اور وہ خود ساری جائداد کا مالک بنا بیٹھا رہے۔

اکبر مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا، اصغر جوان ہونے کے بعد بھی سارا دن کھیت میں مزدوروں کے ساتھ کام کرتا، بھائی کی جھڑکیاں سہتا، بھابھی کی ملامت سنتا مگر اف تک نہ کرتا اسے پہننے کے لئے پھٹے پرانے کپڑے دیئے جاتے، کھانے کے لئے اکبر پر تکلف دستر خواں کا پسماندہ اور رہنے کے لئے ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی دی گئی تھی مگر وہ لب شکایت وا نہ کرتا، اس کی خودی سوئی پڑی تھی، اسے احساس تک نہ تھا کہ اس کا بھائی غاصب ہے اور وہ بھی اس سے اپنا حصہ حاصل کر کے آرام کی زندگی بسر کر سکتا ہے۔

ایک دن اصغر کھیت پر مزدوروں کے لئے کھانا لے کر گیا تو لوٹتے وقت لوٹا وہیں بھول آیا جب اس کی اطلاع اکبر کو ہوئی تو اس نے ملازموں کے سامنے اصغر کی خوب گت بنائی اور حکم دیا کہ وہ اسی وقت کھیت پر جائے اور لوٹا اٹھا لائے ورنہ کھانا نہ ملے گا، رات تاریک تھی اور کھیت گھر سے خاصا دور تھا آج اصغر پھوٹ پھوٹ کر رو دیا، وہ مدت سے ظلم وستم کی چکی میں پس رہا تھا، بھائی کے مظالم خاموشی سے برداشت کر رہا تھا مگر آج پہلی بار اس نے محسوس کیا کہ اس زندگی سے نجات حاصل کرنی چاہیے، اگر اسے یقین ہوتا کہ کہیں اور ٹھکانہ مل سکے گا، اسے کوئی آدمی ملازم رکھ لے گا، تو وہ اسی وقت اس گھر کو جہاں اس کے لئے مسرت تھی نہ

آرام، ہمیشہ کیلئے چھوڑ دیتا مگر ڈر تھا تو اس بات کا کہ اکبر کے ڈر سے اسے کوئی پناہ نہ دے گا ،کوئی ملازم نہ رکھے گا کیونکہ اکبر کی رسائی سرکار، دربار میں تھی، پولیس اس کی مٹھی میں تھی، اور تو اور علاقہ کے بدمعاش بھی اس کے پروردہ تھے، اس لئے وہ بھی اس سے ڈرتے تھے اور کوئی اسے مخالف بنانے پر تیار نہ تھا۔

اصغر بادل ناخواستہ لوٹا اٹھانے جا رہا تھا، اس کے دل میں بغاوت کا شعلہ پہلی بار روشن ہوا اس نے فیصلہ کرلیا کہ جب مناسب موقع ملے گا وہ بھاگ جائے گا، کسی اور ملک میں جا کر زندگی کے بھلے برے دن بسر کرلے گا اور ظالم بھائی کا منہ کبھی نہ دیکھے گا اس بھائی کا جو اسے ہر روز ذلیل کرتا ہے۔

اصغر انہیں خیالات میں غرق دھیرے دھیرے کھیت کی طرف جا رہا تھا، وہاں پہنچ کر کیا دیکھتا ہے کہ ایک آدمی جس کا لباس سفید ہے، دودھ جیسا سفید، کھیت کے گرد چکر لگا رہا ہے، اصغر بڑا حیران ہوا کہ اتنی رات گئے یہ شخص یہاں کیا کر رہا ہے،؟ اس نے اجنبی سے دریافت کیا کہ وہ کون ہے، اجنبی نے جواب دیا کہ: ''میں اکبر کا نصیبا ہوں اور کھیت کی دیکھ بھال کر رہا ہوں کہ کوئی اس کی فصل کو نقصان نہ پہنچانے پائے۔''

اصغر: نصیبا۔ اکبر کا نصیبا صرف اکبر ہی کا ہے یا اور لوگ بھی نصیبا رکھتے ہیں؟

اجنبی: قدرت نے کسی کو بے بخت اور بے نصیب پیدا نہیں کیا، ہر انسان کا نصیبا موجود ہے، زندہ سلامت ہے۔

اصغر: کیا میرا بھی نصیبا زندہ ہے؟ اگر ہے تو وہ کہاں محو خواب ہے؟ تم یہاں پہرہ دے رہے ہو، اکبر کے کھیت کی حفاظت کر رہے ہو لیکن میرے نصیبے نے تو کبھی میرا حال دریافت نہیں کیا، اسے شاید معلوم ہی نہیں کہ میں اکبر کے ظلم و ستم سہ سہ کر زندگی سے بیزار ہو چکا ہوں۔

یہ کہتے وقت اصغر کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، اس کا دل رو رہا تھا، اسے اکبر کے مظالم ایک ایک کر کے یاد آنے لگے۔

Marfat.com

اجنبی: کیوں نہیں، تمہارا نصیبا بھی موجود ہے اور اس وقت ''جزیرہ بخت'' میں محوخواب ہے 'بات اصل میں یہ ہے کہ دنیا میں معدودے چند اشخاص ایسے ہوتے ہیں جن کا نصیب ان کی پیدائش سے پیشتر بیدار ہوتا ہے، انہیں تکالیف کا منہ کم دیکھنا پڑتا ہے' باقی سب کو اپنا نصیبا خود جگانا پڑتا ہے' اور جدوجہد کر کے کڑیاں جھیل کر اپنی قسمت آپ بنانی پڑتی ہے۔

اصغر: اگر آپ بتا سکیں کہ میرا نصیبا کہاں ہے تو میں ضرور اس تک پہنچ کر دم لوں گا۔

اجنبی: وہ سامنے جو گھنا جنگل ہے جس کی وسعت سخی کے دل سے بھی زیادہ ہے' اس سے پرے ایک پہاڑ ہے جس کی چوٹیاں آسمان سے باتیں کرتی ہیں' اگر تم اس جنگل کو عبور کر سکو اور اس پہاڑ کو پھلانگ سکو تو سمندر کے کنارے پہنچ جاؤ گے وہاں سے سمندر کے عین درمیان ایک جزیرہ نظر آئے گا۔ بس وہیں تمہارا نصیبا سو رہا ہے' اگر اسے جگالو تو تمہاری بگڑی بن سکتی ہے' تم اکبر کے مظالم سے نجات حاصل کر سکتے ہو' اور اکبر سے زیادہ خوش حال بن سکتے ہو کیونکہ جو لوگ سختیاں جھیل کر جان جوکھوں مین ڈال کر اپنا نصیبا جگایا کرتے ہیں وہ بہت کچھ پا لیتے ہیں۔

اصغر: میں اکبر کے مظالم سے نجات حاصل کر سکتا ہوں' اپنے نصیبے کو جگا کر اکبر سے زیادہ دولت حاصل کر سکتا ہوں' شان و شوکت سے رہ سکتا ہوں تو میں ضرور اپنے نصیبے کو جگاؤں گا' ذلت کی موجودہ زندگی سے نجات حاصل کرنے کی جدوجہد میں جان بھی جاتی رہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

اصغر اب نیا انسان بن چکا تھا' اس کی خودی بیدار ہو چکی تھی' اب وہ اپنے آپ کو اکبر سے فروتر سمجھنے اور اس کے لئے کام کرنے پر آمادہ نہ تھا' اس نے لوٹا اٹھایا اور چل پڑا۔۔۔ گھر کی طرف؟ نہیں' سامنے جنگل کی طرف۔

اصغر کیونکہ ''جزیرۃ بخت'' تک پہنچا؟ اس نے اپنے بخت خفتہ کو کس طرح جگایا؟ کس صورت حسین بیوی' عالی شان محل اور زر و جواہر حاصل کئے؟ بھائی سے کس طریق پر انتقام

لیا؟ بہت پر لطف داستان ہے مگر اس وقت مجھے ان تفصیلات سے غرض نہیں' مجھے تو صرف یہ بتایا ہے کہ اگر آپ بھی چاہیں تو اصغر کی طرح اپنے نصیبے کو جگا سکتے ہیں اور کارساز عالم نے انسان کے لئے جو نعمتیں پیدا کی ہیں انہیں حاصل کر سکتے ہیں:۔

بلاشبہ ہر انسان اپنے نصیبے کو جگا کر جاہ و منصب حاصل کر سکتا ہے۔

دنیا میں وہ افراد انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں جن کا نصیبا ان کے عالم وجود میں آنے سے پہلے بیدار ہوتا ہے یا ان کی پیدائش کے ساتھ ہو بھی انگڑائی لیتا ہے' باقی سب اسے خود جگاتے ہیں' بنجمن ڈسرائیلی' ''فرینکلن' ابراہام لنکن' مصطفٰے کمال' رضا خان پہلوی' قائد اعظم مہاتما گاندھی سٹالین غرض زمانہ ماضی و حال کے بہت سے بڑے آدمیوں نے اپنے بخت خفتہ کو خود جھنجھوڑا اور اسے مجبور کیا کہ بیدار ہو انہوں نے اپنا راستہ خود بنایا اور اقوام و ملل کے محبوب راہنما بنے۔

محنت کا راز

سیاسی لیڈروں کی طرح دنیا کے کئی ارب پتی کارخانہ دار بھی غریب والدین کے گھر پیدا ہوئے مگر انہوں نے ہمت و استقلال سے کام لیا مسلسل جدوجہد کی مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کیا جان جوکھوں میں ڈال کر جزیرۂ بخت تک پہنچے اپنے نصیبے کو جگایا اور امیر بنے کارنیگی راک فیلر ارفورڈ اسی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں سائنس اور فنون لطیفہ کے ماہرین کے سوانح حیات کا مطالعہ کیجئے ان میں سے اکثر ابتدائی تعلیم بھی حاصل نہ کر سکے ان کے والدین نان ونفقہ کے محتاج تھے انہیں تعلیم کیونکر دلاتے؟ مگر ان ہونہار اور ذہین نوجوانوں نے محنت کی اپنے نصیبے کو جگایا اور علم و حکمت کی دنیا میں شہرت حاصل کی ان میں سے بعض نوجوانوں نے دن بھر محنت مزدوری کی مگر رات کو مدارس شبینہ میں داخل ہو کر یا کسی بزرگ کے سامنے زانوئے ادب تہ کر کے علم حاصل کیا بعض کے متعلق تو مشہور ہے کہ سڑکوں کے لیمپوں کی روشنی میں مطالعہ کیا کرتے تھے ان میں اتنی استطاعت بھی نہ تھی کہ تیل خرید سکتے

Marfat.com

یہ محنت بیکار نہ گئی اور وہ دن بھی آ گیا جب ان کی قابلیت کا طوطی بولنے لگا نوائے وقت کے حمید نظامی چودھری برکت علی چودھری نذیر احمد چودھری بشیر احمد نے خوب نام کمایا۔

ایک مغربی مفکر کا قول ہے! ''کامیابی کی مسجد میں داخل ہونے کا راستہ ہر انسان کو خود بنانا پڑتا ہے جب کوئی فرد اس مسجد میں داخل ہو جاتا ہے تو راستہ بند ہو جاتا ہے حتی کہ اس کی اولاد کو بھی اس راستہ سے اندر جانے کی اجازت نہیں دی جاتی۔'' اس قول کی صداقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا' کامیاب باپ بیٹے کے لئے دولت چھوڑ سکتا ہے جائداد بنا سکتا ہے لیکن حقیقی عظمت نہیں دلا سکتا'

ہموار راستہ

جب آپ دیکھتے ہیں کہ اس دنیا میں اکثر آدمی ہمت سے اپنا راستہ بناتے ہیں اور ترقی کی معراج تک پہنچ جاتے ہیں تو آپ بے دست و پا بن کر کیوں بیٹھے رہے اور اس توقع پر وقت ضائع کریں کہ آپ کی راہ کوئی اور ہموار کرے گا؟

اگر کوئی اپاہج سہارا چاہے تو اسے معیوب نہیں سمجھا جاتا بلکہ سب اس سے ہمدردی کرتے ہیں لیکن تندرست آدمی بازار میں کھڑا ہو کر کہے اے لوگو! یوں تو میں بھلا چنگا ہوں جوان ہوں مگر مجھے سہارے کی خواہش ہے میں عجائب گھر تک جانا چاہتا ہوں وہ ہے تو اس جگہ سے صرف دو فرلانگ اور میں آسانی سے وہاں تک پیدل چل کر جا سکتا ہوں لیکن کون تنہا چلنے کی زحمت گوارا کرے اس لئے خدا کا کوئی بندہ آگے بڑھے اور مجھے عجائب گھر تک لے چلے۔'' اگر آپ اس مجمع میں موجود ہوں گے جو اس کے گرد جمع ہے تو آپ فوراً فتویٰ دیں گے کہ اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے ممکن ہے کوئی منچلا احمق' کہنے پر اکتفا نہ کرے بلکہ اسے دو چار رسید کر دے، لیکن تعجب ہے کہ آپ اس انسان کو ملامت نہیں کرتے جو دنیا میں آگے بڑھنے کے لئے ہر وقت دوسروں کی طرف دیکھتا ہے، سفارش اور وسیلے کی تلاش میں رہتا ہے اور خود جدوجہد کر کے اپنا راستہ بنانے کی کوشش نہیں کرتا جب آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ

Marfat.com

کامیابی کے باغ میں داخل ہونے کے لئے ہر انسان کو اپنا راستہ خود بنانا اور اپنا نصیبا خود جگانا پڑتا ہے۔

کامیابی کا آسان نسخہ

اگر آپ مجھ سے ایک ہزار بار بھی دریافت کریں گے کہ کامیابی کا سہل نسخہ بتایئے تو میں ہر بار یہی کہوں گا کہ اپنے خیالات کی باگ صحیح رخ کی طرف موڑیئے یعنی بلند خیال بیئے اعلیٰ فضا میں پرواز کیجئے اپنے آپ کو کامیاب سمجھیے ان افراد کے سوانح حیات کا مطالعہ کیجئے جو آپ کی طرح مفلس تھے جو آپ کی طرح تعلیم حاصل نہیں کر سکے جو معمولی مشاہرے پر کسی دفتر میں کلرک فوج میں سائنس یا کسی مدرسے میں معمولی مدرس بھرتی ہوئے مگر آج جاہ و منصب رکھتے ہیں اور ان کا نام عزت واحترام سے لیا جاتا ہے سوچئے اگر ان جیسے کم وسائل والے لڑکے ترقی کر سکتے ہیں لوگوں کی قسمت کے مالک کارخانوں کے پروپرائٹر اور سرمایہ دار بن سکتے ہیں تو آپ کیوں کامیاب نہ ہوں؟ ان لوگوں کی ترقی کی کہانی پڑھنے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ ان کی کامیابی بہت حد تک رہین منت ہے بلند خیالی اور خود اعتمادی کی ان کے خیالات ہمیشہ ان سے ایک قدم آگے رہتے تھے اور انہیں اگلی منزل تک پہنچانے پر اکساتے تھے جب وہ ایک معرکہ سر کر لیتے تھے تو رک جاتے تھے خیالات انہیں اور آگے چلنے پر مجبور کرتے تھے اس لئے آگے بڑھتے تھے بالآخر وہ منزل پر پہنچ کے رہے۔

بیسویں صدی مشاہیر کی دی کہلاتی ہے اس صدی میں بڑے بڑے مدبر موجد اور سائنس دان پیدا ہوئے اگر آپ ان کے حالات زندگی بالتفصیل مطالعہ نہیں کر سکتے تو کم از کم یہ معلوم کرنے کی ضرور کوشش کیجئے کہ ان میں کتنے امراء کے فرزند ہیں کسی کالج یا یونیورسٹی کی سند فضیلت رکھتے ہیں اور کتنے ایسے ہیں جنہیں اپنی زندگی خود بنانا پڑی جن کا بچپن عسرت میں بسر ہوا اور جو مدتوں مزدوروں کی طرح محنت ومشقت کر کے اپنے متعلقین کی امداد کرتے رہے اگر ان مشاہیر میں اکثریت ان کی ہو جو گمنام گھروں میں پیدا ہوئے جو اعلیٰ تعلیم

Marfat.com

حاصل نہ کر سکے تو پھر غور کیجئے کہ آپ کیوں پست خیالی کے مریض بنیں اور اپنی زبوں حالی کو قسمت کا نوشتہ قرار دیں؟

جب میں پیدائشی بدنصیب اور ازلی محروم ہوں میری قسمت بری ہے خدا کی رضا یہی ہے کہ میں اچھی چیزوں سے محروم رہوں پھر جدو جہد سے کیا فائدہ؟ پچھلے سال میں نے سوختنی لکڑی کا کاروبار کر کے دیکھ لیا ہے کہ خدا مجھے کامیاب نہیں دیکھنا چاہتا مجھ سے کم سرمائے پر کاروبار کرنے والوں کو نفع ہوا مگر میں خسارے میں رہا کیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ دولت میری قسمت میں نہیں؟ میں فی الواقع بدنصیب ہوں اور قسمت کے خلاف جنگ بالکل بے سود ہے تقدیر نہیں بدلی جاسکتی۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ اس قسم کے خیالات رکھنے والا انسان ترقی کر سکتا ہے تو آپ کی حالت قابل رحم ہے ایسے انسان کو ہر روز نیا موقع ملے دولت اس کے دروازے پر آ کر دستک دے جب بھی اس کی حالت نہ سدھرے گی وہ ہمیشہ مفلوک الحال رہے گا کیونکہ وہ فطرت کے قوانین کی خلاف ورزی کر رہا ہے جب اس کے خیالات جا رہے ہیں پستی کی طرف تو وہ بلندی تک کیونکر پہنچ سکتا ہے۔

قدرت نے انسان کو بدنصیب پیدا نہیں کیا، اگر اس نے آپ کو بھی ابرہیم لنکن نپولین فرنکلن ڈاِیسرائیلی اسٹالن محمد علی جناح کی طرح دو ہاتھ دو پاؤں دو آنکھیں اور تندرستی عطا کی ہے تو پھر آپ انہیں کی طرح اپنا راستہ خود کیوں نہ بنائیں؟ قدرت ان پر مہربان تھی تو اسے کیوں ناراض ہو؟ قدرت جانب دار نہیں اس لئے معلوم کرنے کی کوشش کیجئے کہ ان کی کامیابی کا راز کیا ہے اور جب آپ کو معلوم ہو جائے کہ وہ کیونکر کامیاب ہوئے تو ان کی طرح بلند خیال کو شعار بنائیے بحر حیات کی طوفانی موجوں سے لڑیئے اور ترقی کی معراج تک پہنچئے۔

سوچیے کہ اگر وہ شکست سے فتح کا پہلو نکال سکتے اور شکست کو فتح سے بدل سکتے ہیں تو آپ کیوں پہلی ناکامی پر ہتھیار ڈال دیں؟ مفلوج بن کر بیٹھ جائیں راک فیلر فورڈ اور کارنیگی کی طرح پھر کیوں کوشش نہ کریں؟ اور اپنے معمولی کاروبار عظیم کاروبار میں منتقل نہ کریں اگر محمد

Marfat.com

غوری پہلی شکست پر مایوس ہو جاتا اور اس کے ماتم میں ساری عمر بسر کر دیتا تو ہندوستان میں مسلمان شاید ہی صدہا سال تک حکومت کرتے اگر ابراہیم لنکن جنوبی ریاستوں کی بغاوت کے ڈر سے اصول کی قربانی پر آمادہ ہو جاتا تو ریاست ہائے متحدہ کو عظمت حاصل نہ ہوتی۔

قائداعظمؒ کی جدوجہد پر غور کیجئے کیا انہیں ناکامیوں کا منہ نہ دیکھنا پڑا؟ قائداعظمؒ نے پاکستان کے معرض وجود میں آنے بلکہ اس کے تخیل سے برسوں پیشتر مسلمانوں کے مطالبات کی فہرست حکومت برطانیہ اور انڈین نیشنل کانگرس کے سامنے پیش کی مگر اسے درخور اعتنا نہ سمجھا گیا کیا قائداعظم نے ہتھیار ڈال دیئے اور حریفوں سے کہہ دیا کہ اچھا جناب آپ ہمارے مطالبات نہیں مانتے تو ہم خاموش ہو جاتے ہیں آپ طاقتور ہیں منظم ہیں آپ کے پاس حکومت ہے روپیہ ہے ہم ان سب سے محروم ہیں اس لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ اپنے مستقبل کو آپ کے حوالے کر دا اور راضی برضا ہو جائیں ہاں آپ سے اتنی درخواست ضرور ہے کہ اپنے خوان کرم سے ہمارے کشکول گدائی میں چند ٹکڑے ڈال دیجئے؟'' کیا قائداعظمؒ نے مسلمانوں کے موت کے وارنٹ پر محض اس لئے دستخط کرنے پر آمادگی ظاہر کر دی کہ حریف طاقت والا ہے؟ قائداعظم نے مجاہدانہ عزم سے کام لے کر علامہ اقبال کی تجویز مسلمانوں کے لئے علیحدہ وطن کو مسلم لیگ کا نصب العین بنا دیا اور شدید مخالفت کے باوجود پاکستان بنوا کر دم لیا۔

آپ بھی اپنی شکست کو فتح میں بدل سکتے ہیں مگر پست خیالی کا شکار بن کر نہیں، اس لئے جہنم سے باہر نکلئے اپنے آپ کو بدقسمت نہ سمجھے خدا پر بھروسہ کیجئے وہ مہربان ہے کارساز ہے، ناکامیوں کو کامیابیوں میں بدل سکتا ہے وہ آپ کو محنت کا بدلہ ضرور دے گا۔

ہماری دنیا میں اس قسم کے افراد موجود ہیں جنہوں نے ظاہری بدقسمتی کو خوش نصیبی میں بدل دیا ڈیل کارنیگی ایک ایسے نوجوان کے حالات تفصیل سے بیان کرتا ہے جس کی دونوں ٹانگیں چوبیس برس کی عمر میں بیکار ہو گئیں۔ وہ پہیوں والی گاڑی پر بیٹھ کر ادھر ادھر جا سکتا تھا

،اس نوجوان کو قسمت کی شکایت کرنے کا حق حاصل تھا وہ آسمان سر پر اٹھا لیتا، رونا دھونا پیشہ بنا لیتا تو سب اسے حق بجانب سمجھتے اور کچھ عرصے تک وہ قسمت کو برا بھلا بھی کہتا رہا لیکن اس نے جلد ہی محسوس کر لیا کہ اس بدنصیبی کو خوش نصیبی میں بدل جا سکتا ہے اس کے بعد قسمت کا گلہ کرنے کہ بجائے اس نے اپنا وقت کتابوں کے مطالعے نے صرف کیا مطالعے نے اس کی آنکھیں کھول دیں اور اس نے اتنی استعداد بہم پہنچا لی کہ سیاسی مسائل پر دوسروں سے تبادلہ خیالات کرنے میں جھجک محسوس نہ کرتا چندے بعد اس نے پہیوں والی کرسی پر بیٹھ کر حالات حاضرہ پر تقریروں کو مہم شروع کر دی اور جب عوام پر اس کی سیاسی بصیرت کا سکہ بیٹھ گیا تو انہوں نے اس کی قدر کی اور اسے اپنا نمائندہ بنانے پر آمادہ ہو گئے آخر کار پہیوں والی کرسی پر بیٹھ کر تقریریں کرنے والا بین مورسٹن ریاست جارجیا کا سیکرٹری آف سٹیٹ بنا۔

جریدہ السٹریٹڈ ویکلی آف انڈیا اس خبر کا ذمہ دار ہے کہ ایک دفعہ کسی امریکی عورت کا اکلوتا بیٹا سمندر دیوتا کی بھینٹ چڑھ گیا وہ ساحل پر روتی ہوئی آئی اور سمندر سے کہا۔اے شاندار اور بزرگ سمندر! اگر چہ تو نے میرا لخت جگر مجھ سے چھین لیا اور اسے موت کا پیالہ پلایا مگر اس کی نعش مجھے دے دے تا کہ میں اس پر چار آنسو تو بہا سکوں اور اسے عیسائی رسوم کے مطابق قبر میں دفنا سکوں ۔ سمندر شائد بہرا ہے کیونکہ وہ ایسی درخواستیں کم سنا کرتا ہے یا پھر سنگ دل ہے جس پر اس قسم کی عرضیوں کا کوئی اثر نہیں ہوا کرتا چنانچہ اس نے اس غریب اور دکھی عورت کی درخواست کو درخور اعتنا نہ سمجھا مگر وہ عورت بھی شاید پتھر کا کلیجہ رکھتی تھی اس نے وہاں سے ٹلنے کا نام نہ لیا وہیں ڈیرے ڈال دیئے وہ روزانہ سمندر کو اپنی پکار سناتی رہی بالاخر سمندر اپنی عادت کے خلاف اس کی فریاد سننے پر مجبور ہو گا اور چونسٹھ دن کے بعد اس کے بیٹے کی نعش اس کے قدموں میں لا ڈالی۔

شہزادی کی انگوٹھی

شہزادی کی انگشتری سمندر میں گر پڑی اس اعلان کیا جو جوانمرد یہ انگشتری سمندر سے نکال

Marfat.com

لائے گا، وہ اس کے ساتھ شادی کرے گی ہوس پرست عشاق کا عشق تو یہ اعلان سنتے ہی ہرن ہو گیا مگر عاشق صادق نے انگشتری لانے کے لئے کمر باندھ لی اور ایک پیالہ لے کر سمندر کا پانی باہر نکالنا شروع جب کوئی راہرو ادھر سے گزرتا اور اس سے دریافت کرتا ۔حضرت یہ کیا ہو رہا ہے ۔تو وہ جواب دیتا۔ سمندر کا پانی باہر نکال رہا ہوں تا کہ جب یہ خشک ہو جائے تو میں اپنی محبوبہ کی انگشتری حاصل کر کے اس کی خدمت میں پیش کر سکوں۔ راہرو یہ سن کر مسکرا دیتا مگر اس کے عزم واستقلال میں فرق نہ آتا نہ اس کے یقین کی دیوار منہدم ہوتی مچھلیاں کچھ دیر تو اس کی یہ حرکات خاموشی سے دیکھتی رہیں لیکن چندے بعد اپنی ملکہ کو صورت حال سے کی خبر دار کیا۔

ملکہ نے انہیں حکم دیا کہ اس کے پاس جاؤ اور دریافت کرو کہ وہ چاہتا کیا ہے؟ جب اس نے اپنا مدعا ظاہر کیا تو مچھلیوں نے کہا۔ بھلے آدمی سمندر یوں خشک تھوڑا ہی ہوگا اس خیال خام سے باز آؤ اور ہمیں بلاوجہ تکلیف نہ دو۔اس نے جواب دیا۔ یہ سمندر میرے سامنے کیا حقیقت رکھتا ہے میں اسے خشک کر کے ہی دم لوں گا مجھے ہر قیمت پر انگشتری حاصل کرنا ہے۔ مچھلیوں نے ایک تیز رفتار قاصد کو تمام واقعات بتا کر ملکہ کی خدمت میں بھیجا ملکہ نے صورت حال سے آگاہی حاصل کرنے کے بعد اسے کہلا بھیجا کہ اسے انگشتری درکار ہے یا وہ سمندر کو خشک کرنا چاہتا ہے عاشق صادق کو انگشتری درکار تھی سمندر کے خشک ہونے نہ ہونے سے اسے کیا تعلق اس لئے اس نے اپنا عندیہ ظاہر کر دیا ملکہ کی جان میں جان آئی اس نے مچھلیوں کو حکم دیا کہ وہ فی الفور انگشتری تلاش کر کے اس کے حوالے کریں اس دھن کے آدمی سے بعید نہیں کہ وہ سمندر کو خشک کر دے اور ہمیں مصیبت میں ڈال دے۔

لاہور میں مجھے ایک بار ایک شناسا ملا وہ ایک پرائمری مدرسے میں اول مدرس تھا اس سے دریافت کیا کہ لاہور کس غرض سے آیا ہے تو اس نے بتایا کہ وہ بی۔ٹی کا سٹوڈنٹ ہے اس نے پہلے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا اس کے بعد صرف انگریزی کی تیاری کر کے ڈگری

Marfat.com

حاصل کر لی اور اب بی ٹی میں پڑھتا ہے۔

اگر یہ لوگ گریجویٹ بن سکتے ہیں ڈگری حاصل کر سکتے ہیں اتنی قابلیت بہم پہنچا سکتے ہیں کہ شستہ انگریزی لکھ سکیں اور انگریزی میں تقریر کر سکیں تو آپ کیوں گریجویٹ نہیں بن سکتے ؟ لیکن ہوگا یہ اسی صورت میں جب آپ بھی ان کی مانند راتوں کو جاگنا اور مطالعے کو شعار بنائیں گے اگر پہلی سعی مشکور نہ ہوئی تو گھبرا نہ جائے گے بلکہ استقلال سے کام لیں گے پھر کوشش کریں گے آرام و آسائش کا خیال صرف اس حد تک کریں گے جہاں تک وہ صحت کے لئے ضروری ہے لہو ولعب سے مجتنب رہیں گے پھر کامیابی آپ کی ہوگی۔

اگر آپ کسی ادارے میں ملازم ہیں مدت سے ایک گریڈ میں کام کر رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ آپ کو اعلیٰ گریڈ دیا جائے تو پہلے اس بات کا جائزہ لیجئے کہ آپ اب تک ترقی سے کیوں محروم رہیں کیا اس کی وجہ آپ کی سہل انگاری تو نہیں ؟ آپ دفتر میں با دل نا خواستہ جاتے ہیں اپنا کام بے دلی سے کرتے ہیں دفتر سے جلد بھاگنے کی ٹھان لیتے ہیں بار بار گھڑی دیکھتے ہیں کہ کب چار بجیں اور آپ اس عذاب الیم سے نجات حاصل کریں اس پر یہ توقع کہ آپ کو ترقی کا سزاوار سمجھا جائے مجھے تو یہ ڈر ہے کہ اگر آپ نے ہمت و استقلال سے کام لے کر اپنی یہ عادات دور نہ کیں تو بعد میں بھرتی ہونے والے کلرک اگلا گریڈ حاصل کریں گے مگر آپ کی باری کبھی نہ آئے گی اس لئے گریڈ لینا ہے تو اپنی غلط روی کا احساس کیجئے کام میں دل لگائیے اپنی معلومات وسیع کیجئے سالانہ رپورٹ لکھتے وقت یہ نہ سمجھیے کہ آئی بلا کو ٹالنا ہے بلکہ یہ خیال کیجئے کہ اپنی قابلیت کا مظاہرہ کرنا ہے غرض اپنے عمل سے ثابت کر دیجئے کہ آپ محنتی ہیں ادارے کے خیر خواہ ہیں پھر کوئی وجہ نہیں کہ آپ کو اعلیٰ گریڈ نہ دیا جائے

میں ایک نوجوان آرٹسٹ کو جانتا ہوں جو محنتی ہے لائق ہے لیکن اس کی مالی حالت بہتر نہیں محض اس لئے کہ وہ مستقل مزاج نہیں وہ زیادہ دیر تک ایک جگہ نہیں ٹھہرتا ایک کام نہیں کرتا ستم بالائے ستم یہ کہ جب برسر روزگار رہتا ہے تو اپنے آرٹ سے فائدہ نہیں اٹھاتا وہ چاہے تو

Marfat.com

دفتر کے اوقات کے بعد روزانہ دو تین گھنٹے محنت کر کے دو تین سو روپے ماہوار کما سکتا ہے ایک بار مجھے اس کے یہاں ایک مہینے تک ٹھہرنے کا اتفاق ہوا اس نے میرے اکسانے پر ایک ماہ تک روزانہ رات کو دو گھنٹے کام کیا جب وہ دفتر سے واپس آتا تو ہم سیر وتفریح کو نکل جاتے واپس آ کر کھانا کھاتے کھ نے کے بعد میں کوئی کتاب لے کر بیٹھ جاتا اور وہ اپنے کام میں مصروف ہو جاتا اس مہینے کے اواخر میں اسے مقررہ تنخواہ کے علاوہ تین سو روپے ملے وہ بہت خوش ہوا اور اس نے وعدہ کیا کہ آئندہ ہر رات کو دو گھنٹے کام کا اصول فراموش نہ کرے گا لیکن میرے چلے آنے کے بعد وہی سہل انگاری آج کل پھر بے روزگار ہے مجھ سے ملاقات ہوئی تو میں نے مشورہ دیا کہ وہ ملازمت کا خیال چھوڑ دے اور اپنا کاروبر شروع کر دے تو کہنے لگا سرمایہ نہیں میرا دھیان فوراً اس کی ایک ماہ کی فالتو آمدنی کی طرف گیا یہ آرٹسٹ چار سال تک معقول مشاہرے پر ملازم رہا ہے اگر وہ تنخواہ سے ایک پیشہ نہ بچاتا مگر دفتر کے اوقات کے دو گھنٹے کام کر کے جو رقم حاصل کرتا اسے بنک میں جمع کراتا رہتا تو آج وہ سرمایہ نہ ہونے کی شکایت نہ کرتا اور اپنا کاروبار شروع کرنے میں اسے دقت محسوس نہ ہوتی۔

یہ آرٹسٹ امیر ہے خدا نے اسے دولت دے رکھی ہے یہ اگر اب بھی عزم وثبات سے کام لے تو پانچ سات سو روپے ماہانہ کما سکتا ہے لیکن ملازمت کے لئے مارے مارے پھر رہا ہے کیونکہ پابندی سے کام کرنے کا عادی نہیں یہ اپنی حقیقت سے آگاہ ہی نہیں مجھے یقین نہیں کہ یہ آرٹسٹ کبھی فارغ البال بن سکے گا کیونکہ جو دولت اس کے پاس ہے اسے کام میں نہیں لاتا۔

زندگی کی شاہراہ

زندگی کی شاہراہ بہت کٹھن ہے موجودہ مشینی دور میں روزگار حاصل کرنا یا ترقی کے میدان میں دوسروں کو پیچھے چھوڑ جانا بہت دشوار ہے اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو ناکامی کا منہ

Marfat.com

نہ دیکھا پڑے آپ باعزت روزگار حاصل کر سکیں اور ترقی کے مستحق سمجھے جائیں تو ہمت واستقلال سے کام لیجئے معمولی ناکامیوں پر دل نہ چھوڑ بیٹھیے جب آپ فتح کا عزم لے کر میدان میں نکلیں گے رکاوٹوں کو دیکھ کر حوصلہ نہ ہار بیٹھیں گے بلکہ انہیں راہ سے ہٹا کر جدوجہد کریں گے تو کامیاب ہو کر رہیں گے ابراہیم لنکن کی کامیابی کا راز کیا تھا؟ مستقل مزاجی جب اس نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں غلامی کو خلاف قانون قرار دینے کا فیصلہ کیا تو جنوبی ریاستوں نے اس کی شدید مخالفت کی جب لنکن نے ان کا مطالبہ نہ مانا تو انہوں نے جنوبی ریاستوں کی جداگانہ فیڈریشن بنانے کی دھمکی دی جب یہ دھمکی بھی بے اثر رہی تو اعلان بغاوت کر دیا اگر ابراہیم ملنکن ثابت قدمی نہ دکھاتا تو یا تو ریاست ہائے متحدہ میں غلامی آج قانوناً جائز ہوتی یا پھر ریاست ہائے متحدہ امریکہ صرف شمالی ریاستوں کی فیڈریشن کا نام ہوتا مگر لنکن نے مستقل مزاجی سے کام لیا نہ تو امریکہ میں غلامی کے جواز کی حامی بھری نہ جنوبی ریاستوں کو علیحدگی کی اجازت دی جنوبی ریاستوں پر لنکن کا استقلال شاق گزرا انہوں نے فی الواقع علم بغاوت بلند کر دیا اور عرصے تک شمالی ریاستوں کی فوج کا دلیرانہ مقابلہ کرتے رہے اس دوران میں ایسے لمحات بھی آئے جب لنکن کو ہر طرف مایوسی کی گھٹائیں نظر آتی تھیں ادھر دوست اور ساتھی مجبور کرتے تھے کہ وہ جنوبی ریاستوں سے صلح کرنے پر آمادہ ہو جائے ادھر میدان جنگ سے شکست کی کی خبریں موصول ہوتی تھیں لیکن عزم واستقلال کا پتلا ہراساں نہ ہوا بالآخر فتح اس کے استقلال کو ہوئی۔

برطانیہ کے مشہور ڈرامہ نویس جارج برنارڈ شا پرلے درجے کے مستقل مزاج تھے جب شا نے فیصلہ کیا کہ وادبی دنیا میں اپنی جگہ بنائیں گے اور ادیب کی حیثیت سے شہرت حاصل کریں گے تو ایڈیسن ٹیلیفون کمپنی کی ملازمت چھوڑ دی اور اپنے شب و روز کتب خانوں اور ادبی محفلوں میں بسر کرنے شروع کر دیئے۔

اس عرصے میں برنارڈ شا نے متعدد ناول لکھے لیکن ان سے کوئی آمدنی نہ ہوئی کوئی اور ہوتا تو

Marfat.com

مایوس ہو جاتا مگر شا کسی اور مٹی کے بنے ہوئے تھے وہ برسوں تک تنگی ترشی میں وقت بسر کرتے رہے لیکن حوصلہ قائم رکھا بالاخران کے استقلال نے ان پر کامیابی کے دروازے کھول دیئے وہ بیسویں صدی کے بڑے ڈرامہ نویس بن کر رہے اور کتابوں کے ذریعے سے لاکھو پونڈ کمائے ان کی کامیابی رہین منت ہے عزم وثبات کی ان کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ وہ ہر روز پانچ صفحے ضرور لکھا کرتے تھے لطف یہ کہ شروع شروع میں ان کی محنت کا کوئی معاوضہ بھی ملتا یہی باقاعدہ گی اور استقلال ان کی کامیابی کا زینہ تھا۔

دو نواجوان

دو نوجوان آج سے دس سال پیشتر ایک ادارے میں ملازم ہوتے ہیں دونوں وہ سال تک اس ادارے میں کام کرتے ہیں کہ انہیں ایک اور ادارے سے زیادہ مشاہرے کی ملازمت کی پیش کش کی جاتی ہے ایک نوجوان مستقل مزاج بنتا ہے سوچتا ہے کہ موجود ادار مشہور ہے نیک نام ہے اسے چھوڑ کر ایک ایسے ادارے میں جانا جس کے متعلق پتہ نہیں کس قسم کا ثابت ہوگ یا چلتا بھی ہے یا نا کام ہوتا ہے دانش مندی سے بعید ہے اگر نیا ادارہ معقول مشاہرے کی پیش کش کر رہا ہے موجودہ ادارے میں بھی ترقی کا موقع ضرور ملے گا یہ سوچ کر وہ اس پیش کش کو ٹھکرا دیتا ہے مگر دوسرا نوجوان جذباتی ہے وہ ان باتوں کو نہیں سوچتا اور نئے ادارے سے وابستہ ہو جاتا ہے وہ نوجوان جو مستقل مزاج تھا اسی ادارے میں رہ کر نام پیدا کر چکا ہے دوسرا کہیں بھی مسقل طور پر نہیں ٹھہرتا آج ایک ادارے میں کام کر رہا ہے تو کل دوسرے میں کبھی ایک شہر کو اپنا مستقل ہیڈ کوارٹر بناتا ہے تو کبھی دوسرے کو وہ آج تک یہ فیصلہ نہیں کر پایا کہ اس کے خوابوں کی تعبیر کس شہر میں ہونی چاہیئے جہاں تک قابلیت کا تعلق ہے دونوں قابل ہیں مگر وہ نوجوان جو مستقل مزاجی کو شعار بناتا ہے آج ۵۰۰۰ ہزار روپے مشاہرہ لے رہا ہے اور آخر الذکر نوجوان تلاش معاش میں سرگردان ہے کیونکہ مستقل مزاج نہیں۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے کئی صدر غریب گھرانوں میں پیدا ہوئے وہ بام عروج تک پہنچے تو ذاتی کوشش انتھک مساعی اور ناقابل شکست استقلال کی برکت سے انہیں اپنا راستہ بناتے وقت قدم قدم پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑا مگر وہ راستہ بنا کر رہ وہ دوسروں کے اشارون پر اصول نہ بدلا کرتے تھے بلکہ دوسروں سے اپنے اصول منوانے کے لئے ڈٹ جایا کرتے تھے۔

امریکہ کے ایک مشہور لیڈر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ شہرت حاصل کرنے سے بہت عرصہ پہلے ایک ہفتہ وار اخبار کا مالک اور مدیر تھا اس نے ایک بار اپنے اخبار میں ایک سلسلہ مضامین شروع کیا جسے شہر کے متمول طبقے نے پسند نہ کیا انہوں نے اخبار کے مدیر کو اپنی راہ پر لانے کی کوشش کی لیکن اس نے ایک نہ مانی اس پر متمول طبقے نے باہمی مشورے سے اخبار خریدنا بند کر دیا ان کا خیال تھا کہ مالی مجبوریاں مدیر کو ان کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کر دیں گی بادی النظر میں ان کی کامیابی یقینی تھی اگر وہی لوگ جو اخبار خریدنے کی استطاعت رکھتے ہوں اسے خریدنا بند کر دیں تو اخبار کیونکر جاری رہ سکتا ہے لیکن وہ مدیر خوف زندہ نہ ہوا اور اس نے شہر کے متمول کو طبقے کو ایسا سبق دیا کہ وہ نہ صرف اس کا اخبار پھر سے خریدنے لگے بلکہ پھر اس سے کبھی ان کی مرضی پر چلنے کا مطالبہ نہ کیا کیونکر؟

بیان کیا جاتا ہے کہ اس اخبار نویس نے شہر کے معززین کو کھانے کی دعوت دی وہ خوش تھے کہ اخبار نویس ڈر گیا ہے اور انہیں راضی کرنا چاہتا ہے وہ خوش خوش دعوت میں شامل ہوئے جب کھانے کے کمرے میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہر آدمی کے لئے ایک ایک پلیٹ اور پانی کا گلاس موجود ہے ہر پلیٹ سفید رومال سے ڈھکی ہے۔

اخبار نویس نے حاضرین سے کہا کہ وہ کھانا شروع کر دیں یہ کہہ کر اس نے اپنی پلیٹ سے رومال ہٹایا اور سوکھے بسکٹ کھانے شروع کر دیئے یہ کھانا دیکھ کر امراء کو آگ لگ گئی انہوں نے سمجھا کہ اخبار نویس نے ان کی اہانت کے لئے یہ ڈھونگ رچایا ہے سب شعلہ بار نظروں

Marfat.com

سے اخبار نویس کو جو سوکھے بسکٹ بڑے شوق سے کھا رہا تھا دیکھنے لگے اور جب وہ کھانے سے فارغ ہوئے اس نے امراء کو خطاب کیا کہ جو انسان سوکھے بسکٹ کھا کر گزارہ کر سکتا ہے اسے آپ خرید سکتے ہیں نہ مرعوب کر سکتے ہیں یہ سن کر امراء نادم ہوئے انہوں نے پھر کبھی اسے اپنا ہم نوا بنانے کی کوشش نہ کی یہ اخبار نویس آخر میں امریکہ کا مشہور لیڈر بنا اگر وہ امراء کی دھمکی میں آجاتا اور اور حق گوئی چھوڑ دیتا استقلال سے کام نہ لیتا تو غالبا ساری عمر اسی شہر میں جوتیاں چٹخاتا پھرتا رہتا اور تنور شکم کو گرم رکھنے کے لئے امراء کی دہلیز پر سجدے کرتا رہتا اعلی منصب کا تو وہ کبھی خواب بھی نہ دیکھ سکتا۔

Marfat.com

اسلاف نے بھوک پیاس برداشت کر کے اپنا راستہ خود بنایا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھوک

بخاری شریف میں کتاب العلم اور کتاب البیوع، دو جگہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت موجود ہے:

"لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضور کی حدیثیں بہت بیان کرتا ہے جبکہ انصاری و مہاجرین اتنی زیادہ حدیثیں بیان نہیں کرتے۔ اور اگر قرآن میں یہ دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں کسی کو ایک حدیث بھی نہ سناتا: (اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنَاتِ وَالْھُدٰی مِنْ بَعْدِ مَا بَیَّنَّاہُ فِی الْکِتَابِ اُولٰئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَیَلْعَنُھُمُ اللَّاعِنُوْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَیَّنُوْا فَاُولٰئِکَ اَتُوْبُ عَلَیْھِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔)"

(جو لوگ اخفا کرتے ہیں اُن مضامین کا جن کو ہم نے نازل کیا ہے، جو کہ واضح ہیں، اور ہادی ہیں اس حالت کے بعد کہ ہم اُن کو کتاب میں عام لوگوں پر ظاہر کر چکے ہوں، ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت فرماتے ہیں، اور لعنت کرنے والے بھی اُن پر لعنت بھیجتے ہیں، مگر جو لوگ توبہ کر لیں اور اصلاح کر دیں، اور ظاہر کر دیں تو ایسے لوگوں پر میں متوجہ ہو جاتا ہوں اور میری تو بکثرت عادت ہے توبہ قبول کر لینا اور مہربانی فرمانا)

(اور کہنے والوں کو کیا پتہ) میرے مہاجر بھائی بازار میں تجارت کاروبار کے اندر مشغول رہتے اور میرے انصاری بھائی، اپنے کھیت اور باغات میں مصروف رہتے، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پیٹ بھرنے کی فکر میں ہمہ وقت نبی کریم ﷺ کے ساتھ لگا رہتا، جس کی وجہ سے وہ آپ کی اُن تمام مجلسوں میں حاضر رہتا۔ جن میں دوسرے اپنی مشغولیات کی بنا پر حاضر ہونے سے قاصر رہتے، اور اُن احادیث کو یاد کرنے کا موقع ملتا، جن کا سننا دوسروں کیلئے مشکل تھا۔

حافظ ابنِ حجرؒ فتح الباری میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

Marfat.com

''اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیاوی اسباب کا کم سے کم ہونا، حفظِ علم کو زیادہ سے زیادہ آسان بنانے والی چیز ہے۔''

بھوک و پیاس کے جاں گسل مصائب و آلام برداشت کرنے کے سلسلہ میں، اب بندہ دیگر علماء کرام کے حالات نقل کرتا ہے۔

سفیان بن عیینہ کی حق گوئی اور اس کا انعام:

علم انساب کے بہت بڑے ماہر اور مورخ ابن سعد اپنی مایہ ناز تصنیف الطبقات الکبریٰ لیدن میں تحریر فرماتے ہیں، امام سفیان بن عیینہؒ عباسی خلیفہ مہدی سے مدتوں چھپے چھپے پھرتے رہے۔ وجہ یہ تھی کہ آپ نے مہدی کے بارے میں کسی موقع پر لپٹی کے بغیر کوئی سیدھی سچی بات فرمادی تھی اور اس کلمۂ حق نے اسے غیظ و غضب میں مبتلا کر دیا تھا، اس نے حکم دیا کہ انہیں پکڑ لایا جائے تا کہ انہیں ان کی حق گوئی و بیباکی کے جرم میں سزا دے امام موصوف کو خبر ہو گئی تو وہ مکہ میں جہاں تھے وہیں چھپ گئے اور لوگوں کی نظروں سے بالکل پوشیدہ ہو گئے ان دنوں آپ پر فقر و فاقہ کی شدید تکلفیں آئیں اور آپ نے بہت ہی تنگی و عسرت اور بے چینی و اضطراب کی زندگی گذاری۔

بہن کا ہدیہ

ان ہی دنوں آپ کی بہن نے کوفہ سے آپ کے ایک دوست ابوشہاب حناط کے ذریعہ چمڑے کے تھیلے میں کیک اور میٹھی لُقمی رکھ کر آپ کے پاس بھجوائیں، ابوشہاب حناط مکہ آئے کسی واقف کار امین سے سفیان بن عیینہ کا اتہ پتہ پوچھا معلوم ہوا کہ شاید خانہ کعبہ کے پیچھے باب الحناطین کے قریب بیٹھے ہوں!!!! ابوشہاب کہتے ہیں میں وہاں آیا دیکھا تو وہ موجود تھے اور چت پڑے ہوئے تھے چونکہ وہ میرے پرانے دوست تھے۔ اس لئے پہچانے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ میں نے انہیں سلام کیا لیکن اپنے معمول کے بر خلاف نہ انہوں نے مجھ سے خیر و عافیت معلوم کی اور نہ میرے سلام کا جواب دیا میں نے کہا

Marfat.com

''کہ تمہاری بہن نے میرے ہاتھ چمڑے کی تھیلے میں کیک اور میٹھی لقمی بھیجی ہے'' اور سیدھے ہو کر بیٹھ گئے میں نے کہا ''ابو عبیدہ کیا بات ہے میں تمہارا پرانا دوست ہوں اتنی دور سے آیا اور تمہیں سلام کیا لیکن تم نے تو ان کا تو کوئی جواب نہیں دیا۔ البتہ جب میں نے تم سے کہا کہ میں چمڑے کے تھیلے میں کیک اور میٹھی لقمی جیسے معمولی چیزیں لایا ہوں تو تم فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے اور گفتگو کرنے لگ گئے؟''

تین دن سے دانہ منہ میں نہیں گیا

انہوں نے کہا کہ ابوشہاب! ''مجھے ملامت نہ کرو آج تین دن ہو گئے منہ میں کوئی دانہ نہیں گیا''......ابوشہاب کہتے ہیں: ''میں نے یہ سن کر واقعی ان کو قابل عذر سمجھا''

ابن مقری اور ان کے ساتھیوں کی اقتصادی پریشانی

حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں امام ابن مقری (محمد بن ابراہیم اصبہانی) کے حالات تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں؛

ابوبکر بن علی کی روایت ہے کہ انہوں نے ابن مقری کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

ایک دفعہ میں طبرانی اور ابوشیخ ابن حیان تینوں مدینہ میں تھے وہاں ایک وقت ایسا آیا کہ ہمارے پاس خرچے کے جو پیسے تھے، سب ختم ہو گئے اور جان سخر ضیق میں آ گئی......ہم نے روزے رکھنے شروع کر دیئے جب دو دن اسی طرح بغیر کھانے گزر گئے تو میں روضہ اطہر پر حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! بھوک بہت ستا رہی ہے!!......طبرانی نے کہا کمرے میں چل کر بیٹھو اب یا رزق آئے گا یا فرشتہ موت!

نصرت خداوندی

میں اور ابوشیخ دونوں نماز میں لگ گئے تھوڑی ہی دیر گزری ایک علوی دروازہ کے پاس آیا اور دستک دی ہم نے اسے کھولا تو دیکھا کہ اس کے ساتھ دو لڑکے دو ٹوکریاں لیے ہوئے

Marfat.com

کھڑے ہیں، اور ان میں انواع واقسام کی بہت سی چیزیں رکھی ہوئی ہیں۔ اس نے کہا "تم نے حضور ﷺ سے شکایت کی تھی میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ وہ فرما رہے ہیں کہ کھانے پینے کی کوئی چیز تمہارے پاس پہنچاؤں......"

قاضی ابوبکر بغدادی کی غربت وفاقہ کشی

حافظ ابن رجب حنبلی اپنی کتاب "ذیل طبقات الحنابلہ" میں قاضی ابوبکر محمد بن عبدالباقی بغدادی (بزاز انصاری) کے حالات میں ان کا یہ بیان نقل کی ہیں:

"میں ایک زمانے میں مکہ مکرمہ میں آکر پڑ گیا تھا" ان دنوں میں ایک مرتبہ سخت بھوک لگی، پاس میں کچھ تھا نہیں جس سے بھوک مٹاتا۔ اتفاق سے ریشم کی ایک تھیلی پڑی ہوئی مل گئی جس کا پھندا بھی ریشم کی ڈوری سے بندھا ہوا تھا۔ میں اسے اٹھا کر گھر لے آیا، اور اسے کھول کر دیکھا تو اس میں موتیوں کا ایسا نفیس وقیمتی ہار تھا کہ میں نے آج تک اس جیسا نہیں دیکھا تھا۔

ہار واپس کرنے والے کو 500 دینار

میں باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی اسی کا اعلان کر رہا ہے، اس کے پاس ایک پھٹے پرانے کپڑے میں پانچسو دینار تھے اور وہ یہ آواز لگا رہا تھا "موتیوں کی تھیلی واپس کرنے والے کو یہ رقم انعام میں دی جائیگی۔"...... میں نے دل میں کہا کہ میں ضرورت مند اور بھوکا ہوں، کیوں نہ ان اشرفیوں کو لیکر کام میں لاؤں اور اس کو تھیلی واپس کر دوں!

میں نے اس سے کہا میرے پاس آیئے میں اس کو لیکر گھر پہنچا، اس نے ہر چیز کی نشانی بتائی تھیلی کیسی ہے پھندنا کیسا ہے موتی کس طرح کے ہیں اور کتنے ہیں اور یہ کہ جس دھاگے سے باندھا گیا ہے وہ کیسا ہے؟ علامات صحیح پا کر تھیلی نکال کر اسے دیدی اس نے پانچ سو دینا میرے آگے کر دیے اس وقت میری عجیب حالت ہوئی میں نے لینے سے انکار کر دیا، میں نے کہا یہ میرا فرض تھا کہ میں آپ کو لوٹاؤں میں اس پر کوئی بدلہ لینا نہیں چاہتا!! اس نے کہا

Marfat.com

یہ آپ کو لینے پڑیں گے اور بہت ہی اصرار کیا لیکن میں تیار نہیں ہوا، بالآخر وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔

قسمت پلٹ گئی

ادھر میرا یہ ہوا کہ میں مجبور ہو کر مکہ سے نکلا اور بحری سفر شروع کر دیا اتفاق سے راستے میں کشتی ٹوٹ گئی اور مسافر ڈوب گئے اور ان کا سامان ضائع ہو گیا تنہا ایک میں تھا جو کشتی کے اک ٹکڑے پر زندہ بچا رہا عرصہ تک سمندر میں تیرتا رہا۔ مجھے کچھ معلوم نہ تھا کہ میں کہاں جا رہا ہوں، خدا خدا کر کے ایک جزیرے میں پہنچا جہاں کچھ لوگ آباد تھے، میں ایک مسجد میں جا کر بیٹھ گیا انہوں مجھے قرآن پڑھتے ہوئے دیکھا تو جزیرہ کا کوئی شخص ایسا نہ بچا جس نے میرے پاس آکر یہ نہ کہا ہو کہ ''آپ ہمیں قرآن پاک پڑھا دیجئے۔'' اس طرح ان لوگوں سے مجھے ان لوگوں سے ڈھیروں مال حاصل ہوا۔

کچھ دنوں بعد میں نے اس مسجد میں قرآن پاک کے چند بوسیدہ اوراق رکھے ہوئے دیکھے میں انہیں اٹھا کر پڑھنے لگا انہوں نے پوچھا ''آپ خوشنوسی بھی جانتے ہیں؟'' میں کہا جی ہاں انہوں نے کہا کہ آپ ہمیں لکھنا سکھا دیجئے غرض وہ اپنے بچوں اور جوانوں کو لیکر آگئے اور میں انہیں سکھانے لگا۔ اس سے بھی مجھے بہت کافی مال واسباب حاصل ہوا۔

الٰہی ماجرا کیا ہے؟

ایک دن وہاں کے لوگوں نے مجھ سے کہا ہمارے یہاں ایک یتیم بچی ہے اور اس کے پاس مال ومتاع بھی کافی موجود ہے، ہم چاہتے ہیں کہ آپ اس سے شادی کر دیں میں نے منع کر دیا لیکن وہ میرے پیچھے پڑ گئے، اور مجھے ان کی بات ماننی پڑی جب شب زفاف میں اسے لیکر میرے پاس آئے تو میں نظر اٹھا کر اسے دیکھنے لگا میں بعینہ وہ ہار لٹکا ہوا دیکھا تو بھونچکا رہ گیا اب میں صرف اس ہار کو دیکھ رہا تھا۔ لوگوں نے یہ منظر دیکھا تو کہا جناب! آپ نے اس یتیم بچی کا دل توڑ دیا آپ اسے دیکھنے کے بجائے ہار دیکھ رہے ہیں۔

Marfat.com

میں نے انہیں ہار کا قصہ سنایا تو سب نے ایک ساتھ نعرہ لگایا اور اتنی زور سے اللہ اکبر کہا کہ تمام جزیرے والوں تک وہ آواز پہنچی میں نے کہا کیا ہوا؟ انہوں نے کہا جن بڑے میاں نے تم سے یہ ہار لیا تھا وہ اسی بچی کے باپ تھے وہ کہا کرتے تھے مجھے دنیا میں صرف ایک سچا اور پکا مسلمان ملا اور وہ، وہ تھا جس نے مجھے ہار لوٹا کر دیا وہ خدا سے دعا کرتے تھے خدایا مجھے اس سے پھر ملا دے تاکہ میں اسے اپنی بیٹی بیاہ دوں اور اب وہ آپ کو مل گئی۔

ہار اپنا ہو گیا

میں ایک مدت تک اس کے ساتھ رہا اللہ نے مجھے اس سے دو بیٹے بھی دیے پھر اس کا انتقال ہو گیا اور ہار کا وارث میں اور میرے دونوں لڑکے ہوئے کچھ دِنوں کے بعد بچے بھی اللہ کو پیارا ہو گئے، اور ہار تنہا میرے قبضہ میں آیا میں نے اسے ایک لاکھ دینار میں فروخت کیا اور یہ جو مال و متاع تم کو نظر آ رہا ہے یہ سب اسی رقم باقی ماندہ حصّہ ہے''

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی فاقہ کشی

حافظ ابن رجب حنبلی اپنی کتاب ذیل طبقات الحنابلہ میں سلسلہ قادریہ کے بانی شیخ عبدلقادر جیلانیؒ (متوفی 561ھ) کے حالات بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

''شیخ عبدلقادر جیلانیؒ نے فرمایا میں ایک نہر کے کنارے سے خرنوبِ اشوک گری پڑی سبزی اور خس کے پتے لیکر آتا اور ان کو کھا کر گذارہ کرتا بغداد میں اس قدر ہوش ربا گرانی تھی کہ مجھے کئی کئی دن بغیر کھائے گزر جاتے تھے اور میں اس قدر تلاش میں رہتا تھا کہ یہاں کوئی پھینکی ہوئی چیز مل جائے تو اسے اٹھا کر بھوک مٹالوں، ایک روز بھوک کی شدت میں اس امید پر دریا کے کنارے چلا گیا کہ شاید مجھے خس یا سبزی وغیرہ کے پتے پڑے ہوئے مل جائیں گے تو اسے کھالوں گا مگر میں جہاں بھی پہنچا معلوم ہوا کوئی دوسرا اٹھا کر لے گیا کہیں کچھ ملا بھی تو وہاں دوسرے غریبوں اور ضرورت مندوں کو اس پر چھنا چھپٹی کرتے ہوئے دیکھا۔ اور میں ان کی محبت میں اسے چھوڑ کر چلا آیا۔

میں وہاں سے چلتا ہوا اندرونِ شہر آیا خیال تھا کہ کوئی پھینکی ہوئی چیز مل جائی گی لیکن یہاں بھی اندازہ یہی ہوا کہ کوئی مجھ سے پہلے اٹھالے گئے...... میں بغداد کے ''عطر بازار'' میں واقع مسجد یاسین کے پاس پہنچا تو بہت ہی نڈھال ہو چکا تھا اور قوتِ برداشت جواب دے چکی تھی میں مسجد میں داخل ہو گیا اور ایک کونے میں موکا انتظار کرنے لگا۔

کھانا لیے ایک عجمی کی آمد

اتنی ہی میں ایک عجمی نوجوان صاف ستھری روٹیاں اور بھنا ہوا گوشت لیکر آیا اور بیٹھ کر انہیں کھانا شروع کر دیا وہ جب لقمہ لیکر ہاتھ اوپر کرتا تو بھوک کی شدت کی وہ سے بے اختیار میرا منہ کھل جاتا کچھ دیر کے بعد میں نے اپنے آپ کو ملامت کی اور دل میں کہا یہ کیا حرکت ہے؟ یا تو خدا کھانے پینے کا انتظام کریگا، اور اگر موت کا فیصلہ لکھ چکا ہے تو وہ پورا ہو کر رہے گا!

کھانے کے لئے اصرار

اچانک عجمی کی نظر میرے اوپر پری اور اس نے مجھے دیکھ کر کہا بھائی آؤ کھانا کھالو میں نے منع کر دیا اس نے قسم دی تو میرے نفس نے لپک کر کہا کہ اس کی بات مان لو لیکن میں اس کی مخالفت کرتے ہوئے پھر انکار کر دیا اس نے پھر قسم دی اور آخر میں راضی ہو گیا اور رک رک کر تھوڑا تھوڑا کھانے لگا۔ وہ مجھ سے پوچھنے لگا تم کیا کرتے ہو؟ اور کیا نام ہے؟ میں نے کہا میں جیلان سے پڑنے کے لئے آیا ہوں اس نے کہا کہ میں بھی جیلان کا ہوں کیا تم ابو عبداللہ صومعی کے نواسے عبدلقادر نامی جیلانی نوجوان کو جانتے ہو؟ میں نے کہا میں وہی ہوں!!

مہمان میزبان بن گئے

اتنا سنتے ہی اس میں اضطرابی کیفیت پیدا ہوئی اور اس کے چہرہ کا رنگ فق ہو گیا اس نے کہا!

Marfat.com

بجد البغداد پہنچتے ہی میں نے تمہیں تلاش کیا تھا اور اس وقت میرے خرچ کے کچھ پیسے باقی تھے لیکن کسی نے بھی تمہارا پتہ نہیں بتایا اسی اثناء میں میرے پیسے ختم ہو گئے جب تین دن تک منہ میں دانہ نہیں گیا اور حالت ایسی ہو گئی جس میں مردار کھانا بھی جائز ہو جاتا ہے تو تمہارے جو پیسے میرے پاس امانت تھے ان میں سے یہ روٹی اور گوشت لیکر آیا ہوں، اب آپ اچھی طرح اطمینان سے کھانا کھائیں یہ سب آپ ہی کا ہے اور اب تک تو آپ میرے مہمان تھے لیکن اب میں آپ کا مہمان ہوں!!

والدہ کا عطیہ

میں نے اس سے کہا آخر بات کیا ہے؟ اس نے کہا آپ کی والدہ نے میرے ہاتھ 8 دینار بھجوائے تھے میں اسی میں سے بحالتِ مجبوری یہ خرید کر لایا ہوں اور آپ سے اسکی معذرت چاہتا ہوں میں نے اسے تسلی دی اور کہا کہ تم بالکل مطمئن اور بے فکر رہو (تم نے جو کچھ کیا ٹھیک ہی کیا) پھر بچا ہوا کھانا بھی اسی کو دے دیا اور خرچہ کے لئے طلائی سکہ کا کچھ حصہ بھی دیا جسے وہ لیکر چلا گیا......

شیخ مصطفی صبری کی دائمی فاقہ کشی

اب بندہ اس سلسلہ کا اختتام اپنے شیخ، شیخ الاسلام مصطفی صبری کی فاقہ کشی کے واقعہ پر کرتا ہے۔

آپ جو کہ دولت عثمانیہ کے آخری شیخ الاسلام ہے...... اپنے دین کو بچانے کے خاطر، ترکی سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے وہاں سے جلاوطن ہو کر مصر آئے تو شدید افلاس و ناداری اور فاقہ کشی کا عالم تھا لیکن آپ کی غیرت وخودداری کا یہ حال تھا کہ کسی طرح اپنی پریشانی کا اظہار نہ ہونے دیتے اپنے ظاہر کو صاف ستھرا رکھتے اور سختیوں کو بڑی ہمت کے ساتھ برداشت کرتے۔

اتفاق سے انہی دنوں ہندوستان کے سیاسی لیڈر گاندھی جی انگریزی پالیسی کے خلاف برت

Marfat.com

رکھا اور یہ خبر بین الاقوامی اخبارات میں نے بڑے اہتمام سے موٹی سرخیوں کے ساتھ شائع کی جس سے دنیا دہل گئی اور چار دانگ میں لرزہ طاری ہو گیا۔ (حضرت عبد الفتاح غدّہؒ)

Marfat.com

سخت مشکلات کے بعد کامیابی ملتی ہے پہلے نہیں کیا آپ تیار ہیں؟

فتح کا راز

مارکھم راوی ہے کہ جب ہندوستان پر اکبر حکمران تھا تو دور دیس کے ایک شہزادے کو اس کی فتوحات اور کامیابیوں کے تذکرے سن کر اس سے فتح کا راز دریافت کرنے کا شوق چرایا، راہ کھٹن تھی اور سفر دور دراز مگر شہزادے کا دل امنگوں سے معمور تھا اور اس کی پیشانی طلب صادق کے نور سے منور، وہ سفر کی صعوبتیں برداشت کرتا ہوا شہنشاہ کے دربار میں پہنچا اور شہنشاہ اکبر کے نیاز حاصل کرتے ہی دریافت کیا۔

''شہنشاہ معظم، آپ کی فتوحات کا راز کیا ہے؟ میں صرف یہ راز معلوم کرنے کو اتنی دور سے چل کر آیا ہوں۔''

''میرے فتوحات کا راز؟'' اکبر نے شہزادے کو پاس بٹھاتے اور مسکراتے ہوئے کہا'' کہ جان جوکھوں میں ڈالنے اور مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرنے ہی میں میری فتح کا راز مضمر ہے''۔

مشکلات کا مقابلہ شاید اکبر کی گھٹی میں داخل تھا اس پر تیرہ ہی برس کی عمر میں سلطنت کی ذمہ داریوں کا بار آ پڑا تھا جسے اس نے مردانہ وار سے برداشت کیا، شہنشاہ ہمایوں کے آنکھیں بند ہوتے ہی ہیمو بقال نے دہلی کے تخت پر قبضہ کیا اور ہندوستان کے حکمران ہونے کا اعلان کر دیا، اس نے فوراً بہت بڑی فوج تیار کر لی تا کہ اگر کوئی تخت کا دعوی دار بنے اور دہلی پر حملہ کرے تو اسے منہ توڑ جواب دے سکے جب اکبر کو ہیمو بقال کے عزائم اور تیاریوں کا علم ہوا تو اس نے سرداروں کو بلایا اور ان سے دریافت کیا کہ کیا کرنا چاہئے بیرم خاں کے سوا سب سرداروں نے بالا تفاق آبائی وطن میں واپس چلنے کا مشورہ دیا وہ کہنے لگے کہ ہمارے پاس فوج ہے نہ اسلحہ اور دشمن کے پاس لشکر جرار موجود ہے ہم اس قابل نہیں کہ دہلی پر حملہ کر کے ہیمو سے تخت چھین سکیں اس لئے مناسب یہی ہے کہ آبائی وطن پہنچ کر تازہ دم

Marfat.com

فوج بھرتی کریں پھر ہندوستان پر حملہ آور ہوں لیکن ایک سردار نے اس رائے کی شدید مخالفت کی وہ سردار بوڑھا مگر جواں ہمت بیرم خاں تھا اس نے کہا کہ جس سلطنت کو باپ دادا نے جان جوکھوں میں ڈال کر اور بڑی خونریزی کے بعد حاصل کیا آسانی سے دشمن کے حوالے کر دینا دانش مندی اور تیموری جرأت سے بعید ہے یہ سن کر سیزدہ سالہ اکبر کی رگ حمیت تو شجاعت بھڑک اٹھی اس نے بزدل اور آرام طلب سرداروں کا مشورہ ماننے کے بجائے بوڑھے بیرم کی بات مان لی اور اس کے نتائج سے کون آگاہ نہیں؟ اکبر نے ہیمو بقال سے آبائی تخت واپس لے لیا ہندوستان پر پچاس سال تک بڑی شان وشوکت سے حکومت کی۔

اگر اکبر کم ہمت سرداروں کا کہنا مان لیتا تو سلطنت مغلیہ کا پتا اسی وقت کٹ جاتا اکبر کے واپس آنے اور پھر سے حملہ آور ہونے تک ہیمو بقال کو اپنی جڑیں مضبوط کرنے کا موقع مل جاتا ممکن ہے وہ ہندوستان کے ہندو راجاؤں کو یکجا کرنے میں کامیاب ہو جاتا جس سے اکبر کی کامیابی محال ہو جاتی اکبر کے والد شہنشاہ ہمایوں اس غلطی کا ارتکاب کر چکے تھے جس کی وجہ سے انہیں پندرہ سال کے بعد ہندوستان میں آنا نصیب ہوا اگر شیر شاہ سوری کو قضا مہلت دیتی یا اس کا جانشین اس کی طرح بہادر اور قابل ہوتا تو سلطنت مغلیہ کی بنیادیں نئے سرے سے رکھنے کی نوبت ہی آتی اس لئے اکبر نے اس اصول پر عمل کیا جو زندگی اور کامیابی کا ضامن ہے۔

بہ کیش زندہ دلاں زندگی جفا طلبی است سفر بہ کعبہ نہ کردم کہ راہ بے خطر است اس کی حمیت نے ناکام ہو کر نامراد بن کر آبائی وطن میں داخل ہونا گوارا نہ کیا اور اس کا ثمرہ حاصل کر کے رہا۔

اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ

اورنگ زیب عالمگیر کی فطرت بھی جفا طلب تھی جب وہ دیکھتا تھا کہ مغل تن آسانی کے مرض

Marfat.com

میں مبتلا ہیں تو کڑھتا اس نے سب کی مخالفت مول لے کر انہیں سدھارنا چاہا سادگی اور جفا طلبی کو شعار بنا کر انہیں راہ راست پر لانا چاہا وہ تنہا مخالف طاقتوں سے نبرد آزما رہا اور دکن تک کے معرکوں میں بنفس نفیس شامل ہوتا رہا مگر مغلوں کا خون زہر عیش سے اس حد تک مسموم ہو چکا تھا کہ کوئی تریاق حیات بخش ثابت نہ ہو سکا تاہم جہاں تک اورنگ زیب کی جرأت اور پامردی کا تعلق ہے وہ مجاہد کسی مشکل کو کبھی خاطر میں نہ لایا اور اپنے نصب العین کے حصول کی خاطر کڑیاں جھیلتا رہا کہا جاتا ہے کہ جب شاہ جہاں کے بیٹوں میں تخت حاصل کرنے کی کش مکش شروع ہوئی تو اورنگ زیب نے عدیم النظیر جرأت سے کام لے کر ساموگڑھ کا معرکہ جیتا تھا ساموگڑھ میں مقابلہ دارا شکوہ اور اورنگ زیب کے مابین تھا دارا شکوہ کے پاس اورنگ زیب سے زیادہ فوج تھی اگر اورنگ زیب عدیم النظیر جرأت کا نمونہ اپنی سپاہ کے روبرو پیش نہ کرتا تو وہ شاید ہی دارالشکوہ کی فوج کے سامنے ٹھہر سکتی لیکن شہزادہ اورنگ زیب نے اپنے ہاتھی کے پاؤں میں زنجیر ڈال دی تاکہ وہ بھاگ نہ سکے یہ دیکھ کر اس کی فوج کے بلند ہو گئے اور اس نے دشمن کو مار بھگایا۔

اگر آپ زندگی کے میدان سے اپنے حریفوں کو بھگانا چاہتے ہیں عزت واقبال کی مسند پر بیٹھنے کے خواہاں ہیں تو ہمت بلند رکھیے مشکلات سے نہ گھبرائیے افلاس یتیمی بے کسی اور مصائب اگر بیسیوں اولوالعزم نوجوانوں کا راستہ نہ روک سکے تو آپ کے سدراہ کیوں ہوں گے؟ اگر مشکلات اور رکاوٹیں ان کی منزل کھوٹی نہ کر سکیں تو آپ کے عزم صمیم کے سامنے کب ٹھہر سکیں گی؟

جن لوگوں نے بنی نوع انسان کی بہتری کے کام کئے وہ آفات کو کبھی خاطر میں نہ لائے سرراس ملیریا کے مچھروں کی تحقیقات کے لئے برسوں گرم استواتی علاقے میں پھرتے رہے فلورنس نائٹ انگیل نے کطرات کی پرواہ نہ کی اور زخمیوں کی خدمت کے لئے آمادہ ہو گئی نیکی کی تبلیغ کے لئے خدا کے اکثر بندوں نے اذیتیں برداشت کیں قطبین کی دریافت

کے لئے جو مہمیں گئیں انہیں نا قابل برداشت مصائب کا سامنا کرنا پڑا مونٹ ایورسٹ کی بلندی معلوم کرنے والی مہموں کے روز نامچے کیا ہیں؟ دکھ تکلیف اور قدم قدم پر رکاوٹوں کی طویل داستانیں غرض ان لوگون کو جنہوں نے نسل انسانی کی خدمت کا بیڑا اٹھایا تکلیفیں سہنی پڑیں مگر وآخر دم تک اپنا نصب العین حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے بعض کو تو اس کوشش میں جام فنا نوش کرنا پڑا اگر انسانیت کے بہی خواہ مشکلات سے ڈر جاتے و آج ہماری دنا اتنی خوبصورت نہ ہوتی اور ہماری آسائش کے جو اسباب مہیا ہیں ہم ان سے محروم ہو جاتے پھر کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم جدو جہد جاری رکھیں؟ یہ جدو جہد کیا ہے؟ مشکلات کا خیال کئے بغیر انسان کی بہتری کے وسائل دریافت کرنا وباؤں اور بیماریوں پر قابو پانے کی ترکیب معلوم کرنا نوع انسان کو امن وسلامتی کی راہ دکھانے کے لئے امن کے اصولوں کا پرچارا اور غلط فہمیوں کی تاریک گھٹاؤں کو دور کرنا یہ کام دشوار ضرور ہے لیکن دشواریوں کا مقابلہ کئے بغیر انسانیت کی سربلندی بھی تو ممکن نہیں۔

موت کی ضمانت

آپ اس بات کی ضمانت چاہتے ہیں کہ آپ محنت کا ثمرہ حاصل کرنے سے پہلے موت کا ذائقہ نہ چکھیں گے یہ ضمانت فی الواقع کوئی نہیں دے سکتا لیکن یہ بھی تو بتایئے آپ کو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ محنت کا ثمر حاصل کرنے سے پہلے ہی آپ کو رخت سفر باندھنے پر مجبور کر دیا جائے گا؟ علاوہ بریں یہ استغنا ملازمت حاصل کرتے وقت کیوں جائز نہ سمجھا؟ سال بھر کیوں محنت کرتے رہے؟ جب آپ کو کل تک جینے کا بھروسہ نہیں تو ملازمت کا بکھیڑا کیوں مول لیا؟ آپ شطرنج کیوں کھیلتے ہیں تفریح کی غرض سے؟ مگر آپ سے چہرے پر تفکر کے آثار ہیں آپ سوگوار نظر آتے ہیں آپ کی آنکھیں بوجھل ہیں یہ کیوں؟ اس لئے کے آپکے حریف کا پلہ بھاری ہے وہ آپ کو مات دینا ہی چاہتا ہے آپ کو ہارنے کی فکر نے پریشان کر رکھا ہے اگر آپ نقلی اور ھنگامی ہارے اتنا ڈرتے ہیں وہ شکست جس کا آپ کو یا آپ کی

Marfat.com

اولاد کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اس سے اتنا گھبراتے ہیں اور اس سے بچنے کے لئے دماغی قوت صرف کر رہے ہیں تو پھر زندگی کے میدان میں کیوں آسانی سے ہار ماننے پر تیار ہیں ؟ کیا یہ اپنے آپ اور اپنی اولاد سے بے انصافی نہیں نہیں؟ کیا آپ اس معاشرے کے جس کے آپ بھی رکن ہیں مجرم ہیں ؟ آپ اپنی پریشانیوں کا علاج شطرنج اور گنجفے میں ڈھونڈتے ہیں مگر سکون کے بجائے پلے پڑتی ہے پریشانی پھر انہیں تفریح کیوں سمجھا جائے ۔عیش کیوں کہا جائے ؟ معلوم ہوتا ہے آپ نے سکون کا مفہوم سمجھنے میں غلطی کی ہے یا پھر سکون کی تلاس میں آپ غلط سمت چل نکلے ہیں اگر آپ مسرت کی تلاش میں ہیں راحت اور سکون چاہتے ہیں تو اپنی اپنی اولاد اور نوع انسان کی بہتری کے کام کیجئے محنت کیجئے اس کے بعد آرام تو مسرت آپ کی ہوگی پرندے دانے دانے کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں تو خوش رہتے ہیں اس پرندے سے بہت زیادہ خوش جسے مشقت کے بغیر خوراک ملتی ہے۔

ہمیشہ ااشیاء کے متعلق سوچ جنہیں حاصل کرنے کی تمنا ہے۔ان الفاظ میں عمیق فلسفہ موجود ہے ان اشیاء کے متعلق سوچیے جنہیں آپ حاصل کرنا چاہتے ہیں انہیں حاصل کرنے کے ذرائع پر غور کیجئے اور تندہی سے سرگرم کار ہو جائیے یہ ہے صحیح راہ یہ آپ کو ایسا امقناطیس بنائے گی جو اچھی اشیاء کو اپنی طرف کھینچ سکتا ہے۔

جب بھی آپ نا امیدی اور شکست سے بچنا چاہیں تو پہلے وسوسوں کو دور کیجئے ،اپنی فتح کے خیالات دل و دماغ میں بسائیے ،پھر آپ شکست سے محفوظ رہیں گے آپ کی ناکامی کی وجہ اس سے بڑھ کر اور کیا ہو ک آپ ایک سمت جا رہے ہیں تو آپ کے خیالات دوسری سمت اس لئے اپنے خیالات اور اعمال میں ہم آہنگی پیدا کیجئے ایمیلی کیڈی کہتا ہے:

کسی چیز کی خواہش اس بات کی دلیل ہے کہ لاانتہا خزانون کا مالک آپ کو وہ چیز ضرور دے گا بشرطیکہ آپ کی طلب صادق ہو اور آپ اس کے حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

Marfat.com

اس بات کی پرواہ نہ کیجئے کہ آپ کی موجودہ حالت کس قدر پست ہے اور مستقبل بظاہر کس قدر تاریک دل میں کامیابی کے خیالات بسائیے عزم صمیمن سے کام لیجئے اپنے آپ کو فاتح سمجھیے مرکز کامیابی پر نگاہ جمائے رکھیے کسی پست خیال کو دل میں جگہ نہ دیجئے دل کو کسی گھٹیا عمارت کی بنیاد نہ بنایئے اور کامیابی کی رانی کو دل کے تخت پر بٹھایئے پھر مصیبت آپ کے پاس تک نہ پھٹکے گی اور آپ عزت واقبال حاصل کر سکیں گے۔

جب کرافورڈ نے امریکہ میں اپنا کام شروع کیا تو ہفتے عشرے تک قصبات اور دیہات میں چکر لگا تا رہا ایک رات کسی تھیٹریکل کمپنی کے ایک رکن نے س کا کام دیکھ کر کہا۔تمہارا کام اچھا نہیں تم امریکہ میں کبھی کامیاب نہ ہوسکو گے تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ اپنے وطن سکاٹ لینڈ واپس چلے جاؤ اور وہیں قسمت آزمائی رو۔مگر کرافورڈ بلند حوصلہ تھا وہ اس تنقید پر ناراض نہ ہوا بلکہ اپنا کام زیادہ محنت اور مستقل مزاجی سے کرنے لگا بالآخر کامیابی نے اس کے قدم چومے اور وہ امریکہ ہی میں کامیاب ہو کر رہا۔

کرافورڈ کامیاب ہوا کیونکہ وہ تخیل میں اپنے آپ کو کامیابی کا مستحق سمجھتا تھا اس نے ناامید اور بزدل بنانے والے خیالات کے بجائے کامیابی کے خیالات سے واسط رکھا اپنے ضمیر کی قیادت قبول کی اس لئے کامیاب ہوا ہمارے ضمیر کی آواز الہامی آواز ہے ایک شاعر لکھتا ہے۔اے دل تو بلندی پر ہے عظمت رکھتا ہے پھر ایسے خیالات سے جو کمر ہمت شکست کیے دیتے ہیں کیوں خوف زدہ ہے؟ کیا تو نہیں جانتا کہ پست خیالات کے مقابلے پر ایک اور آواز ہے ضمیر کی آواز جو سلامتی اور طمانیت بخشتی ہے۔اس لئے اپنے ضمیر کی آواز سنئے اس کے احکام مانیے اس سے قطع تعلق نہ کیجئے اس کے غلط ہونے کا شبہ نہ کیجئے اور کبھی خیال نہ کیجئے کہ آپ اچھی چیزوں کے اہل نہیں۔

ہماری ناکامی کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ہم ظاہری حالت سے اکثر دھوکا کھا جاتے ہیں یہ نہیں جانتے کہ ظاہری بدنصیبی کو بدلا جاسکتا ہے ہم نے کبھی ان خزانوں کو حاصل کرنے کی کوشش

Marfat.com

نہیں کی جو ہماری قسمت میں لکھے جا چکے ہیں اور جو ہمارے اندر موجود ہیں ہم اپنی قوت بازو پر بھروسہ نہیں کرتے ہمیں یقین نہیں ہوتا کہ ہم انہیں حاصل کر سکتے ہیں اس لئے بدقسمتی اور بدنصیبی پر صبر کر بیٹھتے ہیں گویا اپنی زندگی کو کم فہمی کی وجہ سے برباد کر لیتے یں ہم صرف مشکلات کو دیکھتے ہیں مگر یہ حقیقت فراموش کر دیتے ہیں کہ انسان نام ہے اس جنس کا جوان مشکلات پر فتح حاصل کرتی ہے بنجمن ڈسرائیلی یہ راز جانتا تھا جبھی اس نے کہا:

انسان مواقع سے پیدا نہیں ہوا بلکہ انہیں پیدا کرتا ہے۔ اور اس نے اس قول کی صداقت اپنی زندگی میں ثابت کر دکھائی وہ ذات قوم اور مواقع کے لحاظ سے ہیٹا تھا مگر یہ نوجوان یہودی تمام مشکلات پر غالب آیا اور انگلستان کا وزیر اعظم بن کر رہا لائل نے یہ شعر کہہ کہ صرف شاعرانہ نازک خیالی نہیں کی بلکہ یہ حقیقت بیان کی ہے کہ جو کچھ ہم اپنے اندر رکھتے ہیں وہی کچھ کسی مناسب لمحے پر بن کر رہتے ہیں۔ شاعر سائنس دانوں ارفلاسفروں سے زیادہ بلندی پر پرواز کرتا ہے اس کے تخیلات پر کے ڈانڈے الہام سے ملتے ہیں وہ کامیابی کا راستہ دکھاتا ہے راستہ جو کامیابی کی منزل کی طرف جاتا ہے شاعر یقینی طور پر مستقبل کی راہیں جانتا اور دیکھتا ہے وہ مناسب لمحات کو جانتا ہے مناسب لمحے جو ہمارے خوابوں کی صحیح تعبیر ہوتے ہیں اس لئے لائل نے جو حقیقت بتائی ہے اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔

وہ لوگ جو کامیابی کے مقام بلند تک پہنچے پہلے تصور میں اس بلندی تک پہنچے تھے وہ اپنے آپ کو تصور میں اس بام پر بیٹھے دیکھا کرتے تھے انہیں یقین تھا کہ وہاں تک پہنچنا سہل ہے اگر آپ عروس کامیابی سے وصال چاہتے ہیں تو ان جیسا عزم پیدا کیجئے اور انہیں کی طرح مصروف عمل ہو جائیے۔

اگر آپ ناکامیوں اور شکستوں کو یاد کر کے دل چھوڑ بیٹھے ہیں پست خالی کے مریض ہیں اور اپنے خیالات کے مطابق عمل نہیں کر پاتے اگر آپ کی زندگی طمانیت سے یکسر خالی ہے اگر آپ کے خاکے بے رنگ پڑے ہیں اگر آپ کو افلاس نے دبوچ لیا ہے تو یہ آپ کا اپنا کیا

دھرا ہے قسمت یا خدا پر الزام عائد کرنا فضول ہے کیونکہ ہم وہی کچھ پاتے ہیں جن کے متعلق سوچتے ہیں۔

کامیابی کا قیمتی راز

بعض کامیاب آدمیوں کے متعلق سننے میں آتا ہے کہ وہ جس کام کو ہاتھ میں لیتے ہیں اس میں کامیاب ہوتے ہیں یا جس چیز کو چھوتے ہیں وہ سونا بن جاتی ہے جانتے ہیں آپ اس کی وجہ کیا ہے؟ محض یہ، وہ جس کام کو ہاتھ میں لیتے ہیں اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کا مکمل یقین رکھتے ہیں اپنے خیالات کو لباس عمل پہناتے ہیں یعنی ایسے مقناطیس بنتے ہیں جو کامیابی کو اپنی طرف کھینچتا ہے وہ عقل، عطیہ ایزدی کو کام میں لاتے ہیں جس سے ہر انسان کام لے سکتا ہے پھر آپ اس زندگی بخش قوت سے کام کیوں نہیں لیتے؟ اپنے ارادون کے مطابق جو کسی مبارک لمحے میں آپ سے پاس آتے ہیں کام کیوں نہیں کرتے؟ کیا آپ اتنی سی بات بھی نہیں جانتے کہ پاکیزہ خیالی اور استقلال سے اپنے پسند کی چیزیں حاصل کی جا سکتی ہیں۔

جب تک ادھاماسے سلسلہ ہائے راک تک کا علاقہ صحرا سمجھا جاتا رہا اسے ناکارہ زمین کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا بعض مدبر اس بات پر حیرت کا اظہار کرتے تھے کہ قدرت نے یہ لاکھوں ایکڑ زمین بے فائدہ کیوں بنا ڈالی! جب امریکی کانگریس میں یہ مسئلہ پیش ہوا کو حکومت پیسفک ریلوے یونین کو مسوری سے ساحل بحرالکاہل تک ریلوے لائن میں مدد دے تو ڈیسبٹر جیسے مدبر نے اس کا خیر مقدم طنزیہ مسکراہٹ سے کیا اور کہا۔ اس ریلوے لائن کی تعمیر پر روپیہ صرف کرنا عوام کا روپیہ ضائع کرنا ہے یہ علاقہ کسی کام کا نہیں یہاں ریلوے لائن بنانا بے فائدہ ہے بس اونٹوں کے ذریعے سے ڈاک لانے اور لے جانے کا انتظام کر دیا جائے۔ مگر دنیا نے دیکھ لیا کہ پیسفک ریلوے یونین کا یہ خیال صرف خواب موہوم نہ تھا بلکہ حقیقت تھی قابل عمل حقیقت اس ریلوے لائن کی تکمیل سے پہلے ہی کھیتیاں آباد ہو گئیں شہر بس گئے اس قدر جلد گویا یا عظیم کام جادو کے زور پر ہوا ہے۔

Marfat.com

ابن آدم بھی اپنے اندر ایسا ہی صحرا رکھتا ہے جو اس بات کا منتظر ہے کہ کوئی اسے آباد کرے اس دولت کو پالے جو اس صحرا میں موجود ہے ان خزینوں کو حاصل کر لے جو اس میں دفن ہیں مگر اپنی ذات پر مکمل اعتماد ہی ہم پر یہ انکشاف کرے گا جب بھی ہم اپنے آپ پر بھروسہ کرنا سیکھ جائیں گے ہماری زندگی مسرتوں اور خوشیوں س سے لبریز ہو جائے گی جیمز ایلن سچ کہتا ہے:

جیسا سوچو گے ویسا بنو گے۔

Marfat.com

اکابر نے مشکلات اور فقر و فاقہ برداشت کر کے نام کمایا

فقر فاقہ اور حصول علم

ابنِ قاسم کہتے ہیں کہ امام مالکؒ کی طالبعلمانہ مفلِسی کی زندگی میں ایسا وقت بھی آیا ہے، جب انہیں مجبوراً اپنے گھر کی چھت کو توڑ کر اس کی کڑیوں بیچنا پڑ گیا۔ بعد میں اللہ نے ان کو خوشحالی اور آسودگی سے نوازا، اور ان پر مال و دولت کے دروازے کھول دیئے۔ قاضی عیاضؒ نے امام مالکؒ کا یہ مقولہ بھی نقل کیا ہے کہ:

''جب تک آدمی فقر و فاقہ کا ذائقہ نہ چکھے، علم نہیں آتا۔''

خلیل نحوی۔ چھونپڑے میں

ابنِ خلکان نے ''وفیات الاعیان'' میں زبانِ عربی کے مسلمہ امام خلیل بن احمد فراہیدی (متوفی 170ھ) کی غربت وافلاس کا مندرجہ ذیل عجیب وغریب واقعہ امامِ موصوف کے شاگردِ رشید نضر بن شمیل کے حوالہ سے لکھا ہے:

''خلیل بصرہ کی ایک جھونپڑی میں رہتے تھے، ان کے پاس بسا اوقات دو پیسے تک نہ ہوتے، جبکہ ان کے شاگرد اور تلامذہ موصوف کے علم کی بدولت مالا مال ہو رہے تھے۔''

''میں نے ایک روز انہیں یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں دروازہ بند کر کے پڑا رہتا ہوں تاکہ میرا رنج وغم دروازہ سے باہر نہ جائے۔''

قاضی ابو یوسفؒ کی ناداری

خطیب بغدادی، تاریخِ بغداد میں قاضی ابو یوسف (شاگردِ رشید امامِ اعظم ابو حنیفہؒ) کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

''امام ابو یوسفؒ نے فرمایا: میں حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کرنے کے ابتدائی زمانہ میں، بہت ہی نادار اور پراگندہ حال تھا، ایک روز میں امامِ ابو حنیفہؒ کی خدمت میں حاضر تھا کہ

Marfat.com

(اچانک) والد صاحب تشریف لائے اور مجھے بلا کر لے گئے۔ پھر انہوں نے مجھ سے یوں کہا: بیٹے! ابو حنیفہ کے پاس نہ بیٹھا کر، اس لئے کہ وہ تو روز پراٹھے کھاتے ہیں، اور تم روزینہ تک سے محتاج ہو"۔

ابو یوسف کہتے ہیں: میں نے والد صاحب کی فرماں برداری کو ترجیح دی، اور بہت سا علم حاصل کرنے سے رہ گیا...... اُدھر امام ابو حنیفہؒ نے میری مسلسل غیر حاضری کو محسوس فرمایا اور میرے بارے میں لوگوں سے دریافت کیا۔ آخر کار میں انکی مجلس میں پھر آنے لگا، ناغوں کے بعد، جب میں پہلے دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے دریافت فرمایا: "اتنے دنوں تک یہاں نہ آنے کی کیا وجہ ہوئی؟"...... میں نے عرض کیا: "اطاعتِ والد، اور معاشی مشغولیت"۔

امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے مالی کفالت

ابو یوسف کہتے ہیں: "پھر میں وہاں بیٹھ گیا، جب مجلس ختم ہوئی اور لوگ اُٹھکر چلے گئے، تو امام ابو حنیفہؒ نے ایک تھیلی میری طرف بڑھائی اور یوں کہا: "انہیں اپنے کام میں لاؤ"...... میں نے جو دیکھا تو اس میں سو درہم تھے...... آپ نے مزید فرمایا: "حلقہ درس میں پابندی کے ساتھ آتے رہو، اور جب یہ ختم ہو جائیں تو مجھے بتاؤ"...... ابو یوسف کہتے ہیں: اس کے بعد میں نے پابندی کے ساتھ حلقہ درس میں آنا شروع کر دیا۔ چند روز کے بعد انہوں نے مزید سو درہم عنایت فرمائے، اور وہ برابر اسی طرح میرا خیال فرماتے رہے۔ میں نے اس کے بعد نہ کبھی اپنی کوئی ضرورت بتائی اور نہ پیسے ختم ہونے کی اطلاع کی لیکن معلوم نہیں، انہیں کس طرح رقم ختم ہو جانے کا پتہ چل جاتا تھا۔ اسی طرح وقت گذرتا گیا۔ اور میں کافی متمول اور دولتمند ہو گیا"۔

دوسری روایت

امام ابو یوسفؒ کی تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں، علی بن جعد سے ایک دوسری روایت بھی

منقول ہے وہ کہتے ہیں: مجھ سے ابو یوسفؒ نے خود یہ بیان کیا کہ: ''جب میرے والد ابراہیم بن حبیب کا انتقال ہوا تو میں چھوٹی سی عمر کا تھا، میری والدہ نے مجھے ایک دھوبی کے پاس اس کا ہاتھ بٹانے کے لئے ڈال دیا، راستہ میں امام ابو حنیفہؒ کا حلقہ درس لگتا تھا، میں روزانہ دھوبی کے پاس جانے کے بجائے، وہاں بیٹھ کر آپ کی باتیں سنتا۔۔۔۔۔۔۔والدہ کو اس بات کا کہیں پتہ چل گیا، وہ میرے پیچھے پیچھے حلقہ درس تک آتیں، اور میرا ہاتھ پکڑ کر دھوبی کے پاس لے جاتیں۔

امام ابو حنیفہؒ، میری روزانہ کی حاضری اور علم حاصل کرنے کے جذبہ وشوق کو دیکھ کر میرا بہت خیال رکھتے، اور بڑی شفقت فرماتے۔ جب میرے بھاگ کر حلقہ درس میں پہونچنے اور والدہ کے پیچھے پیچھے آنے کا معمول روز کا ہو گیا تو ایک دن انہوں نے ابو حنیفہؒ سے یوں کہا ''اس بچہ کے بگاڑ کا سبب صرف تم ہو، یہ یتیم ومفلس بچہ ہے، میں سوت کات کر اس کا پیٹ بھرتی ہوں، اور یہ چاہتی ہوں کہ یہ کما کر روزانہ ایک دھیلا بھی لے آئے تو اس کے کام آئے''۔

یہ روغنِ پستہ سے بنا ہوا فالودہ کھائے گا

یہ سن کر ابو حنیفہؒ نے ان سے کہا: ''مائی! یہاں سے جاؤ، یہ جو تمہارا بیٹا یہاں پڑھ رہا ہے نا...... یہ ایک روز روغنِ پستہ سے بنے ہوئے فالودہ کو کھائے گا''۔ وہ وہاں سے بڑبڑاتی ہوئی گئیں کہ ''تم سٹھیا گئے ہو، اور تمہاری عقل ٹھکانے نہیں ہے''۔

ابو یوسف کہتے ہیں: اس کے بعد میں ہمہ وقت ابو حنیفہؒ کی خدمت میں رہتا، اور وہ برابر روپئے پیسے سے میرا خیال رکھتے، اور میری کسی ضرورت کو پورا کئے بغیر نہ چھوڑتے اللہ نے مجھے علم سے خوب نفع پہنچایا اور عزت ورفعت سے نوازا یہاں تک کہ میں (پوری اسلامی سلطنت کا) چیف جسٹس بن گیا۔

Marfat.com

پیشین گوئی۔ حقیقت کے روپ میں

اس دوران بسا اوقات خلیفہ ہارون رشید کے پاس بیٹھنے اور ان کے ساتھ کھانا کھانے کا اتفاق ہوتا، ایک دن ہارون رشید کی خدمت میں فالودہ پیش کیا گیا خلیفہ نے مجھ سے کہا یعقوب! (ابو یوسف) اس میں سے کچھ کھاؤ، اس طرح کی چیز ہمارے لئے بھی روزانہ نہیں بنتی'' میں نے کہا: امیر المؤمنین! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: روغنِ پستہ سے بنا ہوا فالودہ ہے۔ ابو یوسفؒ کہتے ہیں: یہ سننا تھا کہ مجھے بے اختیار ہنسی آگئی۔ خلیفہ نے پوچھا: ''ہنسنے کی وجہ؟'' میں نے کہا کہ خدا امیر المؤمنین کو سلامت رکھے، خیر ہی کی بات ہے۔ انہوں نے کہا: وہ بات بتانی ہوگی، اور پھر بہت ہی اصرار کرنے لگے، تب میں نے اول سے آخر تک پورا قصہ سنایا۔

ہارون رشید کو واقعہ سنکر بہت تعجب ہوا، پھر یوں کہا: ''بخدا علم انسان کو دین و دنیا، دونوں میں نفع پہنچاتا، اور عزت و رفعت سے نوازتا تھا۔'' پھر وہ دیر تک ابو حنیفہؒ کے حق میں دعائے خیر کرتے رہے، آخر میں یوں فرمایا: ''وہ اپنی عقل کی آنکھ سے ایسی چیز دیکھ لیتے تھے، جو بظاہر سر کی آنکھ سے نظر نہیں آئی۔''

امام شافعیؒ کی غربت و ناداری

حافظ ابنِ عبد البر نے اپنی کتاب ''الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاءؒ'' میں امام شافعیؒ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ:

''میں بہت چھوٹی سی عمر میں طلبِ حدیث کے اندر مشغول ہو گیا۔ (اُس وقت اُن کی عمر 13 سال سے بھی کم تھی) میرے پاس اُس وقت کوئی روپیہ پیسہ نہیں تھا، اس لئے میں روزانہ سرکاری دفتروں میں چلا جاتا، اور وہاں سے لکھے ہوئے بیکار کاغذ مانگ کر لاتا، اور جو کچھ قلمبند کرنا ہوتا، اُن کے کونوں اور بغیر لکھے حصّوں پر کرتا۔''

عفان بن مُسلم۔ آزمائش کی بھٹی میں

حافظِ ابنِ جوزیؒ نے اپنی تصنیف ''مناقب الامام احمد بن حنبل'' میں ایک عنوان باندھا ہے، جس میں اُن علماءِ ربانیین کا تذکرہ ہے، جنہوں نے مسئلہ ''خلقِ قرآن'' کی آزمائش میں حکومتِ وقت کے منشا کے مطابق جواب دینے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ اُن باصفا و باہمت حضرات میں: ''عفان بن مُسلم'' اُستادِ بخاری کا ذکرِ خیر بھی موجود ہے۔ ابن جوزیؒ نے لکھا ہے کہ ''عفان بن مسلم'' اس آزمائش میں مبتلا ہونے والے سب سے پہلے شخص ہیں موصوف نے اپنی سند کے ساتھ قاسم بن ابی صالح کی یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ انہوں نے ابراہیم بن حسین دیزلی کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''جب عفان بن مسلم کو آزمائش کیلئے بلایا گیا، تو میں اُن کی سواری کی لگام تھامے ہوئے تھا، جب وہ دربار میں پہنچے تو اُن سے کہا گیا کہ آپ بھی یہ کہیں کہ ''قرآن مخلوق ہے۔''

انہوں نے یہ کہنے سے انکار کر دیا، اِس پر اُن سے کہا گیا کہ ''تمہارا وظیفہ آج سے بند کیا جاتا ہے'' (انہیں ہر ماہ دو ہزار درہم وظیفہ ملتا تھا) انہوں نے یہ آیت تلاوت کی:

''وَفِی السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ۔''

(اور تمہارا رزق اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے، سب آسمان میں ہے)

جب وہ اپنے مکان واپس تشریف لائے تو اُن کے گھر کی عورتوں نے، اور جو لوگ وہاں موجود تھے (جنکی تعداد تقریباً 40 تھی) اُن سب نے آپ کو یہ موقف اختیار کرنے پر سخت ملامت کی۔

غیبی امداد

راوی کا کہنا ہے: ابھی تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، دروازہ کھولا، تو باہر ایک آدمی عفان بن مُسلم سے ملنا چاہتا تھا، میں اسے پہلی نظر میں کوئی مچھلی یا روغن فروش سمجھا۔

Marfat.com

القصہ وہ آپ کے پاس آیا، اور ایک تھیلی جسمیں دو ہزار درہم تھے، آپ کی طرف بڑھائی اور یوں کہا: ''ابو عثمان جس طرح تم نے آج دین کی حفاظت کی ہے، خدا تمہاری بھی حفاظت فرمائے اور تمہیں ثابت قدم رکھے۔ (پھر تھیلی سے سکّوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) یہ آپ کی خدمت میں نذر ہیں، اور ہر دو ماہ اسی طرح پہنچتے رہیں گے۔''

واقدی کی مفلسی

قاضی عیاض ''ترتیب المدارک'' میں محمد بن عمر واقدی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''محمد بن سعد کہتے ہیں: مجھے واقدی نے ایک روز ملول و رنجیدہ دیکھا تو یوں کہا: تنگی و عسرت پر مغموم ہونے کی ضرورت نہیں، اسلئے کہ رزق کبھی ایسی جگہ سے مل جاتا ہے جہاں کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔ یہ کہہ کر پھر اپنا واقعہ سنانے لگے کہ میں ایک مرتبہ سخت مفلس اور قلاش ہوگیا، حتیٰ کہ مجھے اپنے گھوڑے کو بیچنا پڑ گیا، اسی درمیان (وزیر) یحییٰ بن خالد (برمکی) نے مجھے بلوایا، میں وہاں (گھوڑا نہ ہونے کے سبب) دیر سے پہنچا، تو اس تاخیر پر اُن سے معذرت چاہی، بعد میں انہیں میرے حال کا پتہ چلا تو میرے لئے پانچ سو (500) دینار کا حکم فرمایا، میں وہ لیکر گھر پہنچا، اور اہل و عیال کے خرچے اور قرضے کی ادائیگی کا انتظام کیا۔''

مثالی ایثار

ابھی اس سے فارغ ہی ہوا تھا کہ کسی نے کنڈی کھٹکھٹائی، معلوم ہوا کہ مدینہ کا رہنے والا، خاندانِ صدیقی کا کوئی فرد ہے۔ جسے ڈاکوؤں نے راستہ میں لوٹ لیا ہے، اُس نے اپنی حالتِ زار کو بیان کیا تو میں نے بقیہ ساری رقم اس کے حوالہ کردی، اور گھوڑا نہ خرید سکا۔

واقدی کہتے ہیں کہ مجھے یحییٰ بن خالد نے پھر بلایا اور اس مرتبہ پھر دیر سے پہنچا تو اُن کو ساری تفصیل سنائی۔ انہوں نے اُس ''صدیقی'' کو بلا کر صورتِ حال معلوم کی اُس نے کہا کہ ہاں میں نے اِن سے دینار لئے تھے، لیکن جب میں اُنہیں گھر لیکر پہنچا، تو فلاں انصاری بزرگ تشریف لے آئے، اور انہوں نے آکر مجھ سے تکلیف و پریشانی کا اظہار کیا،

Marfat.com

میں نے وہ ساری رقم اُن کو دیدی۔

اب یحییٰ نے اُن انصاری بزرگ کو بلا کر پوچھا کیا ''صدیقی'' نے تمہیں روپے دیئے ہیں؟ انہوں نے تصدیق کی۔ اور پورا واقعہ سنایا۔ یحییٰ بن خالد اس کرم وایثار پر دنگ اور حیرت زدہ رہ گئے، پھر انہوں نے ہم تینوں کو ایک ایک ہزار دینار دیے جانے کا حکم فرمایا۔ میری اہلیہ کیلئے بھی پانچ سو کا حکم ہوا، تا کہ اس کا وہ رنج وغم جو اسے ''صدیقی'' کو دینار دینے سے ہوا تھا، زائل ہو۔

ایک اور مثالی ایثار

واقدی نے پھر اپنا یہ دوسرا واقعہ بھی سنایا کہ۔۔۔۔۔۔ میرے دوست تھے جن میں سے ایک ہاشمی تھا، اتفاق سے ایک مرتبہ ہم سخت تنگی وعسرت کا شکار ہو گئے۔ اس دوران ایک دن میری بیوی نے کہا: ''ہم تو تکلیف ومصیبت کسی نہ کسی طرح برداشت کر لیں گے، لیکن ان بچوں کی وجہ سے میرا دل پھٹا جا رہا ہے کم از کم ان کے لئے تو کچھ انتظام کیجئے''۔

میں نے اپنے ہاشمی دوست کو لکھا کہ وہ اس وقت جو کچھ تعاون کر سکتے ہوں کر دیں انہوں نے ایک سربمہر تھیلی میرے پاس بھیج دی، اور یہ کہلوا دیا کہ اس میں ایک ہزار درہم ہیں۔ ابھی وہ تھیلی ڈھنگ سے رکھی بھی نہ تھی کہ میرے دوسرے دوست کی تحریر آ گئی، جس میں اس نے تقریبا اسی تکلیف وپریشانی کا تذکرہ کیا تھا، جس میں میں خود مبتلا تھا، میں نے وہ تھیلی جیسی تھی ویسی ہی اس کے پاس بھجوا دی، اور خود بیوی سے شرم کی وجہ سے مسجد میں آ کر سو گیا۔ جب میں وہاں سے اٹھ کر گھر آیا، اور بیوی کو صورتِ حال کا علم ہوا، تو اس نے میرے اقدام کی تعریف کی۔۔۔۔۔۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اچانک میرا ہاشمی دوست میرے پاس آیا، اس کے ہاتھ میں جوں کی توں وہی سربمہر تھیلی موجود تھی، اس نے کہا مجھ سے سچ سچ کہو، کیا بات ہوئی! میں نے اسے سارا واقعہ سنایا، اس نے کہا: جب تم نے مجھ سے تعاون کے لئے کہا تو اس وقت گھر میں صرف وہی رقم تھی جو تمہیں بھیجی، اس کے بعد میں نے اپنے

Marfat.com

ساتھی کو مدد کے لئے لکھا تو اس نے بعینہ میری وہی سربمہر تھیلی جو تمہیں بھجوائی تھی میرے پاس بھیج دی، اس کے بعد ہم تینوں ان ہزار کو کام میں لائے، اور اہلیہ کے سو درہم الگ نکال کر آپس میں تہائی تہائی بانٹ لئے۔

اس واقعہ کی خبر کسی طرح مامون کو ہوگئی، خلیفہ نے مجھے بلایا، میں نے پوری بات ان کے سامنے رکھ دی، انہوں نے مجھے سات ہزار دینار دیئے جانے کا حکم فرمایا جس میں سے دو دو ہزار ہم تینوں کے اور ایک ہزار اہلیہ کے تھے"

قاضی ابنِ خلکان نے اپنی کتاب "وفیات الاعیان" میں فرقہ ظاہریہ کے امام داؤد بن علی اصبہانی بغدادی، ظاہری (متوفی 270ھ) کے، حالات میں لکھا ہے کہ: "بغداد میں علم کی سربراہی ان پر ختم ہے"۔

داؤد ظاہری کی غربت و ناداری

پھر یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ: "قاضی ابو عبداللہ محاملی کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ، عید الفطر کی نماز شہر کی جامع مسجد میں ادا کی، اور دل میں یہ سوچا کہ آج داؤد بن علی کے پاس جا کر انہیں عید کی مبارکباد پیش کروں گا، میں ان کے پاس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ان کے سامنے ایک سینی (بڑی پلیٹ)" رکھی ہوئی ہے، جس میں کاسنی کے پتے اور بھوسی ملا ہوا کسی چیز کا نچوڑ ہے، جسے وہ کھا رہے ہیں، میں انہیں (عید کی) مبارک باد دی، اور ان کی اس حالت پر حیران رہ گیا، ان کے پاس بیٹھ کر یہ محسوس ہوا کہ دنیا کی بڑی سے بڑی چیز ان کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

ابو عبداللہ محاملی کی بھاگ دوڑ

میں وہاں سے اٹھ کر ایک صاحبِ خیر کے پاس پہنچا، جن کا نام جرجانی تھا اور وہ لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے اور جود و کرم کے ساتھ پیش آنے میں خاصے مشہور تھے۔ وہ میری اطلاع پاتے ہی ننگے سر اور برہنہ پا نکل کر آئے، اور کہنے لگے: قاضی صاحب کس لئے زحمت

Marfat.com

فرمائی؟ میں نے کہا: اہم بات ہے، انہوں نے پوچھا: وہ کیا؟ میں نے کہا تمہارے پڑوس میں داؤد بن علی رہتے ہیں، اوران کے علمی مقام سے بھی تم خوب واقف ہو، لیکن تعجب ہے کہ باوجود اس قدر لوگوں کے ساتھ خیر وبھلائی کرنے اور ان کو انعامات وہدایا دینے کے......تم اپنے پڑوس کی اس عظیم شخصیت سے بے خبر ہو؟ اور پھر جو کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، وہ سب بتایا۔

جرجانی نے کہا: جنابِ والا! داؤد بہت بداخلاق آدمی ہے، میں نے رات ہی ایک ہزار درہم بھجوائے تھے کہ وہ ان کو اپنے کام میں لائیں، لیکن انہوں نے رقم میرے پاس واپس لوٹا دی، اور ملازم سے یہ کہا کہ جا کر اس سے کہہ دینا، تو نے مجھے کس نظر سے دیکھا اور میری کون سی ضرورت اور پریشانی تیرے پاس پہونچی جس کی وجہ سے تو نے میرے پاس یہ درہم بھجوائے؟''

محاملی کہتے ہیں: یہ سنکر مجھے بڑی حیرت ہوئی، اور میں نے جرجانی سے کہا: اچھا وہ درہم لائیے، میں لے کر ان کے پاس جاتا ہوں، انہوں نے وہ میرے حوالہ کئے اور ملازم سے کہا دوسری تھیلی لے کر آؤ، پھر انہوں نے ایک ہزار اور دیے اور مجھ سے کہا: وہ ہماری طرف سے ہیں اور یہ آپ کے توجہ فرمانے کی وجہ سے!۔

داؤد ظاہری کی زجر وتوبیخ

میں وہ دو ہزار لے کر، داؤد بن علی کے پاس آیا، اور دروازہ پر دستک دی، (اجازت ملنے پر) مکان کے اندر پہنچا، اور تھوڑ دیر بیٹھنے کے بعد، وہ درہم نکال کر ان کے سامنے رکھ دیے۔ انہوں نے یہ دیکھ کر کہا: ''تمہیں اپنے راز پر امین بنانے کا یہی صلہ ہے؟ میرے پاس علم کی امانت ہے اور میں نے تمہیں یہی سمجھ کر اپنے پاس آنے کی اجازت دے تھی، لیکن اب آپ یہاں سے تشریف لے جائیں، مجھے آپ کے ان پیسوں کی کوئی ضرورت نہیں۔''

Marfat.com

محاملی کہتے ہیں، میں وہاں سے واپس ہوا، اور دنیا میری نگاہ میں بہت ہی ذلیل وخوار لگ رہی تھی، میں نے جرجانی کو یہ سب بتایا تو انہوں نے کہا: میں یہ درہم خدا کے نام پر نکال چکا ہوں، اس لئے یہ میرے مال میں واپس جمع نہیں ہو سکتے۔ آپ اپنی صوابدید سے اس رقم کو نیک اور عفیف لوگوں پر خرچ فرمادیں"۔

ایک خستہ حال عالم کی تحقیر

تاریخ کا یہ بھی کتنا عجیب وغریب واقعہ ہے کہ ان ہی مفلس ونادار، لیکن نہایت صابر ومطمئن امام داؤد بن علیؒ نے ایک مرتبہ، ایک گراں پایہ عالم کو، محض اس کی غربت وتنگ دستی کی بنا پر نظروں سے گرا ہوا اور ذلیل سمجھا تو اس درویش عالم نے اپنے بے پناہ علم وفضل سے ان کے احساسِ برتری پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ انہیں گھلا کر رکھ دیا اور ایسا سبق دیا جسے وہ تازیست نہ بھلا سکے۔

قاضی ابن خلکان رقمطراز ہیں: "کہتے ہیں کہ داؤد بن علی ظاہری کی مجلس میں روزانہ چار سو جبہ ودستار والے بڑے بڑے علماء ومشائخ حاضر ہوا کرتے تھے۔ امام داؤد ظاہری کا بیان ہے کہ ایک روز میری مجلس میں بصرہ کے ابو یعقوب شریطی آگئے، ان کے جسم پر دو چیتھڑے پڑے تھے، وہ بغیر اس کے کہ کوئی انہیں آگے بڑھاتا، از خود مجلس کے صدر مقام پر میرے قریب آکر بیٹھ گئے اور مجھ سے کہنے لگے: "لڑکے! جو دل چاہے معلوم کرو! مجھے بہت ہی غصہ آیا، اور مذاق کے طور پر کہا" میں حجامت (پچھنا لگوانے) کے سلسلے میں پوچھنا چاہتا ہوں!"

فقیر عالم کی برتری

ابو یعقوبؒ یہ سنتے ہی دوزانو ہو کر بیٹھ گئے، اور حدیث "أفطر الحاجم والمحجوم" (پچھنا لگانے اور لگوانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا) کو پوری سند کے ساتھ سنایا پھر جن حضرات نے اس کو مرسل، مسند یا موقوف طریقوں سے روایت کیا ہے، ان سب کو بھی ذکر کیا، اور جن

Marfat.com

فقہاء کا یہ مسلک ہے ان سب کے نام پیش کئے۔

اس کے بعد سید الکونین ﷺ کے فصد کھلوانے اور حجام کو اس کی اجرت دینے کے سلسلہ میں جو احادیث مختلف سندوں کے ساتھ آئی ہیں ان سب کو بیان کیا، اور یہ بھی ذکر کیا کہ اگر حجام (فصد کھولنے والے) کو اس کی اجرت دینا حرام ہوتا تو سید الکونین ﷺ سے یہ عمل ہرگز صادر نہ ہوتا۔ بعد ازاں اس حدیث کو تمام سندوں کے ساتھ بیان کیا، جس میں سید الکونین کے سنگی سے پچھنا لگوانے کا ذکر ہے انہوں نے اس سلسلے میں پہلے صحیح احادیث بیان کیں، پھر درمیانی درجہ کی احادیث سنائیں۔ مثلاً سید الکونین ﷺ کا یہ ارشاد کہ معراج کی رات میں میں فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرا انہوں نے یہ ضرور کہا: محمد! اپنی امت کو پچھنا لگوانے کی تاکید کیجئے، یا آپ کا یہ فرمان کہ شفاء تین چیزوں میں ہے۔ شہد پینے میں، پچھنا لگوانے میں اور آگ سے سینکنے میں اس کے بعد ضعیف اور موضوع روایات پیش کیں۔ مثال کے طور پر یہ روایت کہ فلاں دن اور فلاں وقت پچھنا نہ لگواؤ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آخر میں فصد کھلوانے کے سلسلہ میں ہر دور کے ماہرینِ طب نے جن افکار ونظریات کا اظہارِ خیال کیا ہے، ان سب کو نہایت شرح وبسط کے ساتھ پیش کیا، اور اپنی گفتگو کو ان الفاظ پر ختم کیا: اور سب سے پہلے حجامت (پچھنا لگانے) کا پیشہ داؤد بن علی کے شہر اصبہان سے شروع ہوا"

بخدا اب کبھی کسی کو حقیر نہیں سمجھوں گا

داؤد بن علی کہتے ہیں: یہ سب تفصیل سننے کے بعد میں نے ان سے کہا: بخدا اب میں کبھی کسی کو حقیر نہیں سمجھوں گا"۔

تعلیمِ حدیث پر معاوضہ

امیر صنعانی، توضیح الافکار میں تحریر فرماتے ہیں: "علماء میں بعض ایسے حضرات بھی ہیں، جو حدیث پڑھانے پر اجرت لینے کو جائز سمجھتے ہیں شیخ ابونعیم فضل بن دکین کا شمار بھی ان ہی

Marfat.com

حضرات میں ہوتا ہے، موصوف، امام بخاری، امام احمد، اسحاق بن راہویہ، ابنِ مبارک اور ایک بڑی خلقت کے شیخ اور استاذ ہیں، وہ حدیث پڑھانے پر معاوضہ لیتے تھے اور کہتے تھے۔ ''لوگ مجھے معاوضہ لینے پر ملامت کرتے ہیں، حالاں کہ انہیں پتہ نہیں کہ میری کفالت میں تیرہ افراد ہیں، اور گھر میں ایک روٹی تک نہیں ہے''۔

حافظ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ میں، امام وحافظِ حدیث، شیخ الاسلام، بقی بن مخلد قرطبی (متوفی 276ھ) کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''موصوف نے طلبِ علم کی راہ میں مشرق ومغرب کا سفر اپنے پیروں سے چل کر کیا ہے۔''

گوبھی کے پتوں پر گزارہ

کچھ آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:

''ابو الولید فرضی کی روایت ہے کہ بقی کہا کرتے تھے میں ایک ایسے شخص سے بخوبی واقف ہوں، جس نے طالبِ علمی کے زمانہ میں صرف گوبھی کے پتوں کو کھا کھا کر گذارا کیا ہے۔ اس شخص سے مراد خود ان ہی کی ذات ہے۔''

محمد نام کے چند اہلِ علم حضرات کی غربت

تاج الدین سبکی نے ''طبقات الشافیہ الکبریٰ'' میں حافظ ابن کثیر نے ''البدایہ والنہایہ'' میں اور حافظ ذہبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں ''محمد'' نام کے چند اصحابِ علم وفضل کی انتہائی غربت ونا داری کا ایک واقعہ نقل کیا ہے، جو اُن کے زمانۂ طالب علمی میں مصر کے اندر پیش آیا تھا۔

ہم ذیل میں تاج الدین سبکی کی عبارت کا ترجمہ پیش کرتے ہیں:

''ابو العباس بکری کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ محمد بن جریر طبری، محمد بن اسحٰق ابن خزیمہ محمد بن مروزی اور محمد بن ہارون رویانی چاروں حصول علم کی بدولت اتفاق سے اکٹھے ہوگئے۔ راوی کا کہنا ہے کہ ایک دن اُن کے پاس خرچ کے جو پیسے تھے وہ ختم ہوگئے اور اتنا بھی نہ بچا جس سے کچھ کھا پی سکیں۔ آخر بھوک اُن کو ستانے اور بے چین کرنے لگی اسی بھوک اور

Marfat.com

پیاس کی حالت میں ایک رات وہ اس مکان میں جمع ہوئے جہاں حدیثیں لکھنے کیلئے آیا کرتے تھے، اور سب کا اتفاق اس پر ہوا کہ اب اپنی حالت زار پر لوگوں کو متوجہ کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں، اس لئے کہ جس نام کا قرعہ نکل آئے وہ جا کر اپنے ساتھیوں کیلئے کہیں سے کھانا مانگ کر لے آئے۔ اتفاق سے قرعہ محمد بن اسحٰق بن خزیمہ کے نام نکلا۔ انہوں نے ساتھیوں سے کہا: دوستو! تھوڑی سی مہلت دو، میں وضو کر کے نمازِ استخارہ پڑھ لوں اور وہ نماز میں لگ گئے۔

نصرت خداوندی کا عجیب وغریب نمونہ

ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اچانک کچھ لوگ مشعلے اٹھائے اس مکان تک آ گئے اور والیِ مصر (غالباً احمد بن طولون) کی جانب سے ایک ملازم دروازہ کو دستک دینے لگا، انہوں نے دروازہ کھول دیا۔ اپنی سواری سے اُترا اور ان سے پوچھا کہ آپ میں محمد بن نصر کون ہیں؟ بتایا گیا وہ یہ ہیں۔ اس نے ایک تھیلی نکالی جس میں پانچ سو (500) دینار تھے، اور ان کے حوالے کی۔ اس نے پھر پوچھا آپ میں سے محمد بن جریر کس کا نام ہیں؟ ساتھیوں نے کہا وہ یہ ہیں۔ اس نے پانچ سو (500) کی تھیلی ان کے بھی حوالے کی۔ اس نے پھر دریافت کیا: آپ میں محمد بن اسحٰق بن خزیمہ کون صاحب ہیں؟ دوستوں نے کہا وہ یہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو ان کو بھی پانچ سو (500) کی تھیلی دی۔ اس نے پھر پوچھا آپ میں محمد بن ہارون کون ہیں؟ اور انہیں بھی ویسے ہی ایک تھیلی نکال کر دی...... اس کے بعد اس نے کہا:

"امیر والیِ مصر کل سو رہے تھے، خواب میں انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جو ان سے کہہ رہا ہے "محمد" نام کے چند اہلِ علم بھوک سے تڑپ رہے ہیں اور تم خوابِ خرگوش میں پڑے ہو۔ انہوں نے خواب ہی میں پتہ معلوم کرنے کے بعد یہ تھیلیاں آپ حضرات کی خدمت میں بھیجی ہیں، اور قسم دے کر یہ کہا ہے کہ جب یہ رقم ختم ہو جائے تو آپ انہیں ضرور اطلاع

Marfat.com

دیں۔"

قاضی ابو علی ہاشمی کی تنگ دستی

گزشتہ سالوں میں سے ایک سال کی بات ہے، حالت نے مجھے بہت سخت مالی تنگی و بدحالی میں مبتلا کر دیا یہاں تک کہ مجھے اپنے گھر کا سامان بیچنا پڑا گیا۔ اور رفتہ رفتہ سب ختم ہو گیا۔ پھر نوبت یہاں تک پہنچی کہ مکان کے درمیان حصہ کو توڑا اور اس کی کڑیاں اور لکڑیاں نکال کر بیچیں اور ان کے پیسوں گزارا کیا۔

میں سال بھر تک گھر میں ہی پڑا رہا۔ اور کہیں نکل کر نہیں گیا، جب سال گزر گیا تو ایک روز بیوی نے کہا "کوئی دروازہ کو دستک دے رہا ہے۔" میں نے کہا کہ دروازہ کھول دو اس نے تعمیل کی ایک صاحب سلام کر کے میرے پاس آ گئے جب انہوں نے میرا حالِ زار دیکھا تو کھڑے کھڑے چند اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے۔

(1) یہ سختی اور تکلیف جو تمہیں پہونچی ہے بس جانے اور زائل ہی ہونے والی ہے۔

(2) تمہارا کشادہ ہاتھ تنگ نہ ہوگا، آگ کو دیکھو اس کی کلپٹ پہلے تو بہت اونچی نظر آتی ہے، لیکن بالآخر بجھ کر راکھ ہو جاتی ہے۔

(3) ہم نے بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو تباہی کے کنارے پر آ گئے لیکن جب گرنے کے قریب ہوئے تو پھر اچانک نجات و کامرانی ان کے پاس دبے قدموں چلی اور خدا نے انہیں انھیں بچا لیا۔

تنگی کے بعد راحت

وہ یہ اشعار کہ کر میرے پاس سے فوراً چلا گیا اور ایک منٹ کے لئے بھی نہیں بیٹھا۔ میں نے اس کلام سے نیک فال لی چنانچہ ابھی پورا دن نہیں گزرا تھا کہ میرے پاس خلیفہ قادر باللہ کا ایلچی کپڑوں کے جوڑے، دینار اور سواری کے واسطے ایک خچر لئے ہوئے آ گیا۔ اس نے مجھ سے کہا "آپ کو امیر المومنین یاد فرما رہے ہیں۔" یہ کہہ کر اس نے دینار کپڑے اور خچر میرے حوالے کئے۔ میں نے اپنی حالت کو درست کیا اور حمام میں جا کر نہایا پھر خلیفہ قادر

Marfat.com

باللہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے کوفہ اور اس کے مضافات کا ''منصب قضا'' مجھے دوبارہ لوٹا دیا اور خستہ حالی دور ہوگئی

حافظ حدیث امام ذہبی تذکرہ الحفاظ میں امام و مقتدائے وقت، ابوکر محمد بن احمد بغدادی ابن خاضبہ (متوفی 489ھ) کے حالات میں لکھتے ہیں:

محمد بن طاہر مقدسی کہتے ہیں: میں نے ایک مرتبہ ابن خاضبہ سے عرض کیا اصبہان میں بعض ہاشمی حضرات نے مجھ سے یہ بیان کیا تھا کہ ابوالحسین بن مہتدی باللہ مسلکاً معتزلی تھے، اس کی کیا حقیقت ہے؟ اس پر انھوں نے کہا کہ اس بارے میں کوئی پتہ نہیں۔ لیکن میں تمہیں ایک واقعہ سناتا ہوں۔

ابن خاضبہ کی غربت اور مشغلۂ کتابت

جس سال بغداد میں سیلاب آیا اور پورا شہر غرقاب ہوگیا۔ تو میرا مکان گر پڑا، اور اس میں میرے کپڑے سامان اور (ہزاروں) کتابیں دب گئیں۔ اور میرے پاس کچھ نہ رہا میری کفالت میں والدہ بیوی اور بچیاں تھیں میں اس زمانہ میں ہاتھ سے کتابیں لکھ لکھ کر گذران کا بندوبست کرتا، مجھے خوب یاد ہے کہ میں نے اس سال مسلم شریف (کی دو ضخیم جلدوں) کو سات مرتبہ لکھا ہے۔

لکھنے کی تکلیف سے راحت مل گئی

ایک رات میں نے خواب میں دیکھا گویا قیامت ہو چکی ہے اور لوگوں کا حساب و کتاب ہو رہا ہے اتنے ہی میں کسی پکارنے والے نے پکارا ابن خاضبہ کہاں ہے؟ مجھے حاضر کیا گیا اور ارشاد ہوا کہ جنت میں چلے جاؤ جب میں جنت کے دروازہ سے گزر کر اندر داخل ہوگیا۔ تو چت لیٹ گیا۔ اور ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پر رکھ کر کہنے لگا بخدا اب لکھنے کی تکلیف سے راحت مل گئی۔

پھر میں نے سر اٹھایا دیکھا تو ایک خچر کھڑا تھا جس کی لگام ایک غلام کے ہاتھ میں تھی میں نے پوچھا یہ کس کا ہے؟ لوگوں نے بتایا شرف ابوالحسب کا جو پانی میں ڈوب کر فوت ہوگئے جب میں صبح کو بیدار ہوا تو خبر آئی کہ شرف کا انتقال ہوگیا۔

Marfat.com

نضر بن شمیل کی غربت وناداری

عربی نحو زبان شعر وادب اور علم حدیث کے امام وقت نضر بن شمیل مازنی کے بارے قاضی ابن حلکان اپنی تصنیف دفیات الاعیان میں تحریر فرماتے ہیں: ابوعبیدہ نے ان کا تذکرہ اپنی ''مثالب البصرہ'' میں کیا ہے اور لکھا ہے نضر بن شمیل بصرہ میں معاشی تنگی کے اندر مبتلا ہو گئے مجبور ہو کر انہوں نے خراسان جانے کا ارادہ کیا اور وہاں سے چل پڑے......ان کو رخصت کرنے کے لئے بصرہ کے تقریباً تین ہزار افراد ساتھ آئے جو سب موصوف لے اور ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ محدث تھا یا نحوی، یا ادیب یا شاعر یا مورخ۔

اگر روزانہ لوبیا کھانے کو مل جاتا

جب آپ مقام مربد پر پہونچے تو بیٹھ گئے اور بڑی درد بھری آواز میں کہا ''بصرہ دالو! تمہاری جدائی میرے لئے نہایت شاق اور تکلیف دہ ہے، بخدا اگر مجھے روزانہ سیر بھر لوبیا بھی کھانے کو مل جاتا تو میں تمہیں چھوڑ کر کبھی نہ جاتا۔''

راوی کا بیان ہے کہ اس جم غفیر میں کوئی شخص بھی ایسا نہ نکلا جو یہ ذمہ داری اپنے سر لے لیتا، آخر امام موصوف وہاں سے رخصت ہو کر خراسان پہونچے اور خوب دولت وثروت حاصل کی آپ کا قیام خراسان کے شہر میں تھا۔

مامون رشید کی مجلس میں

خلیفہ مامون رشید کے ساتھ، آپ کے بہت سے دلچسپ اور انوکھے واقعات بھی پیش آئے، اور یہ اُن دنوں کی بات ہے، جب خلیفہ کا قیام مرو میں تھا۔

خود آپ کا بیان ہے کہ مجھے مامون کے پاس افسانہ گوئی کی شبانہ مجلس میں لے جایا جاتا، ایک رات میں اُس کے پاس پہنچا، اور اس وقت میرے بدن پر پیوند لگے ہوئے کپڑے تھے، اُس نے مجھے اِس ہیت میں دیکھا تو کہا: نضر! یہ کیا خشک زاہدانہ زندگی ہے؟ تم امیر المومنین کے پاس بھی اِن بوسیدہ کپڑوں میں آتے ہو۔ میں نے کہا: ''امیر المومنین! میں بوڑھا، کمزور آدمی ہوں، اور یہاں مرو کی گرمی بہت سخت ہے، اس لئے میں اِن بوسیدہ کپڑوں سے ٹھنڈک حاصل کر لیتا ہوں۔''

مامون نے کہا کہ نہیں، بلکہ تم زاہد و درویش آدمی ہو۔

نضر کہتے ہیں: اس کے بعد ہم میں تبادلۂ خیال شروع ہوا، خلیفہ نے عورتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ''ہم سے ہُشَیم نے بسندِ مجاہد از شعبی از ابنِ عباس رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے اگر آدمی نے عورت سے اسلیئے شادی کی کہ اُس میں دینداری اور حسن و جمال، دونوں اوصاف پائے جاتے ہیں۔ تو پھر وہ شادی، اس کی غربت و مفلسی کیلیئے ایک بڑی رکاوٹ اور بندش ثابت ہوگی۔'' (یہاں واقعہ کا اصل پہلو یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ ہیں سِدَادٌ مِنْ عَوَزٍ غربت و مفلسی کیلیئے رکاوٹ اور بندش، لیکن مامون نے سِداد کے سین کو زیر کے بجائے زبر سے سَداد پڑھا)

نضر کہتے کہ میں نے کہا امیر المؤمنین! ہُشَیم نے سچ کہا ہم سے عوف بن ابی جمیلہ نے بروایت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اگر آدمی نے عورت سے اس لئے شادی کی کہ اُس میں دینداری اور حسن و جمال دونوں اوصاف پائے جاتے ہیں تو پھر وہ شادی اس کی غربت و مفلسی کیلیئے ایک بڑی رکاوٹ اور بندش ثابت ہوگی۔ (اس موقع پر امام موصوف نے مختصر اور عالی سند پیش کرنے کے ساتھ ساتھ مذکورہ بالا غلطی پر نہایت لطیف انداز میں اشارہ کرتے ہوئے سِداد کے سین کو زیر کے ساتھ پڑھا)

زیر وزبر کا فرق

نضر کہتے ہیں کہ مامون ٹیک لگائے ہوئے تھا، مجھ سے یہ سنا، تو اُٹھ کر سیدھا بیٹھ گیا، اور کہنے لگا کہ نضر! تم نے سِداد کیوں پڑھا؟ میں نے کہا کہ اس لئے کہ یہاں سَداد (زبر سے) پڑھنا غلط ہے۔ اس نے کہا اچھا اب تم ہمارے پڑھنے میں غلطی نکالو گے؟

میں نے کہا یہ تو ہُشَیم کی خطا ہے، اور وہ اِعراب میں بہت غلطی کیا کرتا تھا۔ امیر المؤمنین نے تو صرف اُس کے کہے ہوئے الفاظ کو دُہرایا ہے۔ اُس نے کہا کہ آخر دونوں میں فرق کیا ہے؟ میں نے کہا سَداد (زبر کے ساتھ) اعتدال و میانہ روی کو کہتے ہیں، جبکہ زیر کے ساتھ پڑھنے کی صورت میں، سِداد کے معنیٰ گذارہ کے بقدر روزی، اور ہر اس چیز کے ہیں جس سے کسی شگاف کو بند کریں۔ اُس نے کہا کہ کیا اہلِ عرب اس مفہوم سے واقف ہیں؟ میں

Marfat.com

نے کہا: جی ہاں! دیکھئے عربی کا مشہور شعر ہے:

أَضَاعُوْنِی وَأَیَّ فَتًی أَضَاعُوْا
لِیَوْمِ کَرِیْهَةٍ وَسِدَادِ ثَغْرِ

(لوگوں نے مجھے کھو دیا، اور کیسے جوان کو کھویا۔۔۔ جو مصیبت اور سخت لڑائی میں اُن کے کام آتا، اور دشمن کے آنے کا راستہ بند کر دیتا)

ایک حرف کی تصحیح پر 80 ہزار درہم

شعر سن کر مامون نے کہا: اس کا ناس ہو، جو علمِ ادب سے بے بہرہ ہے، پھر وہ بہت دیر تک سر جھکائے خاموش بیٹھا رہا، اس کے بعد مجھ سے مخاطب ہو کر کہا: نضر! بتاؤ، کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: مرو میں تھوڑی سی زمین، جس سے کھانے پینے کا گذارہ ہو سکے۔ اس نے کہا: اگر ساتھ ساتھ ہم کچھ رقم بھی دینا چاہیں تو؟ میں نے کہا: مجھے اس کی بھی واقعی ضرورت ہے۔ اُس نے ایک کاغذ اُٹھا کر کچھ لکھا (اور میں مضمون سے قطعاً لاعلم تھا) پھر ایک خادم کو بلا کر کہا: انہیں فضل بن سہل کے پاس لے جاؤ۔ فضل نے تحریر پڑھی تو مجھ سے کہا: نضر! امیر المؤمنین نے تمہارے لئے پچاس ہزار درہم کا حکم فرمایا ہے۔ آخر کیا بات ہے؟ میں نے جو واقعہ تھا سچ سچ بے کم و کاست سُنا دیا: اس نے میرے لئے مزید تیس ہزار کا حکم دیا۔ غرض مجھ کو صرف ایک حرف بتانے کی وجہ سے اسی (80) ہزار درہم مِل گئے۔

قاضی شمس الدین ابنِ خلکان، وفیات الاعیان میں، قاضی و فقیہ عبدالوہاب بن علی مالکی بغدادی کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''ابن بسام نے آپ کا ذکرِ خیر ''ذخیرہ'' میں کیا ہے، اور لکھا ہے کہ آپ کا شمار اپنے زمانہ کی چیدہ اور منتخب شخصیتوں میں ہوتا ہے۔ یہی نہیں، بلکہ آپ کی ذاتِ گرامی فقہاء کے ترجمان کی حیثیت رکھتی تھی، شعر و شاعری کا ایسا صاف سُتھرا ذوق اور اعلیٰ معیار تھا کہ میں نے ان کے ایک شعر کو دیکھا ہے، جس کے معانی سپیدئ صبح سے کہیں زیادہ روشن اور واضح تھے۔ اور الفاظ کامیابی کی لذت سے زیادہ شیریں و لذیذ۔''

قاضی عبدالوہاب مالکی کی تنگ دستی

پھر جس طرح عام طور پر شہروں کا مقامی اصحابِ علم و فضل اور اپنے محسنوں کے ساتھ معاملہ

Marfat.com

ہوتا ہے، اور وہاں کی زمین اُن پر تنگ و تاریک ہو جاتی ہے۔ وہی سب موصوف کے ساتھ بھی ہوا، اور جب آپ کو بغداد کی سرزمین راس نہ آئی، اور وہاں راحت و آرام میسر نہ ہوسکا تو پھر مجبوراً وطن کے لوگوں کو چھوڑنا اور وہاں کے شیریں پانی اور سایہ دار درختوں کو خیر باد کہنا پڑا۔ مجھے کسی نے بتایا کہ جس روز آپ نے شہر چھوڑنے کا فیصلہ کیا، اُس دن آپ کو رخصت کرنے کیلئے وہاں کے عمائدین اور اہلِ قلم کی بڑی بھاری تعداد موجود تھی۔ دوسرے لوگ اس کے علاوہ تھے آپ نے الوداع کہنے سے پہلے، اُن سب کو مخاطب کر کے فرمایا:

''اگر مجھے صبح وشام دو روٹیاں مل جایا کرتیں تو میں تمہارے شہر کو چھوڑ کر کبھی نہ جاتا آپ اپنے اس درد کو ان اشعار میں بیان کرتے ہیں (ترجمہ ملاحظہ ہو)''

(1) بغداد کے چپہ چپہ کو میرا اسلام۔۔۔۔۔ بلکہ وہ میری طرف سے دگنے سلام کا مستحق ہے۔

(2) بغداد کو میں نے اس لئے نہیں چھوڑا کہ خدانخواستہ مجھے اس سے کوئی بغض و عداوت ہے، اور بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے، میں تو اُس کو اِس کنارے سے اُس کنارے تک بخوبی جانتا ہوں۔

(3) اصل بات یہ ہے کہ یہاں کی پوری سرزمین میرے اوپر تنگ ہوگئی، اور روزی نے میرا ساتھ نہ دیا۔

(4) بغداد۔۔۔۔۔ اس دوست کی مانند ہے، جس کے قرب میں رہنے کی میری خواہش تھی۔ لیکن اُس کے اخلاق و عادات اِس خواہش کی تکمیل میں مانع اور مزاحم ہیں، اور اُس کو مجھ سے دور تر کر رہے ہیں۔

اس مضمون کو موصوف نے اِس پیرایہ میں بھی بیان کیا ہے۔

(1) بغداد مال و دولت والوں کیلئے بہت عمدہ جگہ ہے، لیکن مفلس و قلاش لوگوں کیلئے تنگی اور مصیبت کا گھر ہے۔

(2) عرصہ تک میں اس کی گلیوں میں حیران و سرگرداں پھرا ہوں، کبھی کبھی مجھے یہ خیال ہوتا کہ شاید میری مثال ایسی ہے، جیسے قرآنِ پاک کسی زندیق و بددین کے گھر آجائے، اور وہاں اُس کا کوئی پُرسانِ حال نہ ہو۔

سفرِ مصر اور خوشحالی

Marfat.com

القصہ آپ رخصت ہو کر مصر پہنچے، اور وہاں کے آسمان و زمین کو علم سے بھر دیا۔ عجیب وغریب علمی رموز بتانے میں، آپ پر انتہا تھی۔ اب کیا تھا، آپ پر ہدایا و انعامات کی بارش ہوگئی۔ لیکن نیرنگئی زمانہ دیکھیے، وہاں پہنچنے کے بعد، آپ کے انتقال کا ظاہری سبب ایک مرغوب کھانا ہی بنا، جسے آپ نے تناول فرمایا تھا۔ آپ اس کے نتیجہ میں بیمار ہو گئے۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ مرض الوفات میں بے چینی سے کروٹیں بدلتے اور فرماتے: ''لا الہ الا اللہ۔۔۔۔ زندگی آرام سے کٹنے لگی۔ تو فرشتہ اجل آ گیا۔''

آپ کے چند اشعار

آپ ہی کے یہ اشعار ہیں (جن کا ترجمہ ناظرین کی خدمت میں پیش ہے)

(1) اگر بڑے بڑے دریا چھوٹے چھوٹے کنوؤں سے پانی مانگنے لگیں، تو پھر پیاسے کہاں سیراب ہو سکیں گے؟

(2) اگر اکابر اور مقتدر شخصیتیں کونوں میں جا بیٹھیں تو پھر گرے پڑے لوگوں کو اُن کی غلط خواہشات سے روکنے والا کون ہوگا؟

(3) رذیل اور کمینے لوگ، اپنی برتری ظاہر کرنے لگیں، تو سمجھو کہ شرفاء پر بہت بڑی مصیبت آ گئی۔

(4) اگر اعلیٰ و ادنیٰ اور شریف و رذیل، سب برابر ہو جائیں، تو پھر موت کا ہمنشین ہونا بہتر ہے۔

ابنِ دہان موصلی کی غربت

قاضی ابنِ خلکان، وفیات الاعیان میں، فقیہِ شافعی، ابنِ دہان موصلی۔ عبداللہ بن اسعد (متوفی 581ھ) کے حالات تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''آپ بیک وقت اعلیٰ درجہ کے فاضل و فقیہ اور شاعر و ادیب تھے، آپ کا کلام نہایت ملیح و سبک اور شعری لطافت سے بھرپور ہے، موصل آپ کی جائے پیدائش ہے۔ جب حالات نے بہت ہی تنگ اور مجبور کر دیا تو پھر وزیرِ مصر صالح بن رزیک کے پاس جانے کا ارادہ کیا، موصوف کی اہلیہ بھی تھیں۔ لیکن اپنی غربت و ناداری کی بنا پر انہیں ساتھ لے جانے سے معذور تھے، جدائی کے تصور سے بیوی کا بُرا حال تھا، خود اُن کیلئے اُس کو اِس طرح بے آسرا

Marfat.com

چھوڑ کر جانا نہایت شاق معلوم ہو رہا تھا۔ اِس صورتِ حال سے متاثر ہو کر انہوں نے علَوی جماعت کے سربراہ، جناب ضیاء الدین بن عبیداللہ حسینی کے پاس چند اشعار لکھ کر بھیجے" (جنکا ترجمہ یہ ہے)

(1) جدائی کے احساس نے اُس غمزدہ کے آنسو بہادیئے اُسے یہ اُمید تھی کہ وہ مجھے ملامت کر کے جانے سے روک لے گی۔

(2) اُس نے ضد کی، اور پیچھے پڑ گئی، مگر جب اُس نے یہ دیکھا کہ میں اُس کی بات پر کان ہی نہیں لگا رہا، تو پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی، اور اس کی گریہ وزاری کرنے والی آنکھوں نے میرے قلب وجگر کو زخمی کر دیا۔

(3) جب اُس نے اپنی آنکھوں سے اونٹ پر کجاوے کستے ہوئے دیکھ لیا، اور جُدائی ہوتے وقت دونوں آمنے سامنے ہوئے تو اس نے روتے ہوئے پوچھا۔ (4) تمہارے پیچھے اِس گھر میں میرا ولی و مددگار کون ہوگا؟ میں نے کہا: خدا اور تمہارے آقا ابنِ عبیداللہ۔

(5) معمولی بارش کے رُکنے پر گھبرانے یا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، میں نے آسمانِ ثریا کی موسلا دھار بارش سے درخواست کی ہے کہ وہ تجھ کو اپنے جود و کرم سے مالا مال کر دے۔ شریف نے یہ اشعار پڑھے تو اِس بات کا وعدہ کیا، کہ وہ اُن کے پیچھے، اُن کی بیوی کی تمام ضروریات پورا کرنے کے ذمہ دار ہیں۔

حالات اچھے ہو گئے

(یہاں سے مطمئن ہو کر) وہ مصر پہنچے، اور وزیر صالح بن رُزیک کی تعریف وتوصیف میں چند اشعار کہے۔ اب اُن کے حالات میں تبدیلی آئی، اور آسائش وآسودگی کے دروازے ایک ایک کر کے کھلتے چلے گئے۔ آپ حمص میں جا کر مقیم ہو گئے، اور وہیں 581ھ میں، وطن اور اہلِ خانہ سے دور جان، جان آفریں کے حوالے کی۔ اس وقت آپ کی زبانِ حال یہ کہہ رہی تھی کہ

(1) خدا یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ میری موت غریب الوطنی کی حالت میں ایک ایسے ملک میں آئے جہاں میں مجبوراً وارد ہوا ہوں۔ (2) کتنے ہی ارادے تھے جو دوشیزاؤں کی طرح میرے دل میں چھپے ہوئے تھے، ابھی اُن میں سے کسی کو دیکھنے بھی نہ پایا تھا کہ معلوم ہوا پردہ کی آیت اُتر چکی ہے۔

مؤلف کی حدیث وفقہ پر کتب

١ احسان الٰہی: شرح موطائیں ابن ماجہ طحاوی ونسائی ایک جلد
٢ احسان الودود: شرح ابوداؤد ۵ جلد
٣ احسان الودود: للبنات ایک جلد
خلاصہ ابوداؤد: شرح ابوداؤد ایک جلد
۴ احسان اعظم: شرح مسند امام اعظم ٢ جلد
۵ التبیان الصریح: شرح مشکوٰۃ ۴ جلد
٦ خلاصہ مشکوٰۃ: شرح مشکوٰۃ ایک جلد
احسان الباری: شرح بخاری ٨ جلد
٧ خلاصہ بخاری: شرح بخاری ٣ جلد
٨ فقہ احناف فتاویٰ کے سانچے میں ۵ جلد
٩
١٠ اکابر کے فتاویٰ ۵ جلد
١١ روزمرہ کے جدید مسائل کا تحقیقی حل ٢ جلد
١٢ احسان المنعم: شرح مسلم ٨ جلد
١٣ خلاصہ مسلم: شرح مسلم ٣ جلد
١۴ احسان المنعم: شرح مسلم للبنات ایک جلد
١۵ احسان ربی: شرح ترمذی ۵ جلد
خلاصہ ترمذی: شرح ترمذی ایک جلد
١٦ فقہ احناف قرآن وسنت کی روشنی میں ١٠ جلد
١٧ احسان الھدایہ: شرح ہدایہ ٨ جلد
١٨ خلاصہ الھدایۃ: شرح ہدایہ ۴ جلد
١٩ ائمہ اربعہ اوران کا فقہ ۵ جلد
٢٠

مؤلف کی دیگر اصلاحی کتب

١)...... سنتِ حبیب ﷺ
٢)...... اصلاح نماز
٣)...... طلباء کو جدید دور کا چیلنج آگے بڑھو یا راستہ چھوڑو
۴)...... عظیم شخصیات کی عظمت کے راز
۵)...... عظیم اسلامی شخصیات، جنہوں نے دنیا بدل ڈالی
٦)...... کامیابی صرف تین قدم کے فاصلے پر
٧)...... طلباء دنیا کو جھکا سکتے ہیں؟
٨)...... ایک صفت پیدا کریں اور حکمرانی کریں
٩)...... اکابر کا عروج اصاغر کا زوال کیوں؟
١٠)...... مثالی شخصیات کی مثالی زندگی
١١)...... طلباء وجوانوں کی شاندار کامیابی کی ضمانت
١٢)...... اکابر کے نقش قدم میں یقینی کامیابی
١٣)...... طلباء ناکام اور پیچھے کیوں رہ جاتے ہیں
١۴)...... عالم اسلام کی ترقی اور علماء
١۵)...... علماء عرب وعجم کیا کرسکتے ہیں
١٦)...... نوجوانوں کو رویہ تبدیل کرنا ہوگا
١٧)...... طلباء نوجوانوں کی مثالی اور عملی زندگی مگر کیسے؟
١٨)...... سبق آموز کردار واعمال
١٩)...... تاریخ کا رُخ موڑنے والے طلباء کون ہوتے ہیں
٢٠)...... اکابر کی زندگی کے صرف تین ورق!
٢١)...... اسلاف کی زندگی اور عصر حاضر کے طلباء
٢٢)...... نبی کریم ﷺ کی رہنماء زندگی
٢٣)...... اکابر اور عصر حاضر کے طلباء میں فرق؟
٢۴)...... تاریخ میں کس کا نام سرفہرست ہوتا ہے؟
٢۵)...... ہمارا ذکر تاریخ کے کس صفحے پر ہوگا
٢٦)...... کیا مسلمان دنیا پر قیادت وسیادت کے اہل ہیں؟
٢٧)...... اختلاف جائز ہے مخالفت ناجائز ہے
٢٨)...... عہدِ حاضر کے طلباء ونوجوانوں کی نقصان دہ صفات
٢٩)...... علمائے عرب وعجم اور موجودہ چیلنج
٣٠)...... ہمارے عہد کے طلباء کا المیہ
٣١)...... عالم اسلام یورپ سے پیچھے کیوں؟
٣٢)...... مدارس کے طلباء میں احساس کمتری کیوں ہے؟
٣٣)...... صرف چار صفات سے ناکامی کو شکست دیں
٣۴)...... نبی کریم ﷺ سے مسلمانوں کا تعلق
٣۵)...... مؤرخ آپ کے کردار کا رُخ متعین کرے گا
٣٦)...... عالم اسلام کا المیہ
٣٧)...... طلباء کے ٢٠ قدم پر شاندار مستقبل
٣٨)...... اسلاف کے وارث کون ہیں
٣٩)...... ہمارے مدارس اور جدید چیلنج
۴٠)...... مسلکی اختلاف کو دشمنی پر محمول نہ کریں
۴١)...... علماء کو جدید دور کا چیلنج آگے بڑھو یا راستہ چھوڑ دو۔
۴٢)...... والدین کی دعا اور نوجوانوں کا مستقبل۔
۴٣) نبی کریم ﷺ سے ہمیں کیا نسبت حاصل ہے